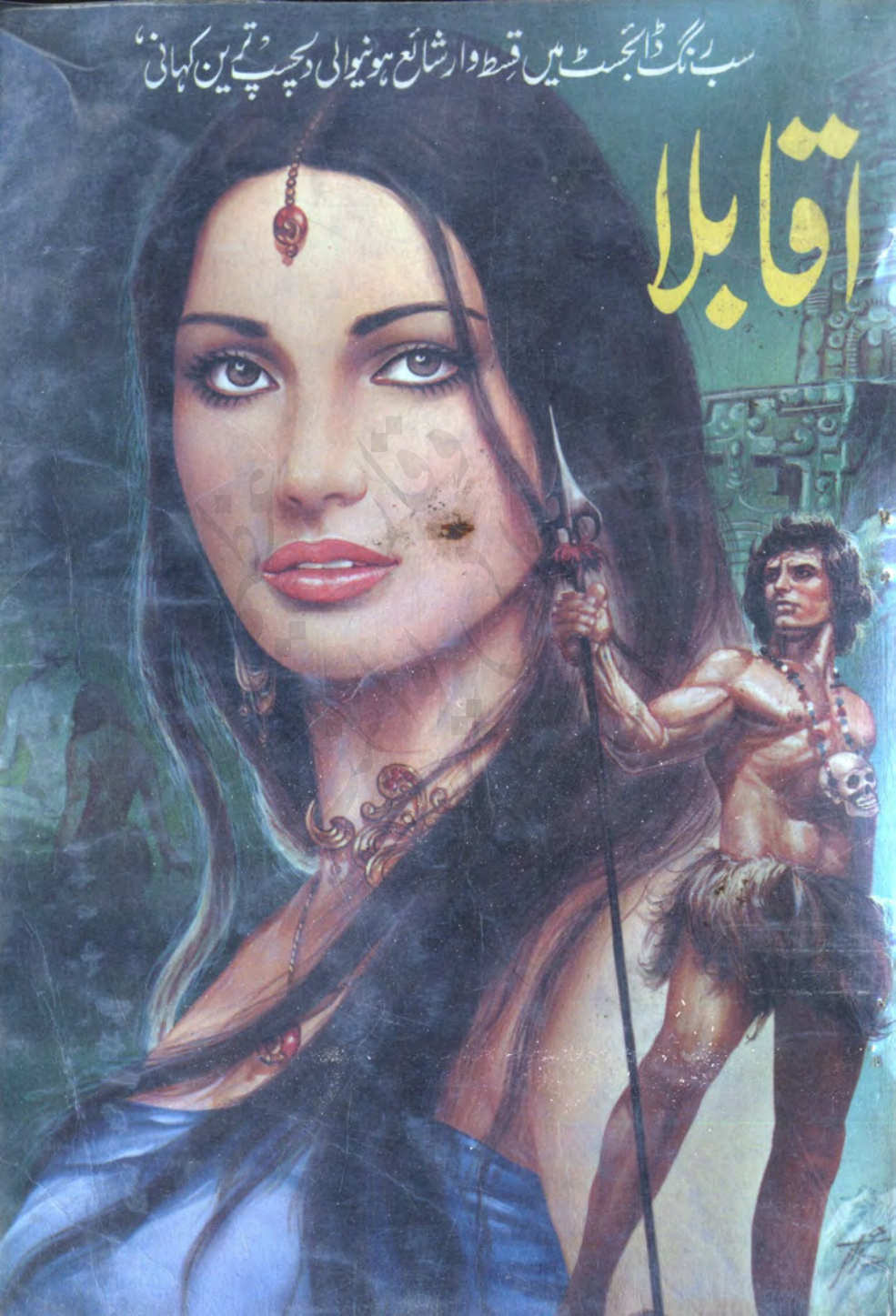


سب بگ ڈائجسٹ میں قسط وار شائع ہونیوالی دلچسپ ترین کہانی

اقابرا





مسئلے حکم کی دیر تھی۔

قریبانی کی رسم میں حصہ لینے والے لوگوں کی ٹولی پہلے ہی پوری طرح چلتی و چڑھتی تھی ان کے سیاہ برہنہ جسم و صوب میں چمک رہے تھے نیزوں کی آئیناں جھللاتی تھیں وہ داترے کی صورت میں ڈھول اور تاشوں کی تھاپ پر خوشی اڑھیں کہتے ہوئے تقدس قربانی کے مخصوص جملے ایک ساتھ ادا کر رہے تھے جہاں کاکل کھوٹری ایک اونچے پتھر پر ایستادہ تھی جس کے نیچے ایک بڑا سا لٹخا ہوا عیسائی رکھا تھا میں اونچی نشست پر ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ ان کی موت میرے ہاتھ کی جنبش کی منتظر تھی میں نے ان پانچوں اسیروں کو دیکھا جب تہہ دیکھے کہ لوگ تصویر پرست رہنے لگے تھے کہ اس میں ان کی نجات کا حکم ملے سکتا مگر میں ایک با اختیار صحن ہونے کے باوجود بہت ہنسنا آئی تھا۔

ان کی نجات میری ہلاکت تھی اور میری ہلاکت کے بعد بھی کسی بات کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ زندہ رہیں گے۔ انھیں مزاحیہ خاکیر کر دیا اور انھیں کیلکولیشن پر لے آئے تھے اور یہی پچاسی تھاکا وہ مر جاتے۔ کیونکہ تہہ کی کاس ہوتا کہ جسے سے گزرنے کے بعد ان کے کپڑے اُسے بیان کرنے کا وقت بھی نہ رہتا اصل وہ اسی دیکھ گئے تھے جب طفلانہ نوجوان نے ان کا جہان اپنی کیٹ میں لے لیا تھا اب تو ان کے جنازوں کی رسم ان کے سامنے ادا ہوتی تھی۔ ان کے سپرکھڑا ہوا میں تھے موت اُن کے گرد قوس کر رہی تھی میں نے سمرال اور سرنگاک طرف دیکھا پھر میری نظریں خود بخود آسمان کی طرف اٹھ گئیں اور میں نے جابرین پور کو دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ نیچے گرائے جابرین پورف نے مجھ کو ایسا ہی کیا اور میرے دل میں ایک لمحے کے لیے دم کے خوفناک صداخالات آئے تھے میں نے اُن سے کہا کہ کشتی کی اور اپنے برہنہ جسم اور اپنے گلے میں تھپتھپتے ہوئے نوادری طرف نگاہ کی۔ میں جابرین پورف کے غول سے خوفزدہ تھی کہ سمرال کی شکل میں جلد ہی واپس آگیا۔ میرے ہاتھ کی جنبش نے قوس میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی اور توری کے متعلق انھیں لوگوں کا دائرہ آئینوں کے گرد تنگ ہوتا گیا۔ اجنبی اسیر کو گولانے لگے مگر ایک قیدی ایک نوجوان قیدی ابھی تک گنگا کھڑا تھا اس نے کسی بڑی اور کم تہی کا اثر متاثر نہیں دیا تھا وہ صحت اور صیرت سے مجھے دیکھتا جہاں تھا۔ میں بیچہ گیا اب مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب نہیں تھی میرے

جتنے ہی لوگوں کی ایک ٹولی اپنے منبر سے اہرائی ہوتی اسیروں پر ٹوٹ پڑی انھیں گھسیٹ کر اُس مقام پر لایا گیا جہاں جہاں لاکا لاکا کھوٹری اور ایک ڈاکٹر بن رکھا ہوا تھا۔ ایک ہفتہ قیدی سب زیادہ شور مچا رہا تھا۔ سب سے پہلے اسے گھسیٹ کر نوزن پر اس طرح اٹھا دیا کہ ان کی اس کا سر زن کے اندر جھکا گئے۔ اس کے بعد جو شخص بھی قوس کرتا پھر اس کے قریب سے گزرا اس نے نیزے سے قیدی کا جسم جھینڈا شروع کر دیا۔ چار اشخاص اسے پکڑے ہوئے تھے۔ زخمی شخص پچاسڑ کی کھارٹا تھا لیکن اس کی سرخخ نیزے سے چھوٹنے لگا لٹخاؤ کے غضب میں اور شدت پیدا کر رہی جب نیزوں سے اس کا جسم بالکل چھلنی ہو گیا تو نوجوانوں نے باری باری آگے بڑھ کر اس کی گولان پر وار کرنے شروع کر دیے۔ ہر وار پر قیدی کا جسم اس طرح تڑپ جاتا جیسے اسے بجلی کے جھکے دیے جا رہے ہوں پھر قیدی کی سانس ٹوٹنے سے پہلے اسے بیروں سے پکڑ کر برتن میں لوٹ لایا گیا تاکہ اس کا سارا خون برتن میں جمع ہو جائے کچھ ہی دیر میں اوپر عمر کے قیدی کا جسم خرمن سے خالی ہو گیا اور اسے زندگ سے ہی نہایت مل گئی پھر اس کا جسم میاں میں پھینک دیا گیا برتن میں نہایت اشتراک سے جہاں کاکا کی کھوٹری ڈال دی گئی اور خرمن میں نہلانے کے بعد دوبارہ اوپر تھے پھر رکھ دی گئی۔

ناراضی اور نفرت و تیزی سے ہجوم چکر برتن کے قریب پہنچے اور انھوں نے اپنے ہاتھ برتن میں ڈال کر ملوٹوں سے خرمن کھینچا اور پھر زمین پر لوٹنے لگے۔ کھوٹری دیر بعد میری اور سمرال اور سرنگاک کی خدمت میں خون کا جام پیش کیا گیا میں نے سرنگاک طرف مسکرا دیکھا۔ سرنگاک انھیں بدھتوں اور جسے بر جہان پر با تھا لیکن اس نے نہایت سکون کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کر کے جام اٹھایا اور انھیں بند کیے کیسے اسے ہنر میں تک لے گیا میں نے اور سمرال نے کسی جھک کے بغیر اور حیرت و ہراساں ہونے کے تازہ خون کا جام زخمی کی پھر اس کی جگر غول سے سارے جسم کو نہیں باب ہونے کا اشارہ کیا قبیلے کے تمام افراد ایک دوسرے پر جھڑپے لگے ہر شخص خرمن کا ایک تھوڑا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ برتن جھرمک اڑت میں ہو گیا تھا، عورتیں اور مرد بچے پکار کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی جھگڑا میں تھے۔ لوگ اس قدر زیادہ تھے کہ انھیں ایک ایک قطرہ نصیب ہونا بھی مشکل تھا، بہت سے لوگ برتن تک نہیں پہنچ سکے اور ان میں سے کچھ جھپٹ گئے کیونکہ برتن اب خشک ہو چکا تھا۔

جہاں کاکا کی اس شکر قربانی کے وقت خرمن کے قطرے تقسیم نہیں کیے جاتے تھے۔ انھیں حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا

تھا جو بازی بجا آؤہ خون کے آندھرے حاصل کر لیتا، جس نے اپنا دین اس مقدس سیال سے ترک کیا اس نے جارا کا لاک کا روع کے بت حاصل کر لی خون کے بڑے بڑے گروہ کی تک جیسا بھی ہو سکتی حالانکہ اس میں ایک روع خون باقی نہیں رہا تھا۔ جو اس کے لئے نہ جگ کر اپنی زبانوں سے برتن چاٹ رہے تھے۔

پھر دوسری قیدی لایا گیا، وہ یہ نظر رکھ کے پہلے ہی نام حاصل ہو چکا تھا، اس کی آنکھیں دہشت سے بالکل اُٹی تھیں اور جب کہ یہ زوری بھی جاتی تھی اس کے ساتھ جسم پر رزہ لاری تھا جس کی نقاری جو اہل حق قیدی کے خون سے مست ہوئے تھے۔ جسے اب اور زیادہ بھری کا اہل ہار رہے تھے۔ دوسرے قیدی کا بھی وہی شہرہ جو پہلے قیدی کا ہوا تھا۔ اس کے گرم خون میں بھی جارا کا لاک کھڑی ہو چکی ہوئی ہو گیا۔ اور میری اور سولہ اور سرنگائی خدمت میں اس کا باب جام پیش کیا گیا۔ میری طرف ان کا اٹھا اور چشمِ دون میں خون کا برتن پھر چلی ہو گیا۔ تیسرا شخص جو تھا شخص ایک بدمعاش کے جوارں انہماں سے جس سے سن کا ایک قطروں پھوٹا گیا، ہر ایک قبیلے کے لوگ برتن خالی جانے کے بعد جارا کا لاک سوائی مظنن کے منتظر تھی کہ زبان کے بہترین لفظ اور کہتے یہ شاعری میں تھی مگر لفظوں کا ایسا مرکب تھا جس میں جگ تھا ترن تھا اور گرج چمک تھی ساری شہری خراب موجود تھیں۔ دن توڑی میں جارا کا لاک عبادتوں میں سے بڑی عبادت کا دن تھا کہ لوگ خود اپنے سے قربانی کا سامان شہرہ کا یہ تھا میری نظریں اس آخری قیدی پر مرکوز تھیں جو دلکرا رہا تھا۔ فریاد کر رہا تھا۔ نوجوانوں کا گروہ دہشت انداز میں رقص کرتا ہوا اس کی جانب بڑھا، اس سے تلی کہ وہ اسے گھیسے ہوئے جھٹکتے ہوئے وہ خود قدم بڑھاتا ہوا گھیسے کے تڑپ جا کر پڑ گیا، اس کی جہاز تیری نظریں چکا چور گئی اس کی آنکھوں سے خوف و دہشت کے بجائے خون جھک رہا تھا اس کی دہری دیکھ کر نوجوانوں کے گروہ کا رقص تیز ہو گیا۔ تینوں میری نگاہ سے زیادہ دوشیں تھا میں نے اس شخص کو کھنکھاتے دیکھا۔ اس کے شانے مضبوط تھے اور جسم کرتی تھا۔ اس کا سینہ اُتر ہوا تھا اور بازوؤں کی پھلیاں تڑپ رہی تھیں۔ وہ تمام بات اور رنگ کے اعتبار سے ایک دلکش اور قابلِ رشک محبت کا نوجوان تھا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے جو جارا کا لاک عبادت کی کر سیں ادا کی گئی تھیں وہ اپنی جگہ ثابت قدم کھڑا رہا میں نے سولہ کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ اندر دلی جذبات کی ترجیانی سے بیکر عاری تھا۔ سرنگاہوں پر رہا تھا اور اس آخری قیدی کو وہاں ان انداز سے دیکھ رہا تھا، میں نے اشارہ کیا، پلہ

اور اُدکے بڑھ کر نوجوان کی جانب بڑھے تاکہ اسے پھیل کر برتن میں لے جا کر سکیں لیکن اسی لمحے نوجوان چیخ پڑا، خون کی تانیت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی جانب بڑھتے ہوئے دوسروں کو حقائق سے بے نیاز کیا۔ اشارہ کیا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ قسمت نوجوان تھا کہ اپنے پر آدھ ہو گیا ہے۔ پھیل جارا کا لاک اندر سے روع کے لیے یقیناً کسی کا باعث ہوتا۔ قبیلے کے لوگ کچھ اور خون خوار ہو گئے، قریب تھا کہ ان تیرے نوجوان کے جسم کو شاد بانیہ سے مگر میں نے بلند آواز میں نہیں روکا اور اسے نشت کے طور پر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ نوجوان کی مضطرب آنکھیں میچے جیسے پڑی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے دم کی درخشاں کے بجائے نفرت کا اظہار نمایاں تھا۔ چہرہ ابورہ تھا اور اس کا جسم بھوکا رہا تھا، میں اس کے قریب جا کر قہم کیا۔ کیا چاہتے ہو؟ میں نے اسے سرد آواز میں مخاطب کیا۔

”میں تم سے دم کی درخشاں میں کروں گا کیونکہ تم ایک ایسے طائر ہو جسے اتفاق سے بولنا آتا ہے۔ اس نے ٹپٹے ہوئے اظہار میں زہر خند سے جواب دیا۔ دندوں سے زندگی کی جھیک نکلتی فصول ہے لاؤ مجھے اپنا خچر لے دو۔“

”خوب ہو گا تم مقابلہ پر آمادہ ہو؟ میں نے سرور میری سے کہا۔ میرے قبیلے کے افراد اس کھیل سے لطف اندوز ہوں گے؟“

”آہ! میں جانتا ہوں کہ اگر میں مقابلہ جیت بھی گیا تو تم میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرو گے۔ میں غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ اس نے غصے سے کہا۔

”تھوڑے لمحے سے تم گئی کی کوئی ہے۔“ میں نے گرج کر کہا۔

”جہنی نوجوان اہم خوش قسمت ہو گئیں ایک جھکرت موت نصیب ہو رہی ہے۔ تم اس سرزمین میں جاؤ گا کہ لاک کا لاک ظہر روح پر قربان ہو رہے جارا کا لاک روح تھا۔ اس نے رانی سے غصے ہو کر اور میں جلد ہی زندگی کا اذیتوں سے نہالت جلد گئے گا۔“

”میں اپنے آپ کو تسلیم کر رہا ہوں سنگ دلی سرد تھیں بے روت کے لیے میرا خون دھار رہا ہے! میں یہ خون اپنے آپ سے فخر کروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ مرتے وقت میرا ہوا دھندلا کے غلاماں میں سے جس سے تم لیں کیا کوئی شخص خود اپنے آپ کو تسلیم نہیں کر سکتا؟ اس نے حرارت سے کہا۔

”میں انھیں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فیصلہ کرتی، دیر تاوی و فصل آتا ہلا اور سردا کر کے جہنم میں ترس کر کھڑے

و تھا۔ زمین سے مختلف ہے۔ البتہ اگر تمھاری خواہش کو درست کار دیا جاتے تو اس پر غور کیا جاسکتا ہے۔ تم قربانی کے لیے قتل کر لینے جو یہ فلاں اور عافیت کا راستہ ہے۔ میں نے کہا۔

”میں فلاں اور عافیت کا راستہ ہے۔ نوجوان نے طنز کیا۔

”میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے وحشیوں کو اپنے زیر نڈے لاکھ دو میری زبان بند ہے گی۔“

”لاش اس نوجوان کو معلوم ہوا کہ اس کے حق میں زندگی کا شوق نہانے کے لیے قدر مضطرب ہوں اس کی دلیری نے مجھے تازہ کر دیا۔ میں نے اسے قہم کیا۔ یہ ایک بڑا مظلمے قانون کا احترام مجھ پر فرض تھا۔ میری زبان کی ایک معمولی جھلک میرے مقدس آواز کی گڑبڑ میں گئی تھی۔ میرے قریب کھڑے ہوئے ایک ٹھنڈی دھڑکی سے میرا اشارہ کے خطر تھے۔ قبیلے کے لوگوں کی آواز میں دم چمکی تھیں، انھیں سے جہنی سے سیکر فیصلہ کا انتظار تھا۔ میں مذہب دیکھ کر نوجوان کے سامنے ایک مندرے کی حیثیت کھڑا ہوا۔ لاک کے فیصلوں میں ایک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں چند زاہدوں تک سچا رہا۔ میں نے کہا۔ تمھاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔“

”میں نے اپنے قہم نکال کر اس کی جانب بھاگ دیا۔ شعلوں کو یہ آواز شدہ مار گھیسے گئے، انھیں میرے قبیلے سے لڑی ہوئی تھی لیکن میری میت اظہار خاکی اور اطاعت پر مجبور کر رہی تھی۔

”میری روح تھوڑا سا صاف ہوا۔ میرے گی۔ نوجوان نے مجھے قہم لکے۔ جواب دیا۔ پھر وہ اٹھ اٹھا۔ میں بلندر کے سامان کی سمت دیکھتے ہوئے اپنا قہم لے کر لڑا۔ اُسے مقدس جارا کا لاک کا عظیم روح! میں تجھ سے آشتی نہیں اور تو میرے قلب سے آشتی ہے۔ تیرے عبادت گاہ کو میرا طلب کہتے ہیں۔ میں انھیں اپنا خون پیش کرنا چاہوں، اگر مجھے زندگی دہی تو میری پہل کا سب سے بڑا عبادت گزار تھا لیکن میری خوش فہمی اگر میری توانائی میں پنہاں ہے تیری ہی میں، اپنی جانی تیری مقدس روح کا قدر کر رہا ہوں۔“ نوجوان کا بوجھ میرے لیے کی طرح فیصلہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ دعا کی زبان سے بہت معمولی دعا تھیں لکھا تھا لیکن اس کے جوابات اور میری سے گزرتے وقت یہ اعلان کیا، اس نے سب کو چونکا دیا۔ نوجوان کے دل میں آواز اور سکڑنے سے مجھے جیسے نے مجھے

”میں نے اس کی محبت کو دیکھا کہ کیا تھا۔ دوسرے جہنی نے اس نے اس کی موت لگائی۔ میں نے یہ بتا دیا۔ میری آنکھیں غمگین تھیں۔ لیکن یہ نوجوان فدا میں ایک شہید تھا۔ کابو، میں نے گھر کر کے انھیں مل دیا۔ نوجوان فدا تھا اس کے پوت پر کیا ہوا تھا اور وہ سیکنے کی حالت

دو پار تھا۔ میرے قبیلے کے افراد اس سے منہ زہن پر لپٹ گئے۔ میں نے اعلان میں نظر ڈالی۔ یہی حال سولہ اور سرنگاہ کا تھا۔ ایک میری نظر آسمان پر گئی اور میں تیزی سے پچھے پیٹ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

”کھلے آسمان سے سیاہ ذرات کا ہمنور تھی آواز تھا، یہ جارا کا لاک کا روح کا دم کے آواز تھے۔ نوجوان کی آنکھیں پھٹن ہوئی تھیں اور وہ پچھلے لڑنے کے بعد سگت و جامد کھڑا تھا۔ سیاہ ذرات کا ہمنور میرے اس کے قریب تر ہو رہا تھا، اس نے مجھ کے کوشش میں نہیں کی، اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اگلے جھجھکی گئی۔ میں سیاہ ذرات کی آواز کی کار کشش کی بارش دیکھ چکا تھا۔ نوجوان کا جسم اس کی دیر کے راہیں جاتا۔ میں نے سیاہ ذرات کا ہمنور نوجوان کے سینے پر رستے دیکھا تو رنگ میں زمین پر چھکا لیں۔ سیکر قبیلے کے تمام افراد زمین پر سوتے، ہر طرف ایک ہونک سکوت جاری تھا، میں جھک کر زمین کی چھاتی سے چڑھا۔ ہاتھوں میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ کسی کو خبر نہیں تھی۔ میں چند لوگ نظریں جھکاتے نامرشد طرار با پھر جب فنا سے زرد کی کھنکھاہٹ کی خصوص آواز دوسرے لگی اور میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میری آنکھوں پر دھند چھا گئی۔ اہل نوجوان رکھ کے ڈھیر کے بجائے اپنی جگہ صبح سلامت کھڑا تھا، انہیں کا خنجر دو پار تھا اور جس برتن میں مقدس کھڑی ہوئی تھی اس کے خاطر انسانی خون جمع کیا گیا تھا، اس میں سے سحواں اٹھ رہا تھا، ابھی میں ان اسرار پر ششدر ہی تھا کہ سولہ تیزی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس کے جیسے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی۔

”جزیرہ قوری کے مقدس کاہن! اسرار کا پڑھ چاک کہ میں نے اُسے مخاطب کیا کیا مجھے سے چھو کر لڑی میری سرزد ہو گئی؟“

”جا رہی ہو سمت! تمھارے اعتماد کو کیا سو گیا؟ سولہ نے سرور ناتواں ہوا۔ کھنکھائی سے نوجوان کی سمت دیکھ کر لڑا۔ مقدس جارا کا لاک کا عظیم روح نے قربانیاں قبول کر لی ہیں تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔“

”مجھے نوجوان قیدی؟ میں نے تشریف لے لیا۔“

”جسے زندگ بخش دی گئی ہے۔“ سولہ نے جواب دیا۔ لیکن جانتا ہے، کوجارا کا لاک کا روح کہ اس کو سر پر سہا رہا ہے۔ یقیناً اس نوجوان نے جرات کا ثبوت دیا تھا، جرات جارا کا کہ سب سے بہتر۔“

”یقیناً اس کا فیصلہ سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔“ میں نے ناز وندی سے کہا اور جیت سے نوجوان کی طرف دیکھا جو ابھی تک سرسبز کھڑا تھا۔ میری لڑائی کی طرف سولہ نے نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میدان میں جہنم جی ٹک دم بخود تھا۔ قربانی کی رسم ادا کرنے والا گروہ اپنے

نیز سے پہلے ہی چھٹک چکا تھا اسے خوش نصیب؟ میں نے ہنسنا دار
 میں کہا۔ خروہ ہو کر جارا کا کال مقدس میں نے تجھے زندگی کی نوید دی ہے
 اب تو جاسے تو گوں میں شامل جسا دوس زمین پر تیرا بھی انسا ہی حقد
 سے جتنا اہم جانت گزاروں گا۔ میں نے جرم کی طرف اشارہ کیا ہے جسے
 کہا۔ نہیں یاد رکھ جا را کا غلامی میں پاک سزا مقرر کیا ہے جو زندگی
 اتنا بلا کا غلام ہے۔ وہ سردار کو تاروں کے برگزیدہ لوگوں کے سوا سب پر
 وقتیت رکھتا ہے۔ تیسکے لیے لازم ہے کہ جو سردار کی اوستا تک برطانو
 کے مقدس رسم و رواج کی پابندی کرے تو ایک جانور ہے اگر تو نے
 اپنے رول سے کشتی کی توحید کے لیے رول سے علیحدہ ہو جائے گا اور
 تو نے سچا کر کیا دیکھا تو مجھے اندیشہ نہیں اور میری عزتیں تباہی میں ہیں گ
 قبیلے کے سردار کا حکم پر عمل میں نہ آئی ہو گا۔

نوجوان نے سخت ہنس کر جھکایا اور گپتی ہوئی۔ تم کو سب سے جواب دیا میں
 نے ہی زندگی پائی ہے۔ لہذا میں مقدس جارا کا کال کی اطاعت ادا کرنا
 کی روح کی خوشنودی کے لیے جیتنے ایک ناقار اطاعت شاعر شاعر
 ثبات ہوں گا۔

قصص کے بجائے کتاب میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر میں برتا
 تو ہی کتاب۔ یہ وحشیہ دہندہ سب سے عزیز ہیں۔ میں نے طنز کیا۔
 نوجوان نے کہا کہ جارا کا گھر کا خوش ہو گا۔ وہ ایک بچہ کی طرح
 شخص نظر آتا تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بالوں میں سرخی شامل تھی اس
 کے زندہ رہنے پر مجھے خوشی تھی میں نے اسے زار سے کے حوالے کیا اور
 تاکید کی کہ وہ لپٹا ہی رہا میں شاید شکر کے جتن ختم ہونے سے پہلے کہ ان
 انظم نے توری کے تمام افراد کو ایک جگہ گرا کر کے جارا کا کال سے ملت
 رفافت کی دعائیں مانگیں پھر میدان رفتہ رفتہ خالی ہونے لگا۔ سرنگا
 نے اپنے مالک کو حوالے کرنا اپنی امانت گاہ کی اور میں نے فرار کے ساتھ
 اپنے مکان کی راہ لی۔ جارا کا کال کی روح نے میں موقع پر نور ہو کر نوجوان
 کو زندگی کی نوید دی تھی وہ ایک غیر متوقع بات تھی۔ منہ بول دیا گیا
 تا کہ اپنے چادر دوس سے ہاتھ دوڑھا تھا۔ وہ انداز میں گھومنے لگے
 عورت میری تحری میں تھیں میں وہابی میں راستے میں نے متعلق سرچا
 کو زور دیا کی جان بخشی سے توانی لاکھ کسی سنگ کی گم گم تھا کی یکسا
 عجیب تھا وہ تھا۔ منہ بول کے دیسوں کا خون مجھے اپنے سینے پر جا
 ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے روشنی میں نہیں سمجھا تھا مجھے اسے معلوم کر لیا
 چاہیے تھا فرار دوسرے ہزار تھا اور مجھے ایک جرم تھا۔ میرا بستی
 تنہا رہ تھی۔ وہ مجھے بستی کے قریب ہی مل گئی۔ اس نے نہر کی سوا

سے مجھے دیکھا میرا جی باہر آکا لگا کھڑن ملن۔
 کیا وہ سب ختم ہو گئے سیدی؟ اس نے قریب آکر پوچھا۔
 نہیں۔ ایک بچہ بن گیا ہے وہ موجود ہیں عزیز سب کی
 سب زندہ ہیں۔ میں نے کہنے سے جواب دیا۔
 دیکھا ایک بار پھر پڑا آئی ہوگی؟
 وہاں۔ اور بار بار ہوگی۔ میں نے زنجیر کو کلا۔ انسانی فکر کا
 واقعہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ میرے منہ کو خون لگ گیا ہے؟
 اب تم کل طور پر میں کے ایک فرد معلوم ہوتے ہو؟
 اور تم اس وقت تک پریشان رہو گی، اپنے دل اپنی باتیں
 ملتے کرتی رہو گی

اور جیسا کہ تم نے اپنی دانت میں اور دھڑک رہا ہے کہ وہ منہ تھا
 اندرونی بصارت تک عدد وہ ہے جب تھکے دی گئی جانتی گئی
 وقت تھیں تھے کہ تم نے قریب خوردگی کی کسی حسین ساتھیوں
 دیں؟ اس جزیے سے آگے سمندر ہے راستہ کہ ہیں۔ میرا کیا
 یہ غیر تمھاری مخصوص ذہانت کا ہر ان منت ہے۔ اس غلب
 غلبے میں کی گراں کی پڑش رہی تو میں یہاں تو آتا۔ میں جو کہ دیکھا
 ہوں، وہ تھیں نظریں آسکتا۔ اب خون کی بیلی ہی ہی میں خیر ہے
 میرے دل کا زور اور ہوا ہے مگر میں نے اسے اپنے ملتی تو ان
 ہے۔ تم توری کی حسین لڑکیوں سے اپنے بدن پر پاش کرتی رہ
 شکار کے عود کو گشت کی لذتوں سے بہرہ ور ہوتی رہو توری کی
 بڑیاں تھا اردن ایک عرصے تک محفوظ رکھیں گی۔ یہاں شباب کا
 جوتی ہے پھر ایک دن تم ہی اسی نتیجے پر پہنچو گی جس پر میں تم
 پہلے پہنچ گیا ہوں۔ بھولی لڑکی یا تم ہواؤں میں آؤں گی جو؟
 قدروں کی طرف دیکھو کہ وہ زمین پر چلے جاتے ہیں؟

میرا تپنے میرا طول میں ان طرف سے سنا اور میرا ہاتھ
 سیدی؟ وہ سسکتے ہوئے بولی۔ شاید پھر میری زمین کا
 ہمارا ہے۔ میرا غیر جوتہ میرے ساتھ رہتا ہے اور تم بھی جوتہ
 غیر تو زمین سے وابستہ ہو رہے۔ زمین بدل گئی تو میری بھی
 آہ میں خود فریب میں مبتلا ہوں مگر میں تو سیکر جیتے گا
 "تم بعض اوقات کہتی ہو کہ میں آتی کرتی ہو میرا سنا ہے
 سرنگا کی لڑکی میرا ہے جب تم ناراض ہوتی ہو تو مجھے اپنے دل
 میں کہتی ہے تم میرے بیان پڑھیں کہ وہ میں بھی بول
 مثالی آدمی میں ہوں۔ ابھی مجھے بہت سے سحر سارا میں آتے

انے تھا ہے کبھی کبھی ایک غلشی کی ہوتی ہے کبھی کبھی ایک مرد سائے
 کے اندر اٹھتا ہے۔ مجھے ہر تون کو روکتے ہوئے ہے مجھ بھی جھک جوتی
 ہے میں بھی اتنا پسند فیصلے کرتے ہوئے گھبرا ہوا ہوں لیکن یہ
 سب کامیاب ہیں۔ دعا کرو کہ کوتاہیاں سرزد نہ ہو کر میں، یہ خامیاں
 بسے دور ہوجاتیں اور میں مقدس اتنا بلا کا ایک بہترین غلام بن جاؤں
 تپنے لاشوری طور پر میری خیر انداز میں میرا ہاتھ دیا باجم جلد ہی مکان
 پہنچ گئے۔ میں نے اس اصرار غرض کی گھر کی کچھ جس کا خون بھی لگی
 اتفاقاً پہرے کے تین بجے تھے۔ ان جینوں نے اپنی گھڑیوں کی سوئیاں
 دیں کہ دھت کے معلق لڑکی تھیں میں اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا اور
 ارمانی کو کھرا کر وہ کہے میں اطلاع کے بغیر نہ آئیں۔ بستر پر لیٹتے
 کی چوڑی کتابیں، پھر پر ہادی ہو گئیں جو شیں سے پہلے تھیں اور جو
 اس وقت سے تھیں جب اتنا بلا کا بگاڑ سے میں ناقابلِ جہم انداز میں
 باں چھٹک یا گیا تھا۔ جتن سے کچھ دیکھ کے لیے جن مصروف رکھا۔
 مذہب دین کے ناخن کا فیصلہ کر کے میں نے خود کو دیوتاؤں کی نظر
 سے محفوظ کر دیا تھا، یقیناً مذہب دین کی عزتوں نے مجھے اپنے ساتھیوں
 اختیار کیا ہو گا اور انھیں احساس ہو گا، انھوں نے اپنا کتنا وقت کرب
 میں گزار دیا انھیں اپنی مخالفت مجھ سے مختلف ہونے کی جو طبیعت ملی
 تھا انسانی زندگی وہ کچھ کہ نہیں تھی شاید زندگی سے بڑی کی چیز نہیں ہوتی۔
 ان کی ہر حال میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ موت کے جذبے ہوا کے
 جھرنکے کی طرح آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ ان عزتوں کو جارا کا کال
 بڑی جانت میں نے عیاں کیا ہو گا کہ جارا کا کال کی عبادت میں شرکت
 قبیلے کے افراد کے لیے لازمی تھی۔ عین سرتا یہاں اکیلے رہ گئی تھی۔ وہ
 مجھ میں نہ گرت کے لیے ضروری تھی مگر مجھ میں نے خون خوار چہ
 اور اس کا قصہ دیکھا ہو گا کہ وہاں سے ٹھکر چلی آئی ہوگی میں اپنے ساتھیوں
 کے ساتھ ساتھ ایک دست لوگوں کے چہ میری نظروں سے نہیں
 ہے۔ دور تو یہاں کی ساری آبادی وہاں موجود تھی جارا کا کال کی عبادت
 کی کامیابیوں کو کھلا آنا ایک ناروا بات تھی، سرتا یہاں جوتہ کر سکتی
 کی کہ وہ سرنگا کی عظیم کوری کی امان میں تھی اور سرنگا جیسے صاحبِ ہزار
 قصص کی بانی تھی۔

ننگے لاس ماحول کے حوالے سے اس کے تیکھے اور ظن پر ہے
 نے کو زینے تھے۔ میں نے نظروں کی شدہ گری دکھائی تھی لیکن خود
 میرا کال تھا۔ لفظ سے زمین میں بھی ابھرتے ہیں میری دہائی غیبتیں
 عقل کے قاب میں مہل کر ادا ہو رہی ہیں مگر وہاں کا مذہب کو فم

کر سکتا ہے یا بیان کر سکتا ہے۔ میرا حال کیا تھا؟ میں ایک ایسا سحر تھا جو
 کبھی سحر دہاتا ہے کبھی سحر ہوتا ہے۔ جن کی ہر وقت مجھ
 گزرتی یہ سب کچھ شباب کی عمر تھی اور میرا کی لیے توری کی دوستی اور
 کے چشمے تھے جیسے ہر طرف ہر اہل تھی، زندگی کے اتنے کچھ نہیں
 تھے جو مذہب میں نیاں ہوتے ہیں۔ مرنے تک کا سحر تھا۔ نہ نفساں اور کی
 پھر بھی یہ مکان غلب معلوم ہوتا تھا سرتا دوسرے کہہ میں ہوتے
 ہوتے ہی دور تھی۔ سرنگا غار میں سرتا کے منصوبے بنا رہا تھا۔ غلورا
 بیڑا کے مرکزوں کے قبضے میں تھی ہر طرف شک اور ہارام کی دیواریں
 تھیں۔ ایک تنہائی تھی اور ایک میں خیال تھا۔ باں اس کا خیال۔ اس زہر
 جال کا خیال جن کا نام اتنا بلا ہے۔ اور کیا تھا؟ وہی تھی جس نے میری
 میرے شب و روز کے لیے تعلق کوئی تھی مگر اس کا ذکر چھوڑے۔ یہ
 ذکر وحشت میں مبتلا کرتا ہے اور سکون غارت کرتا ہے وہ غارت گھر
 تھیں۔ مگر جس سے لگاں کا خیال تحریک کا سبب ہے وہ ایک ایسی چیز
 ملتی ہے جسے چھڑنے کے لیے جتنا دور چلے جتنا اچھلے وہ دور
 ہر حال میں ہے اور آدمی ٹھکر کر جوتہ کھڑکتا ہے تاکہ برہنہ نظر کے
 نہ جانے کتنے لوگوں نے حوصلہ کھو دیا تھا اور انھیں دور تک جھانکنے
 کا یہ مسلہ تھا کہ وہ جہاں تھے وہیں رگ گئے تھے۔ میں سرداری پر
 ٹھہر گیا، اس کا خیال آتا تو میں نے اپنے آپ کو چھوڑا کہ جارا
 یوسف ابھی تیرا شروع ہوا ہے تیری منزل ابھی دور ہے تو میں
 جھٹک کر جہاں تک جھانک سکتا ہے جھانک جھانک جھانک سے پہلے میں نے
 ایک عہد کیا تھا۔ توری کے ایک علیل لائق شخص کو سحر کرنے میں نے
 اس کے بس غار پر قبضہ کیا تھا۔ وہاں سے میں اپنی ہی منزل کا آغاز
 کر سکتا ہوں۔ اس غار میں شیں باں اور تھے جن میں سے شیر کے
 متعلق میرا علم ناچنے اور نام تھا اور مجھے اس میں سحر کی کی امانت کا
 تھی۔

انہی خیالوں میں رات ہو گئی اور بستی میں رات پانی پوری بنا گیا
 کے ساتھ آئی۔ آج بستی کے لوگ بہت خوش تھے۔ انھوں نے جارا کا کال
 کی مقدس روح کا دیدار کیا تھا اور اس نے خود اسے ہر کان کی سترانی
 کی قربت کی سند دی تھی۔ میں نے سوچا، مجھے مذہب نیکی اور تون
 کے پاس جانا چاہیے اور رات ان کے ہون کی خوشخبر سے ہر کان چاہیے
 لیکن میں سرنگا کے غار کی طرف چلا گیا اور میں نے چند ہی لمحوں
 کے بعد اسے غار سے باہر نکلنے پر آمادہ کر لیا۔ سرنگا اپنی دیوی کی موتی جیب
 میں رکھ کر اور اپنے غار پر انگیوں سے چند نشانات بنا کر میرے ساتھ چلے

”ہا آں چلیں چلیں“ سرنگانے چونک کر کہا۔
 کیا رائے ہے غرض سرنگا! میں نے غلک کے اطراف نظر نہ دیا ہے
 مجھے کہا تھا یہی غامضی گراں گزری ہے؟
 ”یہا تم سے کتنا فرق تم کو دے کے لیے یہ ناز سے حوالے کر دو
 سرنگانے خوابیہ ہے مجھے کیا؟ لیکن میں تم سے نہیں کوئی گناہ؟
 ”خوشی۔ تم جاہو تیریں قیام کر دو“
 ”میں۔ یہ ناز تم سے حاصل کیا ہے اور اصل میں تمہیں اپنی غلامی
 کے مالک جو رہتی یہ ناز تمہارا تھا نظر ہے۔ فقیر کے لایں آہیں کم کر
 چور کر دو وہ تھکے ساتھ مہال آتے؟“

”وہی۔ وہی۔ مہرنگا نے الجھے ہوئے مجھے کہا ”جس نے ان کی بات
 ”وہ۔ وہ۔“ میں نے فریخت سے کہا۔ وہ مذہب مذہب کی
 ”ہاں ہاں ہوس، وہ ایک مذہب، اللہ صحت مند شخص ہے۔“
 ”تم۔ تم۔ کیا چاہتے ہو؟ میں نے بے تکلف سے پوچھا۔

[illegible]

نہیں ہوئی تھیں۔ ان کا اعتقاد ہے سو دھنسا، شوال اور کالاری کے قیدیوں کی منتخب عمر میں کیا ان نظراتی تھیں، مجھے کتنا چاہیے کہ مذہب یا نیا اور طویل دینا میں صرف شائیکہ کی کثرت سدا کی لافز ہے، آشیانہ کا زیادہ سے زیادہ علم مذہب ہونے کی علامت ہے سدا و اشیا کا کم سے کم علم مذہب ہونے کی نشانی، زندگی و تھانی اور زندگی زیادہ آشیانہ کے هجوم سے کم ہو جاتی ہے۔ جیسے جیسے آشیانہ بڑھتی جاتی ہیں، فرد کا ذہن بھی اسی نسبت سے بڑھتا رہتا ہے۔ اگر یہ بات میں سے پہلے نہیں کہی ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ میرا شاہدہ نتیجہ اندک کے لیے صلاحیت محموم تھا، میں اس سدا و کمالات بحر طمس کے افکاروں میں یہ کیسا اندک کے مجاہدوں کے ہر خیال سے میں اپنے موجودہ علم اور ماحول کا جواز پیش کرنے کے لیے ملحق ہوا۔ اس سدا و کمالات کا سدا و کمالات رہا ہوں، شاید میں یہ کہتا چاہتا ہوں کہ فرد میں ذہنی طور پر کوئی اتفاق نہیں ہوا، جو ہر ماہدہ انسانی سدا و کمالات کی مخصوص ماحول کے سبب ہے جس میں انسان کے مختلف فرد وہ بھی کہتے اور سدا میں جیتے ہیں مگر نہیں یہ تو بالیدہ طبعی ماحول تھا۔ انسانوں کے رویے ہی تھے جو مذہب یا نیا میں نظر آتے ہیں لیکن یہ کیسا ہے تازہ فرد میں جو ہر ماہدہ سے تھے کہ کام میں نہیں ملتا تھا؟ آشیانہ یا نیا بھی موجود رہی ہوں۔ میری نظروں کے سامنے یہ لہجہ باندھنا سدا و کمالات تھا اور میں بھی اور چلتے پھرتے لوگ تھے مگر یہ ماحول اپنی بعض صفات کے اعتبار سے معلوم

ایک سے پہلے کسی وطن سے تعلق رکھتا تھا، میں پھر نیچے آتا ہوں اور نتیجہ اندک کرنے کا کام لوگوں پر چھوڑتا ہوں، میں اس ماحول کا اسیر تھا اور میری حیثیت ایک سیاح ایک مسافر بن گئی تھی، میں کسی سماجی ماحول سے یہ بھی میاں نہیں آیا تھا۔ سرنگا کا طینان کا ہر گناہ کا ان

یہ سدا و کمالات میں دیکھی گئی ہے۔

دوسرے دن صبح زانے نے مجھے اطلاع دی کہ حضرت زوری

کسی غلام جسے پروردگار مقرر فرما دیا کہ وہ میرا غلام ہے وہ کسی
 بزرگ و بزرگ شخص کے پاس نہ گیا کہ میں ہوں۔ اس صورت میں جس تک وہ
 خود اپنی بیٹی نہ جانتے، انہیں کائنات کا مشکل ہے وہ فرما رہا ہے کہ جسے
 مگر وہ کسی غلام میں کیسے پہلے گئے؟ وہ ایک خوشنماں ناک بختی میں بھی پناہ
 لینے کی عرض ہے کہ اس غلام کے غلام میں چلا گیا تھا۔ غلام کا نام آسمان نام
 میں تھا، اس خبر سے مراد تو انہیں کسی غلام شخص نے ان کی حالت پر تیزی
 لگا کر اپنے کسی مفاد کی خاطر انہیں بطور چارہ استعمال کرنے کے لیے
 ماہ میں لے گیا اور اصرار دونوں کی کم شدگی اور جذبہ نوجوان کے
 متعلق ہر گنا کا ناقابل وضاحت سویرہ میں دماغ پر بھی بلی ضرب لگا رہا
 تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ جوڑے عالم کے راجت شدہ غلام میں راجت
 کہ اور غلام سینکھنے سے پہلے مجھے بھی امر طے کر لینے چاہئیں اور ہر گنا
 کے ادائیگہ سے پہلے مجھ کو اس کی مراحت کرنی چاہیے چنانچہ میں سوچ کر اس
 جہنم کے کچھ پر بعد زار کے لیے فیصلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں جہاں جہاں
 سے گزرتا ہوں تو کسی کے بارشتہ میں سے آگے پیچھے رہتا ہوں اور کسی
 پتھر کے عجیب و غریب جاجوں کو دیکھ کر میری آمد کی اطلاع دور دور پہنچتی
 رہتی۔ ہر گنا کا نام ہے ہر گنا کے لیے مجھ کا جانچنے کا نام چھوڑ دو اور اس
 عقیدت کا اظہار کرو۔ یہ طریقہ انسانی سے حال ہی میں ایک تجربے سے
 دوسرے تجربے میں ہر گنا کی منتقلی کی اطلاع پہنچانے کے لیے ایجاد کیا تھا۔
 زائے کے گناہ پر ہر گنا میں نے غفلت کی خواہش کی زائے نے
 اپنی بیویاں میری خدمت اور خاطر داری کے لیے پیش کر دیں۔ میں نے ان
 سب کو رخصت کر دیا اور مذہب نوجوان کی طبی کا حکم دیا۔ زائے نے کچھ
 دیر بعد سے میرے سامنے حاضر کر دیا۔ نوجوان کے چہرے پر نیاز و منت ظاہر
 تھی وہ بہت خوش تو نہیں معلوم تھا تھا لیکن زندہ ہونے کی ایک غائبیت
 اس کی آنکھوں سے ترشح تھی میں نے سر سے ہر گنا اس کا جائزہ لیا اور
 زائے کو دیا۔ میں نے کچھ دیر بعد باجمہر دونوں ہمارے گئے تو میں نے
 اس سے بیچ جانے کو کہا، وہ کسی قدر جھجک کر ساتھ اس کے ناچنے پر بیٹھا گیا۔
 میں نے اس سے پھر دفعتی زبان میں گفتگو کی، ابتدائی گفتگو سے ان کا باطن ظہور
 ہے۔ کہہ کر وہ جاری رہا اور جاری رہا۔ ان کی طبیعت ہے۔

نوجوان نے کچھ سمجھنے کے انداز میں میری طرف دیکھا اور کہتے
 لیے میرا سراپا۔ وہ عظیم ہے بلاشبہ وہ جاری رہا اور جاری رہا۔ ان کی طبیعت
 کی طبیعت ہے۔

”اور یہ تو ایک بڑا عظمیٰ ہی کی سلطنت، اسی کی برتری ہے
 میں نے نہایت احترام سے کہا۔ ان کے چہرے سے یہ جھلک بھی دیکھ رہی تھی۔

نوجوان! میں نے اس خبر پر میرے رسم و رواج کے متعلق
 پہلے ہی تمہیں بتا دیا ہے۔ تم نے ان لیا ہو گا کہ ہاں کی آہ پر چلا تھا
 شہرہ و ان کی روئینوں سے غفلت ہے میں نے، آہنگی سے۔

نوجوان کے چہرے پر رحمت چھا گئی وہ انہیں بند کرنا اور
 کھڑا کرنا چاہتا تھا۔ ان کے احوال کا علم کرنے
 تھا اور بعد میں اپنے ہم ایک ذہین اور بار نوجوان کو ہم نے ہر گنا کی ایک
 خواب اس مرتبہ پر چلائے لیے انہیں بدوں تھا۔ اسے خیال میں ہم
 سیاہ نام، جس کے جسم کے لباس بدی رنگے ہوئے اور مکان کچے ہیں
 عقل و حکم کے اعتبار سے بھی اتنے ہی بہت ہیں کہ گناہ جہاں ایسے ماحول
 کی میں جو مانتے جو حرکت میں لائے ہیں اور ان کے دل کے ہیں اور ان کے
 اندر گناہ کے گناہ کے ہیں۔ ان کے ہر گناہ کا یہ حصہ دنیا کی نظروں سے
 اچھل رہے تو گویا ہے، کیا تم نے اس پر غور کیا؟ میں نے بار بار انداز
 میں کیا۔

”میری آنکھیں کھل رہی ہیں لیکن میں نے شاید بہت کم دیکھا
 اس لیے کہ مجھے کچھ سمجھنے کے لیے مہلت ضروری تھی۔“ نوجوان
 نے جواب دیا۔

”میں نے اپنا چرنا اور ہر گنا کے کہہ کر میں نے چھوڑ دیا۔ نوجوان
 کی آنکھوں میں اضطراب پیدا ہوا، وہ سنبھل کر بیٹھا گیا۔ یہ گناہ تو خوب
 ہے۔ اس نے اس کے اوپر مجھے دانت چھوئے۔

مجھے اس کے جہتہ جرات اور دور رس کے اس کی طبیعت کا
 اندازہ ہو گیا۔ وہ بلا کا تیز و حاضر جواب، مبالغہ، گناہ، سناس اور باعزم
 شخص تھا، اس کا مظاہرہ وہ پہلے ہی کر چکا تھا لیکن مجھے کسی ایسی بات
 نظر نہیں آئی تھی کہ اس کا اشارہ سرنگانے کیا تھا، میں نے سر جاملے سے سرنگا
 نے اندازہ لیا تو کسی غصے کا اظہار کیا۔ ہر گناہ میں نے بہت ہی ہمت کی
 تھی، میں نے گناہ میں سرگئی، میں نے نوجوان کو بھی تازہ وار ہے، اگر اس
 نے نہ انداز کی کی غلطی کی تو اسے بڑا رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔
 میں نے گناہ کی گناہ کے دوسرے نوجوانوں کی طرح کسی عہدے پر نیا نہ کرنا
 تھا اور آتشوں میں ڈال کر کھانا کھانے کی طرح کسی عہدے پر نیا نہ کرنا
 انداز پسند کرنا تھا۔ وہ میرا بہتر ہی قریب ثابت ہو سکتا تھا میں نے
 کچھ سوچ کر اپنے منہ سے ایک مخصوص قسم کی آواز نکالی۔ زائے نے اس سے
 سامنے توڑ کر کھڑا ہو گیا۔ زائے کے احترام میں نوجوان بھی اپنی نشست
 ساتھ لگا کر زائے سے میرا ساٹھ سے میرا ساٹھ چند لمحوں میں متحد ہو گیا
 ان کیوں کی خوشبو کر کے میں بیٹھ گیا۔ میں نے زائے سے کہا۔ ان کے
 ہاتھ خالی ہیں۔“

تو میری نفس تریں شہوات ہمارے سامنے پیش کر دیے گئے۔
 زائے میرے چہرے پر گناہ اور میں نے نوجوان سے کہا۔ تمہیں زندگی مل گئی۔ مگر
 تمہارا زندگی کی چوٹی ہے۔ بتاؤ تمہیں ان عورتوں میں کون کی پسند ہے؟
 نوجوان جھپٹنے لگا، وہ کہنے لگا کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا
 وہ جھک کر رہا۔ میں نے اسے انتخاب کو ترجیح دیں گے۔

”میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میں نے اپنا جھپٹنے سے کہا۔ فیصلہ کر دو۔“
 ”اچھا اچھا“ وہ گھر کر رہا۔ وہ۔

اس نے مزاح بن کر ایک عزیز لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا،
 لڑکی اس کے پہلو سے چپ کر بیٹھی تھی۔ اس نے اسے ایک عام پیش کیا۔
 نوجوان نے میری طرف دیکھ کر کہیں میں آؤں گی، اس کی آنکھوں میں ترقی
 تیری جہاں کاش تیرا تھا، اس نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔
 ”میں اس عنایت کر گیا ہوں؟ میں ایک قسم رسیدہ آدمی ہوں؟“
 میں نے اس کی بات نظر انداز کر کے پوچھا۔ ”تم میری جو؟“
 وہ اچھا لگا اور اس نے اپنے غماز لیے سر ہاتھ میں رہا۔ میری
 کیا تمہارے دل کے متعلق جانتے ہو؟ کیا کوئی امر کی پہلے ہی اوجھڑا ہے؟
 میں نے کہنے لگا، ایک تقدیر کو کوٹ، جو اچھا دہی سے ملنے ہو
 سکتی ہے وہ مجھ سے جڑ کے لیے ہمارے میں کرنا تھا، میری خاموشی
 سے اس کا چہرہ رنگ بدلتے گا۔ میں نے سمجھا ہوں، میں چند لمحوں میں
 حیران کن اور ناقابل یقین باتیں میں ملتا ہوں۔

”میں اب ہر قدم پر ایک پر ایک جہت میں ہے اور صرف یہ ہے کہ وہ
 آقا عظیم ہے۔ میں نے نہایت جانتے ہوئے کہا۔

”ہاں وہ عظیم ہے۔ کسی دانش کی طرح اس نے ہر گنا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے پوچھا۔

”شہزادہ“ اس نے تجسس سے میں نے جواب دیا۔

”شہزادہ؟ مگر یہ امر کی نام تو نہیں ہے۔“

اس کی آنکھیں لپٹا کر شہزادہ میں گہری اور پھر فراموش ہو گئی۔ یقیناً تم
 میں سے بہتر ہو۔ اس نے میری ہوتی آواز میں کہا۔ ”تم کیسے جانتے ہو میرا
 ضرور میری کہتے ہوں گے اور تم نے ان کے ساتھ کسی مثال کو دیکھے ہوں گے
 اور وہ جذباتی ہو کر بولا۔ اور وہ صبح جہاں کا لگا کہ مقدس روح پر نظر
 ہو گئے ہوں۔

”اگر ایسی ہی ہے تو ان صبح کی دھول نے نہایت کی جانب
 سکھنے سے پرانا کی جھلک؟ میں نے کہتے ہوئے میرے میں۔

نوجوان کا ہاتھ پہلوں میں چبھ رہی لڑکی کے بدن پر پھیلا ہوا تھا اس

نے اپنا ہاتھ میٹ لیا وہ مذہب میں تھا کہ مجھے سے کہاں سے لکھ کر
 میں نے مٹوا لیا تھا۔ اس کے لیے میں کرب سمٹ گیا اور وہ دھڑلے
 آواز میں بولا۔ ”کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے سید پر پڑے ہوئے
 پناہ کی تو عرصہ سے ہوا کہ لڑکی کو کوئی ہے۔ یہ لڑکی اور میری ہے۔“
 ”ہاں۔ میں اس کی باتوں سے متاثر ہو گیا۔ ہر حال میں اس بات میں
 کے ایک شخص جو ملو کہ تم نے اچھی احوال کا اظہار کیا اور صحت کی زندگی
 میں ایسی کوئی بے گنت شے نہیں ہے۔“

”تم مجھے اپنے ساتھ لے لو میں تمہاری خدمت میں چاہتا ہوں۔
 خدا گواہ ہے کہ تم سے مجھے کوئی احسبیت عرصہ میں نہیں ہوتی۔“
 ”تم نے رستای زبان کی طرح کہیں؟ میں نے پوچھا۔

”وہ مجھے کھانے کے انداز میں بولا۔ میں امر کی کاشی ہوں
 لیکن میرے بل پر میری وزارت خدا جسے متعلق ہوتی ہے وہ جسے نیکے
 مختلف ملک میں ہے، میں نے اس کے بعد میں تعلیم حاصل کرنا تھا۔ ماں اور
 کی مختلف زبانوں کے طالب علم موجود ہیں۔ ان میں ایک لڑکی تھی جس نے
 مجھے قرطی بہت زبان کھائی۔“

”تم اس کے بعد میں پڑھتے تھے؟“ اپنا کچھ سے منہ سے لگا گیا۔
 ”کیا؟“ تم اس کے بعد میں وقت ہو؟ وہ سے قریب آ گیا۔

”تمہاری شخصیت بڑی پراسرار ہے۔ اس کے بعد کے ذکر پر مجھ سے
 رہا گیا۔ میں نے پوچھا۔ پروفیسر پر جو دیکھے ہیں؟ وہ ہر کی گھڑ ڈاکٹر
 براؤن کیل ہے؟“

”مجھا اس پر مقرر کیا۔ کوئی راجا گفنگ ہو ہے؟ وہ آٹھ کو کھڑا
 ہو گیا۔ تم مذہب دینا کے آدمی جو ہر گناہ میں کہیں سے ہوتے ہیں۔ میں نے
 جارا کا لڑکی کوئی کے متعلق نہیں کھلتے۔ وہ کتا جانتا تھا کہ تمہاری
 زندگی کیجی ہے؟ وہ مضطرب ہو گیا اور اس نے بے اختیار میرے
 ہاتھ پڑے۔ ”بتاؤ تم کون ہو؟“ مجھے خطہ سال اس کے لیے قیصر نہیں ہیں۔

”تم مجھے اس گریزی میں بات کر دو۔“

”میں نے اس کے ہاتھ جھٹکے۔“ مقدس آقا عظیم ہے
 تم ایک ہر گناہ سے غائب ہو نوجوان شہزادہ۔“

شہزادے نے اپنی جگہ عرصہ کی اور مجھ سے کسی قدر صلے پر کھڑا
 ہو گیا اور گھڑی میں گئے گا۔ شاید میں جاگن ہو جاؤں گا۔

”میں نے پہلی بار میں نے گھڑی میں کہا۔ زبان قابو میں رکھو تھا
 کوئی بھی ادارہ جو تمہارے لیے تہا میں لکھتا ہے۔ اٹھانے سے
 بیٹھ جاز۔“

تھے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ہم نے کسی اکرام کے بغیر بیابان کی زندگی کی
 کی توں قبول کر لی تھی بیابان کے لئے سارے بہت ہیں، جانے کا کوئی راستہ
 میں سے کبھی نہ ان کے وشیرہ عالمی بیابان اس سے کتنا جانتا تھا ان کا
 مجھے اس کے لئے ضرورت میں تھی غالباً اس کی وجہ یہ کہ میں شراؤ
 کے مقابلے میں نے مجھے جیتنا چاہتا تھا میری ادا اس گشتگر نے اس
 پر گہرا اثر کیا۔ وہ مجھے طرح طرح کے سوالات کرتی رہی اور میں ایسے
 جوابات دیتا رہا جو جزو توری میں رو کر دینے جاسکتے تھے۔
 "تم غریب نہ ہو۔" وہ انگریز سے بولی۔
 "تم میری خدمت میں ہو۔" میں نے کہا۔ "شراؤ کو قبول جاؤ۔"
 "تمہاری روداد نے تمہارا کیا ہے؟" وہ غور سے بولی۔
 "شراؤ تو اب ایک خواب معلوم ہوتا ہے؟"
 "اس نے اپنے لیے توری کی ایک تصویر پسند کر لی ہے میں اس
 سے صبح لٹا تھا۔"
 "کیا یہ وہ؟"
 "وہ تم سے زیادہ ذہین ہے۔ اس نے بہت جلد احوال سے
 متنبہ کر لی۔"
 "کیا یہ میرا ذکر کر رہا تھا؟"
 "ہاں اس نے تمہیں مانگا تھا۔"
 "میرا چہرہ تم نے کیا جواب دیا؟"
 "میں نے اسے ڈانٹ دیا۔"
 "کیوں؟ تم مجھے اس کے لئے کر سکتے تھے۔ یہ کیوں غلط بات
 نہ ہوئی تھیں اس کا اختیار تھا۔ وہ میری آغوش سے لگتی تھی پھر اس
 نے اپنا چہرہ میرے سامنے کر لیا۔
 "تم نے تمہیں دیکھ لیا تھا مجھے معلوم تھا کہ کسی بیابانی ناز سے
 اور نہ ناز میں سے کوئی بھی تمہیں اس کے لئے دیکھ مانگ سکتا ہے۔
 اُسے ہر حال میں تمہیں مانگنا یا مستقل طور پر دینا پڑتا۔ میں نے سر جاکر
 میں غریب تھا جسے شہادت کا کوئی ٹھکانہ اور میرے ہر قسم کے تقسیم ہونے
 کے بجائے صرف ایک شخص کے تصرف میں رہو کہ وہ تمہیں حاصل کرنے کے
 لیے کسی کو مجھ سے مقابلہ میں نہیں کرے گا۔ دور دورہ دیکھ لیا کوئی فرد
 نہیں ہے جو جاہل پرست کا ہم سر ہو سکے۔ میں نے جواز تلاش کر لیا
 تھا جو بڑا کامزور بہت ہوا۔ وہ میری طرح نرم ہو گئی۔
 "کیا یہ حریف ہے کہ ہم آج کی ایک دوسرے سے پہنی و سبانی
 طور پر وابستہ ہو جائیں؟ اس نے غلات توغ سوال کیا۔
 "نہیں۔ تم اس کے بعد بھی اپنا ذہن آزاد رکھ سکتے ہو۔"

وہ جھجھکی کے زور پر تھی میرے اس کا یہ انداز اچھا لگا، اگر لڑنے؟
 میرے حکم پر فوراً مجھ میں جھلک برپا تھی مجھے اس سوچ کا شکوہ رہتا۔
 وہ جھلکی رہی تھی اور میں نے اپنے منہ میں جو کچھ رہا تھا۔ میں نے اس صورت
 پیدا کر دی تھی کہ وہ نفرت و اذیت سے چھین جائے رکھ کر درخواست
 کرے لیکن وہ نفرت و اذیت کو قبول گئی شاید اس سبب کہ اسے مبارک
 بن لیسٹ میں جسے شخص کا قرب نصیب ہوا تھا۔
 وہ ابھی سوئی ہوئی تھی کہ میں نے فرار لگے میں ڈبل کر چلا آیا۔
 وہ گہری نیند میں تھی اس لیے کہ خبر نہ ہو کہ میرا خیال ہے۔ بہت رات
 بعد اسے ایک ملحق نیند ملی۔ اُس مبارک وقت کی نیند میں مجھے جو باتیں اور
 ذہنی کشمکش نے بہت حاصل کرنے میں جزو توری میں غور میں کھل
 اور نشا و دل کوئی مسئلہ نہیں تھا تو اقبال کی منتخب باتوں، اشارات اور
 ناز میری خدمتوں کے سرکاری گئی تھیں اور ان کا سامنا میں کشا کرتا تھا
 رابطہ چکا تھا مگر میں اب اسے اور بھی مجھے فتح کا احساس ہوا، اب
 میں نے گہرا ریل میں نہ تھن دیکھ کر فرحت کے تمام سامان موجود تھے۔
 اسے آواز دیتے تھے مجھے ات پر غور لایا تو توری سے نہ ناپلا۔ علی العباد
 میں اپنے مکان میں پہنچ گیا اور اس کا سبب جو کہ غلط بھی تھا کہ ہوتی ہے؟
 کوئی چیز ابھی کچھ چھو رہی ہے میں نے دستار دھو کر کمرے کے کھارو
 شراؤ کو شکار کی لڑی کے ساتھ جھگڑنے سے ملایا کہ فرار نہ ہو چکا کہ جانے
 لگا مجھے ایک ایک خیال آیا میں نے اسے روکا اور اپنا ہلکا ہوش کر
 کے کمان میں، جگہ میں دھانے زینا زانے سے لگا جانے کہ وہ اسے توری
 کی حسین باتوں میں نہ لگے کہ میں نے اسے نہ لگا اور وقت اس
 کی خدمت میں شرب میں لگ گیا اسے اور توری کی انھیں غلامی سے نہ لگام
 کی باتیں خدمت گاہ کی جھجھکی پر تھیں کیے جاتیں اور اس سے کوئی
 کام نہ لیا جاتے۔ پھر مجھے ایک اور خیال آیا میں نے جھجھکے دستار
 سے لگا لکھ میں شراؤ کی نقل و حرکت پر چڑھ کر دیکھتا ہوں کہ اسے شرب
 کشید کرنے کے کام پر لگا دیا جاتے۔
 کئی دن یوں ہی گزر گئے۔ میں کھانا کے پاس ملنا جانتا تھا کہ
 تین روزہ اس کے قبیلے میں ملنا بار اند شراؤ کو غلیظ ترین صلاب پر کام
 کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ سخت جان اس کام سے بہت خوش تھا اس نے
 کتنا بار مجھ سے بات کرتی تھی۔ میں نے اسے رکھی طور پر اس سے کام لیا اور اسے
 ساحل سمندر پر چھپایاں کھینچنے کے لئے گروہ میں شامل کر دیا۔ میرے سامنے نہ
 کی طرف ہو گیا اور میں نے دیکھا اس نے ملوہ میں چھوڑ دیں میں متحیرت حال
 کہ یہ اس کا ایک طرح سے ان کا سر لہان کیا گیا ہے۔ میں نے توری میں بننے

والی چیز دیکھ لی اور مجھ پر لڑی کی تعمیر کے کام پر اسے لگا دیا، وہ خندہ پیشانی
 سے تیرا ڈھرتا اور تیر کر رہا۔ اس نے تیرا سامان کوڑی اور مختلف قسم
 کی گھڑیاں بنا کر توری کے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ اور آخر میں مجھے اپنے
 فیصلے پر نظر پڑی تھی۔ میں نے زانے کو حکم دیا کہ اس سے کوئی کام
 نہ لیا جائے۔ عورتیں اور شرفبات اس کی خدمت میں پیش کیے جاتیں۔ وہ
 دن بھر مرتبہ لگے اور اسے توری کی تھکان کے بعد اس نے غصہ پی۔
 اسے توری کی اصلاح میں کیڑیاں پیش کی جاتیں لیکن اس کی جھجھکی پر
 کاہم رہنے لگا۔ اس نے باہر نکلا مگر دیا اور اپنی جھجھکی پر ہی میں بیٹھی و
 نشا و دل میں رہنے لگیں اس کی طرف سے کسی قدر نفرت ہو گئی۔
 ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ اور زیادہ محنت نہ کر رہا ہے اور اس
 کے گاون پر کھڑی دوڑنے لگی ہے کچھ بھی میرا اور اس کا سامنا ہو جاتا تو
 میں اسے اپنے پیچھے اور میری نافرمانی کے سلسلے میں غصہ نہ لگتا
 کرتا، وہ بار بار کی خدمت لفظ میں کہنے کے لیے امر کرتا اور میں کہتا "ابھی
 تمہاری غرضت جیتی کہ ہے، مجھ جانے کہ ہے تمہارے کہ ہے سرشار
 ہونے کے لیے۔ کام کا وقت اسے گئے تو میں اسے کام میں لے رہا جانتا تھا؟
 شراؤ کی نقل و حرکت کی کمزری کو ان کی باہمی شہی مگر کوئی ایسی بات
 دیکھنے میں نہیں آتی جو مجھے شوش میں مبتلا کر سکتی۔ میں اب مکان سے نکل
 کے پاس جاسکتا تھا، اس طرح میں اقبال کی طرف سے کوئی مسئلہ نہ پائی
 دھمکی نہ ناز بھی داپس نہیں آتی میں منتہی نیا کیڑیاں کے پاس نہ مارو
 میں لگا میں روز روز گھومتے تھے۔ اور ایک ایک ہمدی معلوم ہوتا تھا۔
 رفتہ رفتہ مجھے بے دستار و ہنر کو سراہنے لگا اور میں نے اپنے جہول
 اور دوسری سے بڑی تنگ ہو چکا اور حاصل کر لیا۔ میں نے خود کو بار بار دیکھا،
 یہ تو بہ صادق کی بات ہے۔ وہ اگر کسی اور حالت میں ہے تو یہ محض عجم
 ہے۔ ان کے گھر کے داخلے سے حاصل نہیں کر سکتے۔ نیا کچھ بڑی غلط میں ہو کر
 کے تھوڑی کوئی کمان کمان اس کی قوت کا دھرم ہے اس کا حصول
 سے ممکن ہے اسے مجھ سے رابطہ خاص ہے اور گہرا یہ نہ ہوتا تو میرے
 ساتھ خصوصی کوڑی میں کیوں جاری رہتیں میرے عزم کمان گئے، یہی
 تو میں ایک بہت کوتاہ شخص ہوں میں نے توبہ کی تمام ہر طرف سے کھینچ
 کر کھول کی تمام کا کی طرف مڑ دی۔
 اور یہی میں تیرا دھرم تھا جو نہات کے لیے عجب بے حد مجھ لگا
 اعمال میں مصروف ہے منہ نہ کوئی ہنگام پر پار ہے گا۔ میں بھی ساحر
 معلوم دیکھ کر اپنے منہ میں گھبراہٹ کی امانت کروں گا۔ شراؤ کی قبیلے میں عزت ہے
 کیڑیاں اسے بار بار کیڑی کے لئے لانا دی ہے۔ زانے کو کتنا کھرا شراؤ



حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے بہت جلد مقامی زبان میں
 مہلت پیدا کر لی تھی اور قبیلے کے رسم و رواج اپانے میں وہ اس سے
 متاثر تھے اس لیے کہ وہ بار بار کال کیڑی اس کی حفاظت کے لیے آتی تھی کہ
 شراؤ پر دیکھا کہ وہاں تھے تھے تھے اپنے باپ سے کیوں لکھ کر تھی؟ میں نے
 شکوہ کرنے لگا۔ کیا مجھے جزو توری کے اقتدار سے دل چاہی تھی؟ نہیں
 میں بلکہ اس کی نفی کر چکا ہوں میں تو صرف اس کا مالک تھا جس کا کتنا
 دنیا بھر کے اقتدار سے زیادہ شش انگیز ہے مجھے ہر سنگ کے کنار
 کے منصوبے پر تھیں میں تھا لیکن اقبال کے عزم اتفاقات کے بعد فرار
 کا غلبہ ہی اس وقت شرمندہ تعبیر ہو سکتا تھا جب میں ایک توانا
 اور قاضی شخص بن کر تیار کیڑی پر غلبہ میں آجوں۔
 سمورال نے مجھے دل سپرد کی تھی کہ اسے دیکھا میں نے اپنی غلطی
 کی معذرت مانگتے ہوئے کہتا تھا مقدس کاہن اپن ایم جی کھواؤ میں میری
 معذرت دیکھ لینے مجھے کے ہر گزشتہ دنوں اپنی ذہنی انھن میں
 گرفتار رہا، اب میں تمہارے پاس تربیت کی تجدید کے لیے آ جاؤں۔
 اس نے اپنے حواس سے لڑا یہ تمہیں پھر میری صفت ہوں میں
 ڈال کر فضا کو اورد کرتے ہوئے لایا کیا تم اپنے جہلے کچھ عرصے کے لیے
 خانے باہر بھڑک کر رہو؟
 "ہاں تعلیم عیالے خود ایک غلط ہے تربیت کا نازہ اطلاع کے
 جذبات کی تسکین کا راستہ ہے۔ راستے میں تشکیک میں ہوتی وہ تو منزل
 پر پہنچنے کے بعد ہی ممکن ہوتی ہے۔ تم نے گزشتہ ملاقات میں کہا تھا کہ
 تم مجھ سے ایک دیکھ رہے ہو لہذا چاہتے ہو۔ میں جارا کا کال کیڑی کو ہر میان
 میں لانا ہوں؟
 "مگر تم کیوں چاہتے ہو؟ تم اب بھی ایک فضا شخص ہو؟"
 "میرا بہت عجیب ہے مقدس کاہن! کیا مجھے میرے دل سے
 دُہرائی پڑے گی؟ کیا تم نے ایک بار میں کہا تھا کہ تم میرے ہاتھ سے رواد
 با تھوں میں حیرت انگیز لکھ رہے ہو؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا
 تھا کہ میں اس کی رفاقت کے لیے نکل نہیں سکتا مگر نہ کرنا چاہتا ہوں اور کیا تم
 نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے تربیت دوجے تاکہ میں تمہارا ایک لائق بن جاؤں
 بن کر سامنے آؤں اور میں نے تم سے امانت کا وعدہ کیا تھا کیا مجھے
 ہر بات دُہرائی پڑے گی؟ وہ خاموش رہا میں نے جارا کا کال کھوڑی
 میرے اور اپنے درمیان میں رکھ لی پھر کوئی علمی عمل چھٹنے لگا۔ ایک
 کہنے میں لگے ہوئے تمام زور و اثر کھینچتے اور سمورال نے علمی کھواؤ
 کے لیے ملتی ہوئی آگ ایک برتن میں ڈال دی۔ آگ کے شعلے تری سے

[illegible]

"ماہرینِ برصغیر! ہمیں کون سے سچے انہماک سہارا دے سکتے ہیں؟
 غمزدگی سی مہلت ملو اور! کہیں اعلیٰ تر پہنچ کر لیا۔
 تم اپنے لیے ہماری رکھو۔ میں تمہارے پاس کھڑا ہوں۔ میں نے
 کدواڑا لیا ہے کہ تم سے ٹھکانے لگا دو۔ رشتوں کی چال سے جو بنی ہوئی
 میں پٹائی نکلی ہے جس کی تم کو چاہیے بات کہ ہاتھ کے روبرو ہے۔ ٹھیکہ دین
 لکھ کر اسے ٹھکانے سے ملو ہاتھ کا دائرہ بن جانا تھا۔ ہم اس ہاتھ کے
 دائرے میں محفوظ ہو گئے۔ یہ دوسرے جسم سے جو اس کے جسم کی ترقی حاصل
 کرتی ہے چمڑہ توں نہیں کہ ہاتھ کے دائرہ میں جو اپنے جسم اور اس صنعت
 میں اس کے لیے ہر گھڑا رکھتا تھا۔ سوال ہے جسے میں نے جو عمل شروع کیا ہے۔

یہی ہے جس صفت شہید کو غائب کیا۔ جہاں سے لڑنے کے
اور سائنوں میں آوازیں کرو، ورنہ تمہاری پیش قدمی کی جانتے گی اور اسے
کسی جہاز کے قلاب میں داخل کر لیا جائے گا۔
قاریں تھکے کر رہیں تھیں جسے وہاں ایک نوجوان بکے شہزادہ
مہل میں انگوٹھا ملا کر گئے کے ساتھ روحوں کے قاریں جا بجا تھا
اسی لیے مجھ پر راجہ دہشت لاری میں ہوتی پر سمرال دستہ است
اور راجہ است کہ آوازی تھا۔ تمہیں کے ساتھ میر پر جاس طرف سے قوت

”برطیسے زائد سے موافقے تاریخی ماننے کی تبادی کر لی تھی مگر
تھامسے پاس شمالی کیکھ کر اس کی نیت بدل گئی اور اس نے بریتنی کا پھیل
پایا اور نہ کچھ بھی اس خاکسے اپر نہیں آسکتے تھے سرکار نے فارمیں عدال
جوتے ہوئے کہا۔ بیان یہ شمار زائد میں جو اس نے ایک فریل مدت میں
جمع کیے تھے لیکن اب وہ تھامسے ملکیت تھوڑی۔“

میری نہیں کی رفتار تیز ہو گئی۔ پہلے میرا گمان تھا کہ وہ سرنگا کی لڑی ہو سکتی ہے۔ اسی کے بدن سے ایسی خوشبو پھوٹی ہے جیسا کہ جرجب اس کا بولا واضح ہوا اور مجھے اس تہ کی میں روشنی کا ایک ڈال نظر آیا تو میری آنکھوں کو یقین نہ آیا۔ وہ سرنگا کی دیوی ہی تھی۔ دیوی دیوی جس نے مجھے انگوڑیاں طویل تینہ سے بجات دلائی تھی اور مختلف مشکلات میں میری رہبری کی تھی۔ اقدار کے زینے پر پہلا قدم اسی کی وجہ سے اوپر کی جانب اٹھا تھا میری بحیثیت ٹوٹ گئی۔ میں نے محرک کاری بند کر دی اور اس کے گھر پر گیا۔ دیوی کے جسے پر ہلائی مصورت تھی۔ مگر اس کی آنکھوں میں ایک پڑھائی چمک اور مجھ میں گہرائی موجود تھی۔ میں حیرت زدہ ہو کر رہا تھا۔ دیوی کی آمد بے سبب نہیں ہو سکتی تھی۔ یقیناً وہ کسی خاص مقصد سے میرے پاس آئی ہوگی۔ ساتھ ہی میرے ذہن میں تصویریں سر بھارنے لگیں۔ کئی محسن کے ان سانچوں کا طعنے میں نے ہی توڑا میں نے دھڑکتے دل سے اسے غائب کیا۔ کتنے غمزدگت! تیرا فہرہ گیشہ میرے لیے وہ تصویریں ثابت ہوا ہے، کیا مجھے اس لمحے زہن کی منزل تھی؟

حاجہ بی نے ایک خاص انداز سے اپنے سر کو جنبش دی اُدھے اشد دل اشادوں میں غم و اکس اس کے پیچھے بولیں۔ میں مجھ گیا کہ وہ مجھے غائب سے باہر نکال لے جانے کے لیے آئی ہے۔ میں بیان سے ابھی بانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کے اشارے پر میں اس کی صحت دیکھتا رہا لگا اور اندازہ لگوں میں کئی دوسرے ذہن میں آکر گزر گئے میں نے نہایت عاجزی سے کہا۔ اے مقدس دیوی! تیری خواہش کا امتثال مجھ پر فرض ہے لیکن میری روح ابھی ناآسودہ ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ میں اس دیرلنے میں کیوں دل لگاتے ہوئے ہوں اور کس منزل کی تلاش میں سر کھپا رہا ہوں۔ ابھی کچھ اسرار میری نظر سے پوشیدہ ہیں میں اپنی تشنگیاں بچانے کا خواہش مند ہوں چند منے بانی ہو گئے ہیں۔ یقین کر کہ میں ان کے اندر میری زندگی کے لیے رشکیوں کی ڈھ میں۔ میں بیان سے ملے ہو کر باکس چاہتا ہوں!

دیسوی نے میرا جواب سنا تو اس کے خوش گوار چہرے پر کتنی پیدا ہو گئی اور اس نے ایسی نظر سے مجھے دیکھا جو میرے جسم کے پار ہو گئی۔ میں اس نظر کی تاب نہ لاسکا۔

دیسوی: مجھے ہم کی کامی کار شرف پہنچا کر غار چھوڑنے کے باسے میں تیری منشا کی وضاحت ہو سکے۔ میں اس لیے پوچھتا چاہتا ہوں کہ ہر کے جمیلوں میں پھر دوبارہ مجھے شاید اس غلطی کی طرف واپس کا وقت دل کے۔ میں بیان بہت سکون سے ہوں پھر دیوی کی

ایکے خلاف میرا یہ انداز تھا طلب گشتی پر ہستی تھا۔ وہ بہت لمبی تھی۔ قریب تھا کہ وہ پہلی جاتی۔ میں نے اس کے چہرے پر بہت سے جواہرات پڑھ لیے تھے۔ دیوی کے تازہ لب و داہنے جیسے وہ مجھ سے کچھ کم ہی ہو اس کی آواز میرے کانوں میں نہیں آئی لیکن میں نے قیاس کیا جیسے اس کے منہ سے یہ الفاظ داہوئے ہوں۔ بہت مت کا اور وقت ضائع نہ کر میرے ساتھ چلی۔ میں انگوڑیاں چھپے پر اسراٹھے سے بھی دیوی کے حکم پر آ گیا تھا۔ لکھن میں وہاں کچھ وقت اور قیام کرتا تو میری فیصلہوں میں بے پناہ احتیاط تھا۔ گورے مجھ پر مہربان تھیں۔ وہ بارہ مال کیا اور دیوی قدر کی ایک نگاہ میرے سینے پر چھوئی ہوئی فزائیر سے میں تبدیل ہوئی اور ایک لمبی میری نظروں کے سامنے سے غائب ہو گئی میں نے ارد گرد آواز دی۔ اس کے جانے کے بعد مجھ پر پشیمانی کا دورہ پڑا اور میں نے غار کے ارد و دیوار کے فوار پر ایک حسرت جھری نظر ڈالی۔ اب میرا بیان رکنا دشمنی کی خلاف تھا۔ دیوی ناظرین ہو کر واپس چلی گئی تھی۔

باہر آکر میں نے غار کا دروازہ کھولا۔ میرے نیکر دانا کا اس کی نظر پڑنے سے پھر منظر احساسات کے ساتھ چلنے ہو کر رہا ہوا آبادی میں داخل ہو گیا۔ میرے قدم تیز تر چلے گئے تھے۔ آسمان کے چنگل کی ٹوٹ سے میں کہیں نظر آتا تھا۔ آسمان ہوا کے جھونکوں نے مجھے کی قدر سکون پہنچایا میرا ذہن بڑا پراگندہ تھا۔ دیوی نے غلامیں اپنا کچھ میرے استغراق میں غل ہو کر مجھے نعمان میں جلا کر دیا تھا اب میرا سر سرنگا کے غار کی طرف ہونا چاہیے تھا تا کہ میں پیش آنے والے واقعات کے باسے میں کچھ بیان سکوں لیکن میرے رشتے ہوئے قدم رک گئے تھے اور میں بس کی جانب مڑ گیا تھا۔ دیوی جس بات کہنے آئی تھی وہ یقیناً سچی تھی جو کہ میرے پیچھے بہت سے واقعات رونما ہو سکتے تھے۔ مجھے وہ واقعات جاننے کی آہنی شدت سے خواہش تھی کہ میں آبادی کی طرف چل گیا۔

مندی کوئی بچہ اور حافظان تھا جو بس کی جانب بڑھ رہا تھا کوئی بچہ یا سات ماہ کی دوڑ کے بعد قیلے کے کوکوں نے مجھے دیکھا تو احتراز میں سے چپکے گئے۔ میری آمد کے سلسلے میں اس جانب سے اس جانب تک چوٹی باجے بگنے لگے۔ اگر کوئی اہم واقعہ رونما ہوا تھا تو گزشتہ عشرے کے درمیان ہوا تھا کیونکہ سردار ایک کھڑے سے بڑھے زاہد کے غلامیں میرے پاس نہیں آتا تھا میری گردن تھی ہوئی تھی اور میں دائیں بائیں دیکھتا تھا کہ اس کے ساتھ آئے اور مدلل کے ساتھ اپنے قیلے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ فزاد مجھے دیکھ کر بیٹھ کے بل زین

پر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنا سر زمین پر دو کر میری برتری کا اعتراف کیا لیکن اس وقت میں اس کی باتوں کے لیے تیار نہیں تھا میں اسے ساتھ لے کر اپنے مکان کی طرف آیا جہاں سرتپا پتنگ نظروں سے میرے غیوم کے لیے تیار کھڑی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی خادماں بھی تھیں میرے ہم پر بال ہی بال تھے۔

مجھے ساتھ ہی مکان میں سب لوگ داخل ہو گئے اور سرتپا نے میری دشت محسوس کر کے مجھے ایک مشروب پیش کیا۔ میں نے اس کے سامنے فزاد سے پوچھا: کیوں نے جزیرہ قوری کے قیل القدر سردار جابرین وصف کے نائب: کیا کسی جزیرے سے کوئی بد بخت جابرین پوٹا کو سنسے آندے کے لیے اور آ رہا ہے؟

میں سر سر دار! فزاد نے جواب دیا۔ تمہیک پر غم میں اب کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ قوری کے اس بندہ قیامت سردار کی طرف انکار دیکھے۔

ہیر کی عدم موجودگی میں کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے؟

میں۔ فزاد نے حیرت میں مجھے میں جواب دیا۔ پھیلے لنگی پڑھو کہ وہاں وہ دیکھاں سردار کے وصال کی منظر میں جو اسن سے میں بڑا کی لنگی پر پہنچ گئی ہیں۔

میرا سرتپا مجھ پر گیا۔ بظاہر قیلے میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی تھی۔ پھر دیوی نے اس نائب غلامی آئے کی خدمت کیوں کی تھی؟ اس وقت میں نے زارے کو طلب کیا۔ زارے کے قیلے تک سردار کی آمد کا کون کچھ تھا تو قیامت تھی کہ وہ کسی لمحے میں پانچ بجے گئے۔ اور فزاد کا اور سردار نے انداز کیا سرتپا شگفتگی نظروں سے میری دشت دیکھ رہی تھی۔ میں نے دشت مجھے میں زارے کو طلب کیا۔ مٹا صحت بناؤ گی میری نیا ت میں تم سے کوئی تہا ہی سرزد ہوئی ہے؟

زارے نے فزاد سے نہاد ہو کر کہا کہ تھا۔ وہ میرا مزاج بچان چکا تھا۔ اس نے قری سے جواب دیا۔ سر سر دار کی کو نیا ت کی فزاد کی سوچ کہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا جزیرہ قوری کی نیا ت ہدیہ کی فزاد پر نہیں اس نے منتخب کیا تھا۔ پھر یہ لوگ اپنے سردار کی عدم موجودگی میں اس کے اعتماد کو کھینچ کر نکلتے ہیں؟

زارے کے جواب نے میری اہم میں اسناد کو لایا میرے دونوں آنکھوں نے جزیرے کی زندگی کو مل رہی تھی۔ میں نے خود کو غیب کی بجھے بیان آنے سے پہلے معاملات خود محسوس کرنے کے شوق کے بھانسنے اپنے سوئی کے کھنکھائی تک فزاد تیز ہو کر عدم ہو گئی۔ میں اسے صخرے کی صلاست چھو کر اند کی جانب پڑا لیکن وہ

پہنچا۔ جزیرے کے وہ جزائی حصے میں نے مختلف فرائض قبول کیے تھے کیا میں اس سے کسی نے تمہاری حکم دلی کی جرات کی ہے؟

فزاد، تمام جزو ان اپنے کاموں پر دستور امور مجھے سر شاہی میں قریب میں کی اہستہ آہوئی رہی میں کی بنا ہو سرتپا نے قیامت قیلے کے سامنے لگ جارا کا کی خدمت میں اپنے دھمکی میں انداز میں سردار کی واپس کی، دھمکی مانگتے تھے جس کے بدلے میں انھیں کوئی نہیں تھا اور نہ ہی باہرین اعظم نے اس کی عدم موجودگی میں کسی دوسرے سردار کی جگہ کی تھی۔ میں ہی بہت باہت الیمان تھی کہ جہاں سر دار کی خاص عرصے کے لیے ہم سے جدا ہوا ہے حد نہ کہ اس اعظم قوری کے لیے کسی نے سردار کی تقریر کے حق میں نرم آواز کا اعلان کر دیا۔ زارے نے متانت سے جواب دیا۔

اپنا کچھ میرا دماغ سمجھتا تھا۔ اہدہ وہ اجنبی۔ وہ اجنبی جزو ان شرارہ میں نے تمام تر محنت سے پوچھا۔ اس نے کوئی بد بخت لڑی کی تھی؟

زارے کے سپاہی میرے سے سفیدی بھانکنے لگی۔ وہ کانپتا ہوا بولا۔ وہ۔ وہ جس تک ٹھیک تھا کہ وہ آج صبح سے فانی ہے۔

مناظر ہے؟ میں نے گویا کر کہا۔ اُسے یہ یاد کرو زارے میں نے اسے تمہاری عورت کی میں دیا تھا۔ میں شرار کی گشت کی اطلاع پار پہنچنے لگا۔

مقدس سردار! اپنا لہو اس قدر شدت کہ زارے نے نہایت عاجزی سے کہ زارے نے اپنے فرائض میں کوئی نہیں کی سکتی وہ.....

زارے؟ میں نے غضب ناک ہو کر کہا۔ تم اس وقت جزیرہ قوری کے سردار سے مخاطب ہو۔ میرا ایک اشارہ تمہارا شدت زمین کی تہ سے جوڑ سکتا ہے۔ مجھے بتو شرارہ کیا وہ غائب ہو گیا؟

کہ لہو کیے غائب ہوا؟

مجھے مجھے کتنی محسوس کہ زارے نے زارے لگے میں نے ہشت کی طرف مجھ پر تیار میرے کان سے ہوا کہ کوئی آج نہیں ہے

متمل کی درخواست کر رہی تھی۔ زارے کے لیے میں گنت آگئی تھی۔

میں سر سر دار میں جا لگا لگا مقدس روح کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں نے اس کی نقل حرکت کچھ اپنی عبارت کے دائرے سے باہر نہیں مانے ہی اسی لیے میں نے اس کے قریب کی بھڑ پڑی کہ اپنا استغراق بیا تیا۔ وہ اپنی بھڑ پڑی کے اندر مجھ کے تازہ مشروبات سے لطف اندوز ہوا تھا۔

دھندلے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سوئی کے کھنکھائی تک فزاد تیز ہو کر عدم ہو گئی۔ میں اسے صخرے کی صلاست چھو کر اند کی جانب پڑا لیکن وہ

پھر دوں یہ جان دینے پر مجبور ہوں اسے تلاش کرو“

نمل (مے) دنگا تھا مجھ سے سانسے سے چلا گیا۔ پھر میں نے باہر جا کر فرار دے کر دیے اعلان کر دیا کہ جو شخص شراد کی خبر لائے گا، اسے جزیہ کے سب سے خوب سموت لڑکی پیش کر دی جائے گی میں نے فرار اور دوسرے افراد کو بھی شراد کی تلاش پر مامور کیا باب روفہ روفہ سرنگا کی دیوی کی آمد کا مقصد میرے سامنے واضح ہو چکا تھا۔ کوئی شب نہیں کہ وہ یہی اطلاع دینے اور بچے جو نکلتے آتی ہو — شراد کہاں چلا گیا؟ کیا وہ زارے کی حصولِ نفلت سے فائدہ اٹھا کر تدری کے کسی غلام میں چھپ کر بیٹھ گیا؟ ایسا ہی ایک اور اجنبی ایک ہی ممکنہ لاپستہ تھا — یا — یا — میں یہ تصور کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھا کہ اسے قبرِ فالامیں طلب کیا گیا ہے۔ وہ آتا نہیں تب میں تھا کہ اسے فالام کی بلاگ میں سرخرازی ہوئی۔ مگر میں خود کہاں آتا سرخرازی تھا، جب میری طبیعت میں بھی — نہیں میں تو ایک جزیہ کے کاسرو ہو گیا تھا۔ شراد کے مسئلے میں یہ نیا بھی کیا معنی رکھتی تھی؟ وہ دونوں صورتوں میں میرے لیے قتل و سرکشی تھی۔ یہ جوان نے جبار کا لاکا کی طرح نے ان دونوں ہی جبار بن یوسف کے دل میں سسل کی جڑ کو کاڑھا تھا۔ اگا میری طبیعت میں اس کی خاطر تو مگر کاسرو اور کہنے کی زندگی جہنم بنائی تھی شراد کے تعلق سے یہ خاص تر کہ مرثا کا دنیا میں میرے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔

• نہیں۔ جابر الکاکا کی مقدس مزاروں نے اسے زندگی بخشا ہے۔ اگر اس نے فرار ہونے کی کوشش کی ہوتی تو آسمان نے اتارنے والا سایہ و زلزلات کا جھنڈو اسے اپنی بیٹھ میں لے لیتا ہے۔
• تو یہ رہ گیا کہ کیا میں اصل بات بیان کر دوں؟ یہ حقیقتیں اتنی تلخ ہوتی ہیں میرے محرم آئینوں پر؟
• ہاں سیدی جابر! ہمارا کام سننا اور دیکھنا ہے جو بڑا سناٹی جابری ہیں انھیں غصے کی کونکس کر داور دیکھا یا یہ ہے اسے دیکھنے کی عادت ڈالو۔ اسی میں تمہاری ذہنی صحت

”کاجی، اعظم! میں نے چل کر کہا میں شہزادہ کا پادشاہ کی مجلس
مکھتا ہوں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ اس کی اوقات کیا ہے مگر یہ
میں سب جانتے ہیں کہ اس پر غیر معمولی نوازش جاری ہیں، اگر نوازش
کا یہ سلسلہ جاری رہا تو.....“

”ارہ۔ نہیں۔“ کاجی، اعظم نے ہاتھ اٹھا کر مجھے مزید کہنے
سے روک دیا۔ میں اس کی طلب کیے جاؤ اور یہ خیال چھوڑ دو کہ
تھار اخیال کہتے ہیں یہ باتیں نظر انداز کر دیتی ہے۔“

”میں اس سے ٹپا جا رہا ہوں۔“ میں نے جذبات میں ڈر کر کہا
میں تمہارا پیغام پہنچاؤں گا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ
بہت جلد ایک سو ایک دن کے لئے شہر سے روز مارا کا کاکا گھر لٹی

وہ پھر میری مشقی انگریزوں کے حاشیوں پر
 "تم جاسکتے ہو" سوال کرتے ہوئے بولا: "جادو واجب
 تھیں کچھس آسمانے، میرے پاس آسمانے"
 "تم بھی ایک دن فیصلہ کر گئے کاہن کا اعظم، انگریزوں کا
 بے مثال رہی ہے، آؤ وہاں ملین میں لڑ رہا ہے۔ علم اور جی
 کاہن کوئی مرتبہ نہیں۔ وہاں انھوں نے ایک ایسی لڑائی جاکر ہے
 جو علم و فضل میں تاریک ہے اعظم میں سب سے اعلیٰ ہے۔ تاریک ہے اعظم
 کے کسی جزیرے میں اسنے عالی مرتبت لوگ ایک ساتھ جوتے ہیں
 میں تھیں فارسیہ باہر جانے لاکھ دیتا ہوں" سوال
 نے اسے غصہ و غصہ کر کے دھوکا دیا۔ وہ زبان پر نہ کر

جابر بن یوسف الباقری کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتا ہے۔
 شراد کی اس حکم سے میری شفقت میں اور عافیت ہو گیا۔
 میں نے اس کے جواب میں شجاعت کا لہر اختیار کیا۔ شراد اے
 تاجہ امیری زبور! تو کہاں غائب تھا؟
 ”میرے حسن ہندی جابر! مجھے یہ نہیں کیا ہوا میں نے
 فرار کی گشت نہیں کی تھی۔ دولاس کے گواہ ہیں۔ میں تمہاری
 ناراضی کا سبب سمجھ رہا ہوں اور اس کے باوجود سخت سے سخت
 امتحان کے لیے تیار ہوں۔ اس نے مہذب کے لیے کہا۔ میرا
 مکان ہے کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا تھا، تمہاری آمد
 پہ جلا کو وہ خواب نہیں سمجھتا تھی اس لیے کل دن میری تم
 کی نظروں سے روک رکھا ہوں۔ میں تمہیں بتاؤں، اے نیک خصال
 سردار! تمہاری دم جو ہو گئی میں نے اس کے ایک بے اطاعت گناہ
 کا ثبوت دیا ہے۔ زائے سے روک کر دیکھیں کل جس جگہ غیب
 حالات میں مقدس اور عظیم آقا بلا کے عالی شان قہر میں حاضر ہوئے
 کا علم ملا تھا، کاش میں میں وہاں نہ جاتا۔ انکار کا سوال نہیں تھا،
 ایک ہی چہرہ درخشاں میرا ہاتھ پکڑا اور وہ مجھے غلامی میں
 جتنی اور رنگ برنگے بادلوں میں اس نے میرا ہاتھ تھامے رکھا پھر
 میں نے سفید پتھر کا بنا ہوا ایک قصہ دیکھا کہ مہذب دنیا کے آثار قدیہ
 میں بھی اس کی شان و شوکت کی کوئی کلمہ نہیں ملتی۔
 میں کسی کشتیاں میں پہنچ گیا تھا مجھے
 ایک شرب پیویشن کیا گیا اور مجھے آقا بلا مقدس آقا بلا کی دیر سے سزا
 کیا گیا۔ اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور میں ہی بہتار ہلا لانا
 میں اس کا طبع ماری پیویشن سے زیادہ خوب صورت ہے۔ اے
 مقدس سردار! وہ ایک منکر ہے، سبزہ و گل کا ایک دل نواز غزل
 وہ ایک شراب ہے، آگ کی ہی ہوتی شراب.....
 ”ہیں کرو۔ ہیں کرو۔“ میں نے پہنچ کر کہا۔
 شراد خرابوں کی دنیا میں گم تھا، میری پیویشن پر وہ مدوشی
 کے عالم سے واپس آیا پھر اس نے آقا بلا کی معرفت میں جو بولیں
 کیا تو غصے کا نام نہیں لیا۔ وہ میرے کانوں میں زہر اڈیل دیا تھا
 میری آنکھوں سے کوئی مدم ہوئے گی اور میری سانسیں گھٹنے
 لگیں۔ میں اب اسے بداشت نہیں کر سکتا تھا، مجھے اس بات کا
 اختیار تھا کہ میں کسی بھی پائندہ شخص کو ترجیح کر دوں۔ میں نے
 سراپا بہتر پسند کیا۔ اس نے اس کو انسانی زندگی کا چراغ کل کر دیا تھا
 مجھے اس وقت کے کہ میں ضبط نہیں کر سکا میرا ہاتھ پوری قوت سے
 ٹھم گیا، شراد کے منہ سے بے رحم شاخون جاری ہو گیا۔ وہ در کی

کسی گیند کے مانند اچھل کر ایک طرف اڑنے سے منکر گیا۔ میں نے
 ایک زبردست لٹ اس کے جسم پر رسید کی۔ وہ ہلانے لگا۔
 ”جابر بن یوسف! اے کوئی سردار! اور بتاؤں گے لیے دیکھو
 میں اپنی مرضی سے وہاں نہیں گیا تھا اور میں نے کوئی حکم مدول
 کی ہے۔“ وہ گڑگڑا کر کہنے لگا۔
 ”حرام کے حکم! امیری سور۔ میں نے اسے گالیاں دینی
 شروع کر دیں۔ اپنی موت کا تماشا دیکھ۔“
 ”جابر بن یوسف! معزز سردار! میں.....“
 اس سے پیشتر کہ شراد کو ماجوری کی اور مہلت ملتی، میں
 نے دوسری ٹھوکہ ماری۔ وہ ذکا ہوتے ہوتے جس کے مانند
 تڑپنے لگا، میں نے گردن میں لٹکا ہوا چوہا بلی اڑا دیا زمین پر چڑھا
 اس میں زندگی کے اثرات نمودار ہوئے، زائے اور فرزند دونوں
 کھڑے تھے۔ اڑنا آہستہ آہستہ شراد کی طرف رخ کر رہا تھا۔
 ایک کونے میں کھڑا ہوا رہا تھا کہ ایک جھوٹے بھڑکی کی جھٹ پک
 بولناک دھماکے کے ساتھ اڑتی اڑتی اس نے رنگ کی روشنی کی ایک
 تیز کرن اندر داخل ہو کر ہماری نظریں چکا چوند کر گئی۔ میں دیکھنے کے
 قابل ہوا تو فرزند اور والد زائے زمین پر اوندھے پڑے تھے اور بلیاں
 اپنا سر زمین پر پک بے تھے۔ میں نے اڑنے کی جانب دیکھا۔
 وہ لکڑی کے بے جان جسم میں تبدیل ہو چکا تھا۔ شراد جھٹ سے
 گرنے والا ملتا دیکھ رہا تھا ہوا کے جسم پر گرنا تھا۔ یہ مقدس
 آقا بلا کے قبر و غناب کی علامتیں تھیں۔ اس نے شراد کو میرے مناب
 سے بچانے کے لیے عمل دیا تھا، میرا دل بیٹھے لگا اور میں نے
 اپنی بڑیوں میں ایک ٹوٹ جھڑکی عکس کی جیسے مجھے ہمارا آبا
 پر۔ میں نے زائے اور فرزند کی طرف دیکھا، ان کے چہروں پر
 کائنات تھا سب سے پہلے میں نے اپنا چوہا اڑا دیا تھا کہ لے
 ڈالا، ہشپالی پر میری گرفت مضبوط ہو گئی اور میں نے سوچا اب
 جو بڑا سوہو، آقا بلا کی ناراضی کی واضح علامتیں نظر آچکی ہیں اور
 جب آقا بلا ناراض ہے تو اس سرزمین پر کوئی زندہ رہ سکا ہے
 مرنے سے پہلے کہ میں اس اس امیری زبور! کا قہقہہ پک کر
 جس نے میرے سیدھے راستے میں رکاوٹیں ڈال دی ہیں اور میرا
 سینہ آتش کوہ بنا دیا ہے۔ مجھے یقین تھا، آخری حربہ ہشپالی کا
 کارگر ثابت ہو گا۔ اس جھٹ سے بچنے کے لیے اچھا اندر سرکشی کی نظر سے
 مدد کی تھی۔ میں نے اسے اپنی ہتھیلی پر اچھا اندر سرکشی کی نظر سے
 آسمان کی طرف دیکھا۔ جھٹ فٹ ہو چکی تھی اور آسمان صاف
 آ رہا تھا۔ میں ہشپالی کا نشانہ لے رہا تھا کہ جھڑکی کے باہر

ہوتے قدموں کی آواز تیزی سے امیری اور انا نا نا جا جا کر آتا ہو کر
 گرد پاؤں ملنے لگے۔ آقا بلا کے محافظوں کے
 ہا ہی، جو بیانی سے عزم ہوتے تھے۔ آقا بلا کی آمد سے آقا بلا
 کی ناراضی میں کسی شے کی گھنٹ نہیں رہی تھی، میں نے اپنا تنگ
 کھڑا کیا، اسی لمحے ایک آقا بلا کی کھردری آواز امیری۔ ”یہ بیٹوں
 کے معزز سردار! مقدس ملک آقا بلا کے حکم سے ہم تعین حراست میں
 لینے کے لیے بھیجے گئے ہیں، خود کو ہانے سولے کر کے اس کے
 حکم کی تعمیل کرو۔“
 میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا اچھا گیا، زائے اور فرزند
 ہاتھ باندھ کر دن جھانکے موزب کھڑے تھے۔ تارک تر غناب
 ان لوگوں نے میری سر بلندی، میرا حور وچ دیکھا تھا۔ آج میرے
 دواں کا دن تھا میں اپنے ہاتھوں اپنا گلا کھڑا کر دیتا تھا۔
 مجھے اپنا دوزخ گراں عکس ہونے لگا۔ وہ سرزمین آقا بلا کے
 نابھ تھی اور میری حیثیت وہاں خس و فاشاک کے مانند تھی۔ میں
 کیا تھا؟ میں تو ایک تنگ پتا تھا جو زمین سے علیحدہ ہو کر زمین پر
 رہا ہو رہا تھا۔ میرے خزانے کے دن آگئے تھے۔ میں جیسے برف
 میں کھڑا تھا۔ کیا میں اسے اپنا زماں کھوں؟ میں نے بھیجی ہوئی
 آواز میں پوچھا۔
 ”معزز سردار! احترام ہم پر فرض ہے، ہمیں صرف معزز
 سردار کو حراست میں لینے کے احکام ملے ہیں۔ آقا بلا کے
 بیٹے میں کتنی تھی۔
 ”میں خود کو تھامے سولے کرتا ہوں۔ میں نے شک
 کر کہا۔
 ”معزز سردار! گمانی ہمارا فرض ہے۔ آقا بلا کے مقتدی
 سے کہا۔
 ”چلو۔ میری آواز گھبر ہو گئی۔ چلو، تین قبیلوں کے
 ایک سردار کو حراست میں لے کے چلو۔“
 انھوں نے اپنے نئے زمین پر ٹکا دیے۔ یہ سیاہ نام اندھے
 بیٹاؤں کے زیادہ عقل رکھتے تھے۔ وہ آسانی کے ساتھ دروازے
 سے باہر آگئے۔ میں زائے اور فرزند کے گھٹے ہوئے چہرے نے
 فرزند سے دیکھا ہوا جھڑکی سے چلا آیا، شراد نے کسی سرت
 کا اظہار نہیں کیا تھا، وہ آخر وقت تک ششدر تھا۔ لفظ بندی کے
 احکام کے ساتھ ساتھ مجھے ایک رماہت بھی ملی تھی، جس کے انتخاب
 کا مسئلہ مجھ پر چھوڑ دیا گیا تھا، میں نے اپنی قیام گاہ کے بجائے

جنگل کے سرے پر ایک ویران گرنے کا انتخاب کیا جہاں عموماً
 میں قبیلے کی لوگوں کو لے جاتا تھا۔ آقا بلا کے سحر خاموش ہے
 وہ انسان سے زیادہ شین تھے۔ آقا بلا کی چٹکی کی جھنک سے وہ
 ہوتے جھڑکی سے۔ مجھے جو فطری میں چھوڑ دیا گیا، میں کسی لڑے
 ہوتے سافرا کی شکست خوردہ شخص کی طرح جھڑکی کے بستر
 پر گر گیا۔ میں نے دیناؤں کے نوادر سے آراستہ سینہ خالی کیا اور
 پانی مانگ کر اپنے جسم کے دنگ دھوئے۔ میں نے اپنی کھال غوب
 رکھ لی۔ اس قدر کمر اہل رنگ نمایاں ہو گیا۔ وہ سرخ رنگ
 وہ مہذب رنگ جو میری میں آگسٹوڈ میں مجھے متاثر دکھاتا تھا
 پھر میں نے جاؤ کی مدد سے اپنے بال تڑپنے اور درختوں کی
 چھال سے اپنا جسم ڈھانپ لیا۔ دھانپنے میں نے یہ سب کچھ کیلئے
 جب میں یہ سب کچھ کر چکا تو احساس ہوا کہ میں اس
 سرزمین پر ابھی تک ایک اجنبی ہوں کیونکہ میرا گلا خالی ہے اور
 میرے کان میں کوئی بات نہیں ہے اور میرا دنگ سیاہ نہیں ہے اور
 میرا جسم برہنہ نہیں ہے۔ تو میں یہاں کیوں ہوں؟ یہ میری فطرت
 یہ میرا دل نہیں ہے۔ کیا میں کوئی طویل خواب دیکھ رہا ہوں؟
 یا میں پاگل ہو گیا ہوں؟ کیا میں ابھی تک برف میں ہوں؟ میں
 کہاں ہوں؟ میں انتظار اور محظوظ احواس میں باہر کی طرف بھاگا
 آقا بلا نے میرا راستہ روک لیا۔ میرا جی چاہا کہ میں اس اندھے پر کمانی
 ضرب لگاؤں۔ مگر وہ تو ایک درخت تھا، وہ تو شین تھا۔
 مجھے دروازے پر دیکھ کر آقا بلا نے کہا۔ ”معزز سردار! تم
 اگر جا رہے تو یہاں بھی سب سے بڑی مسئلہ کا سامان طلب کر کے رہو۔“
 ”میں اپنے چند رفیقوں سے ملنا چاہتا ہوں۔“
 ”اس مسئلے میں میں ابھی کوئی واضح ہدایت نہیں ملی ہے۔“
 آقا بلا نے نرم آواز میں جواب دیا۔
 ”دوسری مراعات تعین کر سکتا ہوں۔ میں گی۔“
 ”میں مقدس آقا بلا کی اس نوازش کا شکر گزار ہوں۔“
 آقا بلا احتراماً جھکا، اس کے احترام سے مجھے اب کوئی ہوش
 نہیں ہو رہی تھی۔ میں کسی عکس نہیں میں جھکا نہیں ہونا چاہتا تھا
 یہ ایک تو بہر احترام تھا، کل اندھیری تھی۔ آقا بلا نے فطرتی
 کے باوجود وہ دل بستگی کا سامان طلب کرنے کی اجازت دے
 دی تھی۔ یہ بڑا مشکل فطرتی تھا میں کی طلب نے میرے پیش
 حواس گم کر دیے تھے۔ وہ مجھے کھلونوں سے بھلا رہی تھی۔
 اس عالم میں پندرہ دن گزر گئے، تنہائی کے پندرہ دن

کسی نے میری خبر نہیں لی اور کسی کے ہاں سے میں نے اتنا بول سکا
 نہیں بول سکا۔ آہستہ آہستہ میں اس سب پر غور کیا اور مجھے
 اتنا بولنے کے قدموں کی چاب بھی پڑی گئی۔ ان دنوں میں نے
 اپنے باقی حال اور مستقبل کے متعلق اتنا سوچا تھا کہ اب اور کچھ
 سوچنے سے ہونے والی باتیں نکلاؤں، ہاں اس کی تنہائی سے اتنا غم
 ہوا کہ مجھے خود کو سرخوش کرنے کی نہایت قوت تھی۔ ہر بار مجھے سرخوش
 چہرہ یاد آتا تھا جو بڑے سازدانا انداز میں کہتا تھا: سیدی جاہرا
 یہ خیال رکھنا کہ ایک دن میں یہاں سے جانا ہے۔ تم یہاں سے
 نکلے جاسکتے ہیں، یہاں آئے ہوئے تو ایک مدت گذر گئی تھی
 لیکن میں نے اس کے متعلق سوچا بھی کہاں تھا؟ میری نگاہ تو پائش
 پاش پر جمی تھی۔ اب ایک سنگ دلی سی طاری تھی اور پندرہ دن
 میں دو ہی باتیں میرے ذہن میں فیصلہ کن انداز میں محفوظ ہوئی تھیں
 موت یا ہجر..... دوسرے لفظ کا اظہار میں اپنے آپ سے بھی نہیں
 کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس بابے اگر کوئی رعایت نصیب ہونے
 والی تھی تو وہ آخری تھی۔ میں نے ایک بزرگ کی طرح اس جھول اور
 اچھی شخص ماہرین پوست کو یاد کیا کہ اس نے خوش چہریاں اور
 لی عین اور حالت کے طور اختیار کیے تھے۔ تنہائی کے یہ پندرہ دن
 اپنے عذاب کے لیے بھرپور قرض تھے۔ ان دنوں میں تو میں نے نہ ملنا
 ملنا پر تو میری اور میری بھوپر سے باہر نکلا۔ میں اندر میں
 یہاں تھا۔ جو دم کی بات تھی، میں نے اسے گزارنے کا ارادہ کیا
 اور جو زندگی باقی نہیں تھی، میں نے اس کی پروا ترک کر دی۔ میری
 دن ایک صبح جب میں کچھ کانا کھا رہا تھا تو یوں کہہ کر اب
 کچھ سوچنے کو باقی نہیں رہ گیا تھا میں نے اتنا بول کر کہا۔ وہ میرے
 سامنے آکر سرخوش ہو گیا۔ میرے اس کام میں اس نے ابھی تک کچھ
 سے کام نہیں لیا تھا۔

مجھے قوری کا شرب خاص اور مہذب دنیا سے آنے والی
 لوگوں میں فردین نام کی لڑکی کی طلب ہے۔ وہ جتنے بعد میں نے
 دیکھ لیے ہیں۔

آتا ہوں ایک فرماں بردار کے کی طرح میرے حکم کی بجا آوری
 میں بڑی سرعت کا مظاہرہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایرانی نژاد و شرفی
 مع ازغرائی شربات میرے درمیان میں پہنچ دی گئی۔ فردین کو دیکھ
 کر اس مجھ زندگی کی رات چمکنے لگی اور مجھے اندھیرے میں روشنی
 نظر آنے لگی۔ فردین ایک شریف دل و خوش مزاج عورت تھی۔ اس کی
 چھلک جھلک مانتی تھی۔ وہ ایک شکار کی سوئی ہوئی تھی کہ اندھ غور
 کھڑی تھی غالباً اسے بیٹا کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی افکار

لی جگہ تھی۔ میں نے اپنے نکت خوردہ احوال شرب میں غور کر لیا
 آج میرا
 بدن دکھایا نہیں تھا۔ میں اپنی حقیقی جگہ کے ساتھ نظر آ رہا تھا اور جسے
 چہرے پر سرداری اور علی حاقی کی کوئی چھلک نہیں تھی سبھی کو دکھایا
 تھا۔ فردین ان سب میں زیادہ عین تھی اور میں نے اسے کسی مناسب
 وقت کے لیے اپنے فائدہ میں جمع کر رکھا تھا اور آج اسے فروغ کرنے
 کا وقت آیا۔ بیڑہ جاؤ۔ میں نے نرم آواز میں اسے مخاطب کیا۔
 وہ اشاروں اشاروں میں دم کی درخواست کر رہی تھی۔
 میرے نرم لہجے سے اندر زیادہ خوف زدہ ہوئی پھر ایک جھلکے کے ساتھ
 زمین پر بیڑہ گئی۔

”قصص جینا نے سب کچھ بتا دیا ہو گا؟“
 وہ ایک لمحے جھجکی پھر گردن جلائی۔ ہاں۔
 کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں یہاں سے واپس جاسکتی ہو؟
 نہیں۔ اس نے اپنی خوبصورت گردن کو پیش کر دی۔
 تم نے سرداری کی عزت و حکم بھی دیکھی ہو گی۔
 ہاں۔ اس نے اپنی آنکھیں اوپر اٹھائیں۔

”میں اگر مہذب دنیا میں ہوتا تو تم سے محبت کرتا۔ تم بہت
 حسین ہو۔ تم میں وہ تمام کشش موجود ہے جو ایک پرکشش شخص کا
 پرکشش جھلک کے لیکن باتیں جال؟ میں نے فانی میں کہاں تم
 یہ حقیقت دل سے تسلیم کر رہا کہ وہ دنیا جیسا کہ طویل و جودہ کے بعد گردن
 لے لباتی ہے۔ وہاں سے تم اپنے کسی گناہ کے بہتے نکال رہی ہو؟“
 فردین کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ میری گفتگو سے وہ بڑی
 طرح رونے لگی۔ تو پھر اس دنیا کو جھول جاؤ۔ میں بھی بھول گیا
 ہوں۔ جب مجھے پرانے دن یاد آتے ہیں تو یہاں کوئی ذکوہ نہایت
 ٹوٹ پڑتی ہے پھر میں پوری قوت دی سے خود کو اس سرزمین کے
 رنگ میں رنگنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں فارسی روانی سے نہیں بل
 سکھانے کی کھانگریزی، کچھ فارسی کچھ عربی میں، میں نے فردین سے
 اتنی باتیں کہیں کہ اس کی آنکھوں کی دیوانی دور ہو جاتی تھی۔ میں نے اسے
 اپنے متعلق بتایا۔ وہ معصیت، تعجب اور محبت سے مجھے دیکھنے لگی
 میں نے بہت دن بعد کسی سے باتیں کی تھیں اور پھر فردین جیسی لڑکی
 سامنے ہو جو شوق کی تمام تر باتوں سے آواز ہوا اور باہر میں
 عینا خطیب ہو کر لڑکیاں باہر نہ بولی ہوں گی، وہ اشتیاق سے سب
 کچھ سن رہی تھیں، میں نے اسے سنا کر یاد اور ہلکے درمیان اتنا ہی فاصلہ
 برقرار رہا جو پہلے تھا میں نے اس سے کوئی ضد نہیں کی بڑا ناہ

اس دور سے کہ میرے فائدہ لگے ہیں نہیں تھے اور میرا ہم پیش میں
 چھپا ہوا تھا۔ میں نے اسے جزیرہ قوری کا شرب پیش کیا تو وہ
 جھجک کر پینے لگی۔ اب وہ کسی بات سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔
 میں سمجھ رہا تھا کہ میں بیروت کے ایک فیشن ایبل رستوراں میں
 بیٹھا ہوا ایک لڑکی سے ابتدائی ملاقاتیں کر رہا ہوں۔ تم بھی کچھ کہو۔
 کیا تم کبھی نہیں کہو گی؟“
 ”آؤ آؤ جابر!“ اس کے نازک لب کھلے میوے کوئی جھول کھل
 جاتے۔ ”آؤ آؤ جابر!“ اس نے دالیا نہ انداز میں کہاں میں اس
 پراسرار سرزمین میں قہقہے کی کام آسکتی ہوں؟“
 ”موتیں یہاں حکومت کرتی ہیں اور انھیں یہاں عزت ایک
 کام ہے کہ وہ مردوں کو خوش رکھیں کسی ایک مرد کو نہیں بلکہ جو دیکھا
 ان کے شباب میں دم بھرتے۔ تم حکومت نہیں کر سکتیں لیکن تم
 قوری کے مردوں کو اپنے شباب پائل کر سکتی ہو۔“
 وہ شرارتی۔ ”تم ایک سردار ہو اگر تم چاہو تو میرا اس سے
 بہترین معرفت بھی ہو سکتا ہے۔ میں مردوں میں تقسیم ہونا پسند نہیں
 کروں گی لیکن میری پسند پلانڈ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں کسی
 طرح زندگی کاٹی ہے اور میں اس امید کے ساتھ یہ دن گزاروں
 گی کہ شاید خدا کو کبھی ہماری حالت پر رحم آجائے اور وہ ہماری رہائی
 کرے۔ قطعاً ایک میرے نزدیک کفر ہے۔ وہ جو شیطانی لہجے
 میں بولی۔

”تم کیا کر سکتی ہو؟ ہاں میں دیکھنے کے لیے جاؤ۔ باد و اسرار ناہ
 طاقتیں، غیر العنصری مظاہر۔ تم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا۔“
 ”میں جو کارکن کی آؤ آؤ جابر، اور دیکھنے کے لیے فردی ہے
 کرتے ہو پھر یہاں رہو، تمھاری تعجبیں میری شریک رہیں اور مجھے یہ احمق
 حاصل ہے کہ میں تنہا نہیں ہوں کبھی مرقع آیا تو میں تمھارے لیے جان
 دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گی لیکن مجھے کسی شکاری مالی فیضیت یا
 کسی شرب کے بجائے ایک فرد کا درد دیا جاتے۔ یوں میں تمھارا
 شکار ہوں، تمھارا شکار، تمھاری شرب ہوں۔“
 ”تم مجھے شکار کر رہی ہو پھر مجھے میں نے یہاں نہیں کیوں بلایا
 تھا؟ میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا: میں تمھارا خیال رکھوں گا
 فردین نے نظروں کی کھلی میں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر
 جھانک کر دیکھا۔ آتا ہوں سیدی سے کھڑے تھے۔
 ”کوئی اور حکم؟“ وہ مجھے دروازے پر گھم کر بولے۔
 ”نہیں۔ میں اندر آگیا۔ فردین کے چہرے پر اضطراب
 طاری تھا۔ میں نے اپنا ہاتھ لگے بڑھایا۔ اس نے بھی جھجک کے

اپنا ہاتھ بڑھادیا۔ میں نے اسے عقاب لیا،
 میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ گردن جھکا
 کھڑی رہی۔ میں نے اس کی نظریں اوپر اٹھائی۔ اس کی آنکھیں نہیں
 ان میں حسرت بھری ہوئی تھی۔

”مجھے اجازت ہے؟ میں نے ناشائستگی سے پوچھا۔
 ”تم ایک سردار ہو۔“ اس نے سنی خیر جیسے میں کہا۔
 ”تم اسے محبت نہیں کھیتیں؟ میں نے جذبات میں کہا۔
 ”میں نے تمھارا اختیار اختیار کھیتی ہوں۔ تم اپنا حق استعمال کر رہے ہو؟“
 ”کیا میں ایک شالی مرد نہیں ہوں؟“
 ”تم ایک شالی سردار ہو۔“
 ”میں تو تم سے متاثر ہو گیا ہوں، کیا تم نے مجھ سے کوئی اثر قبول
 نہیں کیا؟“
 ”میں نے بہت کچھ کہہ دیا ہے۔“ وہ آہستگی سے بولی۔

”تم زحمت نہیں کر رہی ہو؟ میں نے شرارتی سے پوچھا۔
 ”سرداری محنت و دیکھ مجھ پر فرض ہے۔“
 ”اوہ۔ میں جھانک کر میندہ ہو گیا۔ فردین، میں قصص حکم نہیں
 لے رہا ہوں۔ شالی ہونے کو کہہ رہا ہوں۔“

”میری شمولیت میری آزادی سے مشروط ہے۔“
 ”میں نے قصص کو یاد کرنے ہی کے لیے یہ طریق گفتگو کی ہے۔“
 ”تم یوں ہی اپنا قصد پورا کر سکتے تھے کہ میں بھی میری شمولیت
 کا خیال ہے تو مجھے آزادی کا موقع دو۔“
 ”تم میرے ضبط کا استعان لینا چاہتی ہو؟“

”میں ہمیشہ پُرانتہ رہتی ہوں۔“
 میں نے شرب کا ایک تھک پیاد اور اپنی بائیں ہاتھ پر
 بائیں کر لواتا۔ میں قصص امید کے لیے وقت دیتا ہوں۔ تم جاسکتی ہو؟“
 فردین نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ اس کی نظروں میں خوشی
 کی ایک جھلک نمودار ہوئی، وہ دوڑ کر میرے پاس آئی اور اس نے
 میرے ہاتھ کو بردیا۔ جب بات کرنے کے لیے ترس جاؤ تو
 مجھے جلاتے رہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فردین میرے لٹکتے کا
 بوسہ لینے ہوئی رخصت ہو گئی۔ ”خدا تمھارا اقبال بلند کرے۔“ اس
 نے چلتے چلتے کہا۔ میں دوبارہ تم سے ملاقات کی آرزو مند ہوں گی۔
 فردین کے جانے کے بعد میں پھر تنہا ہو گیا۔ اس کے آنے
 سے پہلے میرا ارادہ تھا کہ میں اسے خود کر اپنے شرب میں شامل کر

لوں گانگن فردوزی سے بھر پر کیا اور قرب کیا کرستی اور شاد
 غلوت اور جلوت کا تمام ماحول ہو گیا۔ شام تک مسکے جسم پر چمکا
 سکتی رہیں۔ فردوزی کو بھی سرنگا کی طرح امید تھی کہ وہ کسی دن ان
 ظلم خانے سے نجات حاصل کرے گی اور اپنا نام صاف رکھے
 گی۔ فردوزی بلی گئی تھی لیکن خود مسکے دل میں امید کا چراغ روشن
 کر گئی تھی۔ یہ امید یہ تھی جس نے مجھے اس تنہائی سے اُٹا دیا۔
 میرا دل جنگل کی مکمل فضا میں جانے، سمندر دیکھنے اور ایسے ذریعے
 تلاش کرنے کے لیے جمل رہا تھا جو مجھے یہاں سے نجات دلائیں۔
 فردوزی کا خیال تھا کہ کبھی امید کے لیے پاکیزگی ضروری ہے۔ گناہ کی
 زندگی امید مزلزل کرتی ہے۔ یہ دیر تھی کہ وہ مجھ سے آکر وہ پونا
 نہیں جانتی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں پاکیزگی اور امید کی کرنی
 دیکھ کر اسے چھوڑ دیا تھا۔ بننے لگے امید بھر پوری تھی۔ یہ حال مارشا
 اور بریا کا تھا۔ شام کے بعد میں نے اپنی تشنہ تھی دودھ کرنے کے لیے
 مارشا کو بلایا۔ اسی سے میری بہت ک بات ہوئی تھی۔ میں ان کے نام
 بھی بھول جاتا تھا، اقبال سے میں نے تاکیر کیا کہ ایک سال سے
 کم عمر کی لڑکی مجھے فراہم کی جائے جس کا نام بولیا مارشا ہے۔
 میں اپنے قبیلے سے کسی عزیز لڑکی کو بھی بلا سکتا تھا مگر مذہب دنیا کی
 ان لوگوں سے گفتگو کر کے بولت آنا تھا وہ قوری کی لڑکیوں میں
 کہاں تھا؟
 جس لڑکی مارشا کو اُٹا ہونے اندر دھکیل دیا۔ میں دن بھر
 فردوزی سے باتیں کرتے کرتے خٹک چکا تھا۔ وہ آتی تو میں نے اُسے
 گھسیٹ لیا۔
 ”فردوزی تمہاری بڑی تعریف کر رہی تھی۔ اس نے احترام کیا۔
 ہاں“
 ”تم بھی بائیس نہیں ہو گی۔“
 ”میں تمہاری دسترس میں ہوں، مجھ سے بھی خوب محبت باتیں
 کرو۔ اس نے مسکے ہاتھ پکڑ لیے۔ خدا گناہ ہے۔ سبب یہیں
 یہ علم ہوا کہ مذہب دُنیا سے متعلق رکھتے ہو تو ہم نے نئی زندگی نہیں
 کی۔ پھر تم ایک دن اپنا تک فانی ہو گئے اور میں سب تمہاری متعلق
 گفتگو کرتے رہے۔ جیسا تھا اور ذرا کہ بہت پر لطف طریقے سے کرتی
 تھی۔ وہ کہتی تھی تم اندر سے بہت مذہب اور شائستہ بھلا بہت
 خلوص رکھتی ہو۔“
 میں نے سنی ان سنی کر دی۔
 جس لڑکی فردوزی کی طرح حسین نہیں تھی مگر وہ ایک بھر پور، شاداب

اور نور جان لڑکی تھی۔ وہ آکر وہ ہو کر آتی تھی۔ رات بھر وہ مسکے ماحول
 رہی اور
 کے آخری پیر تک وہ مجھ سے مذہب دُنیا کی باتیں کرتی رہی۔ ایسا
 معلوم ہوتا تھا جیسے مسکے اور اس کے درمیان پہلی ملاقات تھا
 وہ بہت دلچسپ اور شگفتہ باتیں کرتی تھی، رات بھر کی رفاقت اور
 شب بیداری سے مجھ پر اس کے اسرار نمایاں ہوئے۔ وہ ایک ایسی
 لڑکی تھی جو ہر حال میں خوش رہنا جانتی تھی۔
 ”تم مجھے خوش دُور کرو۔“
 ”میں تمہاری خدمت کروں گی۔“
 ”میں تمہیں بلایا کروں گا لیکن تمہیں ساتھ نہیں رکھ سکتا۔“
 ”تم میری زندگی کے پہلے مرد ہو۔ اس نے شکر کیا۔
 میں نے اسے اپنے آئینے صفا میں لے لیا۔ میں تمہیں
 نہیں بھولوں گا۔“
 ”اے کتنے تنہائی کے دن گزرے ہیں، قسمت بھی کیا پیر ہے۔“
 ”کیوں قسمت تو تمہاری خراب نہیں ہے۔“
 ”سوچیں ہوں۔ کیا سوچا تھا، کیا ہو گیا۔ لکھا تھا کہ ایک مہینہ
 مقام پر تم سے ملاقات ہوگی اور شب بیداری اس طرح مٹا جائے گی۔“
 ”سنو۔ فردوزی سے مت کہنا کہ تم مجھے وابستہ ہو چکی ہو۔“
 ”کیوں؟ اس نے زلزلہ کر دیا۔“
 ”وہ تم سے جلتے لگے اور میں سب کو خوش رکھنا چاہتا ہوں۔“
 ”تمہیں جو سے محبت ہوگی؟ کیا میں تمہیں چھوٹی لگی؟“
 ”تم بتاؤ۔ تمہاری مسکے متعلق کیا لگتا ہے؟“
 ”تم۔ میں۔ میں۔ کیا بتاؤں یہ تو وقت تمہیں بتائے گا۔“
 ”وقت کیا؟“
 ”میں ایک جرم لڑکی ہوں۔ میں نے تمہیں بلارادہ بھل گیا۔“
 ”لیکن میں مروت تمہارا پابند نہیں رہ سکتا۔“
 ”مجھے اس کا احساس ہے یہ میری بد قسمتی ہے ورنہ میں اپنی
 قسمت پر شک کرتی۔ پھر وہ کہنے لگی۔ کیا میں بد قسمت ہوں؟“
 ”کوئی کہتا ہے؟ تم ایک خوب صورت لڑکی ہو۔“
 ”وہ اسی طرح کی باتیں کرتی رہی اور میں سو گیا۔ میرے سر طے
 پہلی وہ مسکے بالوں سے کھلتی رہی اور مستقل دودھ لکھ میرے
 ساتھ رہی۔ اُسے رفاقت کی پاس داری آتی تھی۔ اس نے میری
 دماغی کے ننھے ننھے بال نکال لیے اور سر کے بال تراشے۔ پھر
 اس نے ان میں گھسیکی۔ مجھے اندر شہر بھلا تھا کہ اس کی یہ خدمت

مجھے بیرونی دُنیا سے بے نیاز کرنے کی اور اگر میں کسی میں انا گم ہو
 گیا تو میری فکر محدود ہو جائے گی۔ وہ بہت دُور چلی جائے گی۔
 اس لیے مجھے اسے واپس بھیجنا پڑا۔ میں نے اس کی خدمت کے
 صلے میں اس کے لیے ایک علیحدہ جہاز تیار کیے کے انتظام کا کم دیا
 اور نوا دایں مقرر کر دیں۔
 مارشا کے جانے کے بعد میرا یہ معمول ہو گیا کہ میں روز قبیلے
 سے منتخب خواتین اپنے زندان میں بلاتا۔ ان میں تیس سالہ عورت
 جو لیا بھی آتی جس نے فردوزی، مارشا اور مینا کی باتیں سن کر مجھے بہت
 پہچاننے کی کوشش کی، پیر پختہ کار عورت تو آموز لڑکیوں سے کہیں بہتر
 تھی۔ مجھے اسے کئی بار بلانا پڑا اور وہ ہر بار غصا دلچسپ وقت
 گزار کے گئی۔ تیس دن بچیں دن۔ ساٹھ دن۔ میں دن کی رہا تھا
 تنہائی کے تمام دن میں نے مشروبات اور حور قری کی صحبت رکھیں
 میں بتائے۔ اقبال کے تعینات کردہ اقبال سے میرے ہر عمل کی قیاس کر رہے
 تھے۔ مجھے بھگتی کی اطلاع ملی، بھول بھول کر گوشت اور برتن کھا
 فدا کیے۔ شیش کی جاتی رہیں اور میں مددنی حور قری کو دعوت میں لے گیا
 کرتا رہا مارشا پھر کئی بار آئی اور جب بھی آتی کئی دنوں تک میرے
 ساتھ رہی۔ اس سے میرے لیے جس کھانے پکھانے کو مال مرنگا
 اور قبیلے کے کسی شخص نے ادھر کو گئے نہیں کیا تھا۔ اب قبیلے میں دُور
 ہی قابل ذکر لوگ ہیں وہ کئی شخص میرا تو فردوزی۔ میرے انداز
 کے مطابق اقبال کو عبادت شروع کیے کوئی پاس دن ہو گئے تھے۔
 جب تک اقبال جا رہا تھا کہ ایک سو ایک دن کی عبادت سے فارغ
 نہیں ہو جاتی، اس وقت تک میری نظر بندی کی مدت ختم ہونے کا کوئی
 امکان نہیں تھا۔ اقبال نے مجھے ناراضی میں انتہا پسندی سے
 کام نہیں لیا تھا۔ مجھے اپنی آزدلی اور بھائی کی ایک گھٹنا پس نظر آتی
 تھی۔ شاید میں کابل اور فاضل ہو گیا تھا، اقبال نے مجھیں دوبارہ
 فردوزی اور کشتی پیداکر کے لیے یہ دن حلا کیے تھے، میں بہت
 سرد ہو چکا تھا، وہ بھی اچھی اچھی رہی تھی۔ یہ اضطراب کی وہ منزل
 تھی جہاں اضطراب کا اظہار نہیں ہوتا۔ میں اپنے اندر پک رہا تھا۔
 ایک دن مارشا نے مجھے بتایا کہ فردوزی مجھے ملنا چاہتی ہے۔
 میں نے اسے نہیں بلایا۔ پھر میں نے حور قری کو بلانا بھی نہ دیکھا اور
 گھر سے کے ظلم خانے سے حاصل کی ہوئی بریک کی مقدس آنکھیں
 اپنے مکان سے گھوما میں اور سمندر کا قدر و قدر دیکھنا شروع کر دیا۔
 میں صبح و شام ان آنکھوں میں بھاگتا رہا، مجھے اُٹا جانا، مجھی ان کی
 عینیں تبدیل کرتا رہتا۔ میری آنکھوں کے سامنے سمندر خود بخود جھلکا

اور اجرتی ہوتی تو میں مجھے اپنے سینے پر محسوس ہوتی۔
 میں نے اقبال سے کہہ کر اپنی جگہ دوالی، اب میں بھگتی کے
 اس بار سمندر کے کنارے مقیم تھا۔ میرا خیال تھا کہ سمندر کی قربت
 ہر ایک کی مقدس آنکھوں کو متاثر کرے گی لیکن دُوری یا نزدیکی ہر ایک
 کی آنکھوں پر اثر نہیں ڈالتی تھی۔ پھر ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک
 لڑکا کادوں سمندر کی طرف بڑھ رہا ہے اور غافل کشتی بھگتی کے
 کھارہ ہے۔ میں یہ دیکھ کر بے تابی سے اُٹھ کھڑا ہوا کہ وہ اگر دیکھ
 فاضل لوگ تھے۔ اگر دیکھ کے بڑھ کرے ماحول۔ وہ قوری سے
 اس قدر قریب ہیں۔ آہ اب ایک انقلاب دُور ہو گا۔ میں نے
 آنکھ کے دوسروں میں اپنی نگاہیں جمادی اور ترشے لگا۔ اقبال باہر
 تعینات تھے۔ تھلا کر میں پھر واپس آیا اور ہر ایک کی آنکھوں میں بھگتی
 لگا۔ اگر دیکھ کے فاضل دُور ہوئی کشتی میں جبارا کال کی عبادت
 میں مصروف تھے۔ ان میں گھر دُور گھر کے کوئی نہیں تھا لیکن میں
 ان کی شکل میں پہچانتا تھا، وہ شکر عبادت میں تھے۔ باہر نظر آتے
 تھے۔ صبح سے شام سونے لگی کشتی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔
 میں نے سوچا مجھے اقبال کو مطلع کر دینا چاہیے کہ اگر دیکھ کے بھل لگا
 بڑھ کر قوری کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ اس کی عبادت سے فارغ
 تھا کہ اقبال کی سلطنت کا شہزادہ منتر کر دینا چاہتے ہیں۔ مکمل ہے
 اقبال سے اس کا نالے کے صلے میں مجھے اپنے قریب ڈالنے پر تیار
 ہو جاتے ہیں۔ باہر جا کر اقبال سے کہتا ہے نا بیٹا جانا، کیا تو سمندر
 کی طرف بڑھ کر رہا ہے؟“
 ”میں معزز سردار! سمندر کی ہوا صاف ہے۔ میں نے کہا۔
 ”جا مقدس اقبال کو یہ پیغام بھیج کہ اگر دیکھ کے اپنی ملامت
 قوری کی طرف بڑھ رہے ہیں۔“
 ”وہ مقدس جبارا کال کی عبادت میں مصروف ہے۔ اس کی
 خدمت میں کوئی پیغام نہیں پہنچایا جا سکتا۔ اس نے واپس سے کہا۔
 ”مگر بہت فردوزی ہے اقبال! میں نے ہر ایک کی مقدس
 آنکھوں میں سمندر کے نشیب فراز دیکھے ہیں۔ ان کی کشتی بڑھ رہی
 ہے اور وہ مقدس جبارا کال کی عبادت میں مصروف ہے۔ میں نے
 سننے سے کہا۔
 ”معزز سردار۔ تم اندر جاؤ۔ دُور قوری کے نگہبان ہیں۔“
 ”جلدی کہو اور قوری کے تمام بزرگ یہ لوگوں کو فاراد
 باہر لے آؤ۔ اب اقبال کی سلطنت پکھانے کا وقت آیا ہے۔“
 ”مقدس اقبال! بظہیر ہے۔ اس پر جبارا کال کی مقدس لوح
 کا سا ہے۔ اقبال نے حدیث سے کہا۔“

وہ بلاشبہ عظیم ہے لیکن میں نے اگر وہ دیکھا ہے تم میرا یہ پیغام پہنچاؤ ورنہ میں اپنے فادر خصوصاً شبالی سے نصیحت غاک کر دوں گا۔ یہ ایک سردار کا حکم ہے اور سلطنت اقبال کی سلامتی سے متعلق ہے۔ ستمے ہوئیں کیا کہہ لوں؟ میں نے اقبال کی آوازیں سنا کیں۔ انھوں نے نیزے میری سمت نکھال لیے۔ معزز سردار تم اندر جاؤ اور ہمیں کچھ صلیت دو۔ اپنے فادر اپنے پاس رکھو۔ ہم آخر وقت تک اس کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

میں مضطرب ہو کر اندر چلا آیا۔ کاش میں ان جادوں کا ہونے کو ماننے کی جرأت رکھتا اور بیچ بیچ کر اعلان کرتا، تو یہی کے گورنر تعاری زمین پر ایک دوسری زمین کے سامعینا د کرنے والے ہیں اختر اور دنیاؤں کی عبادت میں مصروف ہو جاتے۔ میں کسی بے بس پردے کی طرح اپنے پتھر سے میں پھر چڑھتا رہا۔ انھوں نے کچھ سرچ کر ادھر کا رخ کیا ہو گا۔ اس وقت مجھے اقبال سے غایت درجہ بے ہوشی پیدا ہوئی، میں تو یہی کہتا تھا اور یہاں انگوٹھا کے لوگوں کا تسلط دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ میرے لیے اب جو کچھ بھی تھا، یہی نہ تھی جہاں مجھے پناہ تھی۔ اقتدار، عورتیں اور دنیا پر کی لذتیں نصیب ہوتی تھیں۔ مجھے اس زمین سے محبت محسوس ہوتی۔ میں نے دوبارہ ہریکا کی آنکھوں کے مدد سے میں جھانک کر دیکھا، کشتی مردان دال بھی اور وہ پھاسرا مل پڑنے میں مصروف تھا۔ ہریکا میں نے دیکھا کہ کشتی ایک زبردست طوفانی سورج سے دو چل رہی تھی اور چند لوگوں کے لیے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی اور جب امیری تو اس میں سب لوگ صبح و سلاست تھے۔ دفعتاً اس میں بیچلے ہوئے لوگوں نے انسان کی طرف ہاتھ اٹھالے۔ ان کے ہاتھوں میں جادو کا کاکھو پڑا تھا، انھوں نے اس طرح مجھے کھڑے تھے جیسے ان کی ہاتھیں کشتی کی سطح سے جڑی ہوئی ہوں، وہ چلا چلا کر کوئی دور کر رہے تھے۔ پھر میری آنکھیں حیرت سے بند ہو گئیں۔

سندر کی وہ جگہ جہاں کشتی موجود تھی اس کے ارد گرد سدا پانی سرخ ہو گیا تھا۔ میں ان کی آوازیں نہیں سنی سکتا تھا لیکن ان کی نقل و حرکت سے محسوس کر سکتا تھا کہ پانی کے اس حصے میں پھاسرا طوفانی کی تیز جنگ جاری ہے۔ روشنی کے دو پھاسرا جہاز کے کوششوں کے دو تیز کوششیں پاس اس طرح گھومتے تھے۔ اگر وہ میری دہلی کے وقت ہوا تھا، کشتی کے چاروں طرف خوں کا سندر تھا اور انگوٹھا کے مالز پر اور تیروں کی زبردستی آگے بڑھ رہے تھے۔ کچھ دور اور چل کر ان کی کشتی اس طرح لوگ گئی جیسے آگے کوئی دیوار ہو لیکن جلد ہی دوبارہ وہ انھیں گھیرا اور اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔ وہ اپنے ہاتھوں پر

پتھروں، نیزوں اور تیروں کے وار برداشت کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے۔ پھر کشتی کے چاروں طرف کبری چھا گئی اور مجھے کچھ نظر نہیں آیا اس کبر کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ رات قریب تھی سورج ڈوبنے کو تھا میں پھر پھاسرا آنکھوں کے ساتھ یہ طوسی جنگ دیکھ رہا تھا۔ لیکن کبر کی یہ دیر چاروں طرف پھیل گئی اور کشتی سندر کے پانی پر پھر اٹھ اٹھی۔ وہ جزیرہ قوری کی طرف سے ہونے والا حملہ کامیاب بناتے ہوئے پیش قدمی کر رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر ہر گز ہوش بے کار جا رہی تھی اور میں اس سرزمین پر انقلاب کا تصور کر رہا تھا، کشتی جب تمام مزاحمتیں توڑتی ہوئی آگے بڑھ آئی تو ایسا معلوم ہوا جیسے فضا میں پتھروں کی چٹیاں جھڑھ رہی ہوں۔ جب یہ چٹیاں بے گریز کر کے ایک جڑا جادو نظر آیا، حال اتنی تیزی سے بڑھا کہ ساری کشتی گن گن کر اس میں سما گئی اور انگوٹھا کے دوڑے سامرا اس ہلال میں چھپے ہوئے قوری کے ساحل کی طرف کھینچے گئے۔ انھوں نے ہلال سے کھینچ لیے بہت ہاتھ پائے مائے مگر حال ان کے گرد جنگ ہوتا گیا۔ ان کیلئے یہ حال بیکار ہے۔ میں نے خود سے کہا: یہ آہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اور میرا اندیشہ قوری میں دیر میں صحت ثابت ہوا۔ انگوٹھا کے بزرگوں کے سامرا ہاتھوں کا اجماع تھا کہ انھوں نے حال کا طعنے بہت زدن میں کاٹ دیا مگر وہ کھڑے رہا۔ ان کی کشتی کئی بار سندر میں ٹھکنا وہ سطح سے اچھلے اور پھر تیزی سے واپس ہونے لگے۔

میں نے سکون کی سانس لی اور دیکھ ان کی دہلی کا کھڑا کھڑا منظر دیکھتا رہا۔ کس بار وہ پھر ناکام واپس جاتا ہے۔ تھوہ جزیرہ قوری کی نادیہ طاقتوں نے ان کوششیں پڑھنے ہاتھوں کا رخ کر دیا تھا۔ میری آنکھیں ہریکا کی مقدس آنکھیں دیکھتے ہوئے تنہا کی گئی تھیں۔ میں نے ہر جاہل اقاہوں کو دیکھا۔ مگر وہ پیش سے بے نیاز جھنگوں کے مانند کھڑے تھے، سندر خاکوش تھا، میں اپنے بستر پر لیٹ گیا اور تازہ دلتے پر خود کر لے لگا۔

دوسری صبح ہی میں نے سوراہی کے کھانے سے ہوتے مختلف عمل شروع کر دیے اور پوری قن وہی سے اپنی کوثر تربیت کو بھلا دینے لگا اور اس میں اتنا مہک ہوا کہ مجھے دن اور رات کی ٹنگن سے واسطہ نہیں رہا۔

جیسے اپنی زندگی کے اندر کشتی کے فضا سے کھم دن گاہے بیرونی دنوں سے قطع تعلق کیے ہوئے تھے، وہ پھر کھینچے۔ آخری دنوں میں میں بڑے زاہد کھلیت غار کی طرف سامرا پھیلیم پر توجہ کی۔ میری دہلی کا فیصلہ اقبال کی عبادت سے فراغت کے بعد ہی ہو گیا تھا اور

اقبال کی عبادت ختم ہونے والی تھی۔ آخری دنوں میں دن گئے جانے کا بھی جو شش نہیں رہا تھا میرے جیسے مت کم ہوتی گئی۔ آخر کار کھلیت غار کے اندر کھلیت غار میں نے ایک کھیرا پھانے ساندے مزد کھینچ دی تھی۔ یہ کھیرا گئے قوری اور ادھر دوا دتا ہے۔ یہ کھیرا کھیت جاتا تو اس کا تم نہیں رہتا کھلیت کھیرا کھیتی۔ یہ تو کھیرا کھیت ہے۔ ایک شام باہر نکلا کر میں نے آقا سے پوچھا: مقدس کھلیت غار کی عبادت ختم ہونے میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟

میرے ایک دن۔ آقا نے مختصر جواب دیا۔

ایک دن بھی گزر جائے گا۔ پر تین دن کی وہ کیا فیصلہ کرسے؟ اذیت کھلیت غار کی اس زندگی کی عمر طویل کرنے یا پھر پڑاؤ نجات دھارے؟ اس طویل وقت کے شباب کا احساس ہو رہا تھا جو اب بیش کے لیے پیدا ہو گیا تھا۔ جزیرہ قوری میں دہلی کے بعد مجھے فوراً امداد دینا چاہیے تھا امدادوں سے بیزار۔ بیزار میں غور ہو رہا تھی۔ بیزار میں سارا دن کا سا جھلپتی بھی رہتا تھا۔ مجھے اس کی لذت میں محسوس کرنے کے لیے ہر گز کھلیت غار کا سامرا کا کھلیت غار میں نے خود کو کمرزنی کی اور امید دیکھ کی اس شام میں میں خود اداس گھر لوں میں اپنے گئے سے جادو کا کاکھو پڑی آگاہ کر رہا تھا۔ راست اس کی مرضی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں نے تعارف زبان میں میں طلب کرنے کا عمل پڑھنا شروع کیا۔ یہ ایک انتہائی اقدام تھا جو مجھ جیسے شخص کے لیے کسی طور پر مناسب نہیں تھا مگر میں نے نفس پھیلایا انتہائی اقدام کرنے اور غور مول لینے کی سرشت کے سبب مائل کی تھیں۔ میں نے ہاتھوں کی طرف سے تمام نوکریاں آنکھوں میں منتقل کر لیے اور قلب صاف رکھنے اور اپنا اعتماد بحال کرنے کے لیے تمام اور گیارہ جنگ دیں۔ میں نے اقبال کا چہرہ ساندے رکھا اور جادو کا کاکھو لیا۔ کھلیت غار میں کراہت میں غامی درگ گئی۔ رات کے وقت میں صرف جادو کا کاکھو پڑی پڑاؤ تو پھر صفت کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے تیزی سے زاروشی کے سوا کھلیت غار میں طلب کرنے کے عمل کے ساتھ ساتھ جادو رکھا۔ ایک آقا میری جھوٹری میں منتقل رکھ کر گئے؟ کئی رات ہو گئی، مجھے اس کا محسوس نہیں تھا۔ دل پر ہیبت طاری تھی اور زبان درویش کی ٹھیک کی طرح چل رہی تھی۔ آنکھیں کھو پڑی پڑی ہوئی تھیں۔ سندر میں آقا جادو کا کاکھو کوئی دن خیال نہیں تھا۔ سامرا سے امید میں کھلیت غار میں کامیاب ہو جانا کا اور جب جادو کا کاکھو اٹھائے گا تو براہ راست اس سے مل جائے گا۔ اور اس نے کھلیت غار دھکاؤں کا۔ ایک لٹلے کے لیے میری توجہ نہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے

سوا دھان کوئی اور بھی ہے۔ میری گردن بے اختیار اس سمت مڑنا چاہتی تھی لیکن دوسرے یہ لٹلے مجھے خیال آگیا کہ اپنی زندگی کے سب سے خطرناک عمل میں مصروف ہوں اور مجھ پر چھوٹی میں میرے اور دیرانی کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ یہ ایک آزمائش ہے۔ میں نے عمل بے دستہ جاری رکھا لیکن جھوٹری میں جھوٹری میں پھیل گئی۔ میں نے کھیرا کھیرا ساندے۔ وہ جادو کا کاکھو درویش میں تھی۔ میرے ہندی دوسرے سرنگ کی پڑاؤ دہلی تھی۔ اس کے لیے میرے ہاتھ اور ہلال کے تاثرات نمایاں تھے میں اس مداخلت پر مجبور کیا اور میں نے انھیں اور دھت سے اسے دیکھا۔

تم۔ تم۔ میں نے دھت کو آواز میں کہا۔ اچھا براہم آگئی۔ میں بیٹری میں بیٹا ہوا ہوں۔ مجھے اپنے ذہن کے اس طوفان سے نجات دلادو۔ میں ایک ضعیف اور ناقابل زندگی نہیں چاہتا میں جادو کا کاکھو رخ سے براہ راست تعلق پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

نہایت۔ اس نے ہاتھ ہاتھ کر مجھے تھریکے نغزوں سے گھیرا جیسے دوسرے عمل سے سخت ناخوش ہو۔

عیادت مجبور ہو گیا ہوں۔ یقیناً میں نے ایک جملہ کی جھٹ

اشارہ کیا۔ اس میں سے دھان نکل رہا تھا۔ اس کے ہونٹ بے بس نے محسوس کیا جیسے کسی میرے کان میں کہہ رہا تھا جادو کا کاکھو طلب کرنے کا کشتی خانہ میں ترک کر دو ورنہ براہی ہو گئی ہے۔

باہر ایک گرج کی ہوئی جیسے کوئی چٹان شق ہو جائے یا کئی آتش فشاں پھٹ پڑے۔ دیوی نے چمک کر دوڑنے کی سمت دیکھا پھر حویں میں تبدیل ہو کر ہوا میں چل گئی۔ دوسرے کی لمحے میرے ٹھکان آقاہ نیزے نے تانے دوڑتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے غصے سے تھکتا رہے۔ میں نے جادو کا کاکھو پڑی لگے میں دال کی تھی سرنگ کی دیوی شاید مجھے کھیرا کھیت سے بچاؤ تھی۔ آقا جھوٹری میں اپنی بے نور نظریں ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک آقا جو غمرانی کرنے والوں کا ترجمان تھا، نیزا لہرا اور پھلکا۔ وہ میری جانب بڑھنے لگا۔ اس کے توبہ مدد خوف ناک تھے۔ میں نے اپنے فادر آگے کر کے نیزے کی انی اور میرے دھتے ہوئے دلی کا فائدہ پڑی سے سرعت سے گھٹ رہا تھا۔

صبر کرو پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اقبال کے خاص دھتے کے اندر سے لوگوں کے مقابلے میں کھوں۔ میں نے چلا کر کہا۔ اور ادرے میں میں تیرا معزز سردار جابر بن یوسف الباقرا، جس کا احترام تجھ پر واجب ہے، توجہ دھتہ رہا ہے وہ غفلتوں میں ہے اور تیری جس غفلتوں پر کھد نہیں ڈال سکتی؟

آقاویزا قول چکا تھا۔ میں اس انداز سے کھڑا ہو گیا تھا کہ نیرا اپنی گرفت میں لے سکوں بیسے ہی آقاوی نے اسے میرے دل کے بار کا نچا ہا میں نے ہجرت کے ساتھ اس طرف پناہ کر دوں ہاتھوں سے اُسے پکڑ لیا۔ میرے لگے میں دیکھی کہ سینگ تھے جو طاقت کی علامت تھے۔ نیز وہ دم دونوں کی گرفت میں تھا۔ آقاوی سے مقابلہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ میں نے نیز اپنی طاقت سے گھمایا اور اس کے مضبوط ہاتھوں سے چھین لیا۔ اس لیے باقی آقاوی جو اور اُدھر کی کوتلاش کر رہے تھے۔ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ منہ منہ سے آقاوی کے ایک گویا تھیں یہ سرفار کے احکام ملے ہیں۔ جہاں میں غلط فہمی ہوئی ہے میں موت کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہوں۔ تاکہ بڑا عظم میں موت کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہوں۔ میری آواز کی کدہ میرے منے میں پانچا غلبہ جاری رکھا۔ سنو۔ باہر جاؤ اور اپنے حکام حاصل کرو۔ دہم ہجرت آسانی سے ہوا۔ میں نے بھی ہاتھوں کی طاقت اور غیر معمولی اختیار کا کچھ بولنا ہی ہے۔ میں کہیں فرار نہیں ہوا ہوں اگر تم نے مذکورہ تین تیناں میں فرار کا میں تم چاؤں کو ختم کر کے میرے لیے آواز ہوں گا۔ اگر تم نے اپنے لیے نیز دہم سے ڈھانے تو میں ڈھانے کے بعد کا نام نہ ملے۔ سنا پانی تھا جسے جسموں کی طرف اچھا دل کا میں تم چاؤں ہاوی ہوں کیونکہ میں نے ہر ایک کا خوف کیا ہے اور وہ بھی ہے جسے ڈھانے میں میرا کاتہ میں ایک نیک ناصی ہے جو میں نے تقدس ایک ساتھی سے حاصل کی ہے اور نیز نشان آتا میرا بھی میں ہے جاتا باہر سے ہاوا درخ منہ ہونے کے لیے نصیرا قابلا سے رابطہ قائم کرو۔

میرے یوں بیان کا اثر وہ دہم میں ناقابل نام کلمات بڑبڑاتے ہوئے ہجرت پڑی سے باہر لگے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے باہر جا کر دیکھا وہ خاموش کھڑے تھے لیکن میں ان کی غیر معمولی قوت شام کا قاتل ہو گیا تھا۔ دوسرے دن شام کو کھینچ کر آخری کارن کے ساتھ سوال گزارا ہوا۔ آج میں نے اس کے استقبال کرنے کی ضرورت میں غصے میں کی اپنے تکلیف سے اسے گھومتا رہا۔ وہ میرے بولنے کا مضطرب رہا۔ آخر میں نے ابدا کہ۔ "جزیرہ قری کے مقدس کاہن کا ہوا دھرنے کی رحمت کیسے کی؟"

"جاہلین یوسف: میں تم سے یہ خود شائے آیا ہوں کہ مقدس آقا کا نے اپنی جہاد سے خارج ہو کر تھوڑی نظر قری کے حکام واپس لے لیے ہیں اور امید ظاہر ہے کہ وہ تین قبیلوں کے سردار کی حیثیت سے اپنی فتنے قری میں دھول سے انجام دے گئے۔ سوال نے مجھ پر بھی لیا۔

گھو مجھ پر ہی میں ہوں ان کے آدے کے بعد کوئی حصار قائم نہیں کیا گیا تھا۔

لیکن میرے نہ مل گیا۔ ایک نڈال سے دوسرے نڈال میں۔ میں نے کہا۔

"مقدس سوال: میں آقا کا کی اس غایت کا شکر گزار ہوں۔ اس نے اپنی جہاد کے دنوں میں اس سرکش گھرنے کو کھانے سے باز رکھا تھا کہ وہ اس کی محبوب

جزیرہ کو چھیرے کے دہ سے بڑھے۔ اس کے احکام کے استرود کا حاملہ کون کس کتبہ؟

"جزیرہ قری کے سردار آسمان نے سختی سے کہا: میں تمہاری لائے شے نہیں بخم دینے آیا ہوں۔

میں نے حکم سن لیا۔ میں نے بھی ایسی جہاں میں چاہا۔ یہ مقدس آقا کا نے کہا کہ اسے طاقت اور کثرت کی مکمل پسند تھی تو مجھے طاقت اور سرکشی کی اجازت دے۔ وہ مجھے جزیرہ قری سے باہر بھیجے گا بندہ روت کرے۔ اس طرح مجھے اپنے بازوؤں کے زردار جسم کے شکر کا نشانہ دیکھنے کا موقع مل جائے گا۔ ایک معمولی اس نے باہر کیا کہ کتا ہے اور اس طرح میں بہت سے مظاہرے دیکھنے سے بچ جاؤں گا جو یہاں دیکھ کر مجھے دیکھنے پڑیں گے۔ یہ میرا پیغام ہے مقدس کاہن کا میں تم سے پہنچا دیتا۔

تھیں اس پر سردار سردار میں مقدس کھدا آقا کا کی غیر معمولی بصیرت اور طاقت پیش نظر کی جاوے اور اس کی روشنی میں تمام اٹھانے پائین۔ سوال نے سختی فرمائیں کیا۔

میں کس کا غلام ہوں؟

"اد غلام کو اپنے آقا کی بصیرت پر اعتماد کرنا چاہیے۔"

میں جیسا تھا بیان غلاموں کے درجے میں تھا۔ ایک مذکورہ نام ہو ایک کوئی سزا ایک کا کتاب ایک عام آدمی غلامی پر تھا غلام تو عوام ہوتا ہے۔

تم یہاں سے دوبارہ اپنے قبیلے میں واپس جا سکتے ہو۔

"اگر میں انھیں اپنا چھوڑ دوں گا تو میں کون نڈال سے واپس آتا ہوں گا؟ ان سے کون کدہ دیکھیں نہیں۔"

مجھے میرے جوابات سے سوال کے اتنے پتہ کو قری کی تکلیف ابھری۔ اس نے مزید گفت کرے پہلوی کی اور واپس چلا گیا۔ میں باہر آوازاں اور بخوانی کے لیے ہوج نہیں تھے۔ میں نے مذکورہ طرف مل گیا جس سے سارے تین ماہ کی مھول آکر نہ کے لیے میں نے سند میں اپنے قدم ڈال دیے۔

دو دن تک میں وہیں بیٹھ رہا۔ پہلے میں سب سے پہلے کی آبادی سے دوڑ دھوکتا رہا۔ میں نے پہلے کو طبیعت میں جاتی تھی۔ وہاں تفریق میں تھیں میں اپنے درخت تھے جو خشک تیل دیتے ہیں اور باؤں تھے جو جمع کے لیے ترے ہیں اور پانی تھا جو ہم وہاں میں تری نکلتا ہے۔ میرے دھ جب میں ایک درخت کے سامنے سے ایک ہرن سے ٹکرا رہا تھا کہ جسے میں کاٹنے پر کسی نے ہاتھ دیا۔ میں نے یہ چیز مرکز دیکھا وہاں کاہن کا عظم سوال کھڑا تھا اور مجھے کہہ رہا تھا۔

"مقدس آقا کا کی طرف سے تم سے جس چیز نے اسباب جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔"

میں نے یہ جاہلین یوسف الحار، تاکہ بڑا عظم کی علمی سرزمین کے تین قبیلوں کا سردار ہونے کے باوجود ایک نڈال میں ہو گیا کہ وہاں کا تھا، جب میں نڈال سے آزاد ہوا تو میں نے اپنے قبیلے سے کنارہ کشی کر لی اور جنگل میں گھومتا رہا۔ مجھے آزاد ہونے میں دن ہو گئے۔ شاید یہ ایک احتجاج تھا اور اتنی مدت گزارنے کے بعد اس ظلم خانے میں مذہب دیکھ کے ایک شخص جاہلین یوسف کو احتجاج کا یہ حق ضرور حاصل ہو گیا تھا۔ میں نے ایک بری نیز خود پر غاری کر لی تھی اور آبادی کی طرف جلد کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا کیونکہ میرے بڑا دل بے چل اور سردار کا نہا مجھے تمام تفکرات اور اخلاقیات سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ میں سبز چٹے، سونہری زمین اور سردی کا تازہ ہوا میں سو گھنٹا پہر تھا۔ میرا مستقبل کیا ہے اور مجھے کہاں تک جانا ہے۔

مجھے خود نہیں معلوم تھا۔ میں کہہ ایک ایک شخصہ دل سے جاں بر رہ سکوں گا اور ایک میرے اصحاب جواب دے جائیں گے۔ مستقبل پر ایک گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ ماں یہ بہت آسان تھا کہ آزاد ہونے کے بعد میرے دوبارہ آبادی کا رخ کرنا اور غلامی پر چل کر چلا کر اپنی غریب ان کی جراثیم مندل کرنے کی کوشش کرنا۔ میں کسی آبادی میں چلا ہوا جہاں نوجوان لڑکیاں اور شرابی موجود تھیں اور ان سے بڑھ کر سر ہو گئے۔ دل نے بڑا دل کا فائدہ اٹھاؤں کے متعلق تھے مگر میں وہاں نہیں گیا۔ وہاں جا کر کیا کرنا؟ اقتدار میں بڑی دیکھیں ہوئی تھی۔ میں نے جی میں جن غریبوں کا احساس ہو رہا ہے، عام زندگی میں اتنی بڑی عورتیں نہیں ہوتیں۔ اقتدار ہیشہ محدود ہو رہا ہے اور پھر اقتدار پر ایک اعتبار کی تھوڑی سی رہتی ہے اور پھر اقتدار اپنے مقتدر لوگوں کے ساتھ بے رحمی کا نظارہ کر رہا ہے۔ اقتدار ایک نازک اور نامسترب ہے جو بھی بٹا ہے۔ سرگور اور پھیل جاتا ہے اور کبھی کسی کے ساتھ نہیں رہتا۔ وہ کبھی مطمئن زندگی نہیں کرتے جو مقتدر ہوتے ہیں۔ میں مذہب دینا میں رہ کر کبھی ان کا وسیع اقتدار اور اقتدار حاصل کرنا نہیں۔ میں اقتدار ایک نڈال کا اقتدار تھا۔ بہر مقتدر شخص ایک بلیہ ہوتا ہے جو خود بھی نڈال میں رہتا ہے اور اسے ہمیشہ یہ خدشا لاحق رہتا ہے کہ قری دار دہم ہو جائیں۔ قری دار ہوا میں گئے جو بلیہ کے وجود کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی جیلا کا دہم قریلوں سے مشروط ہے۔ جزیرہ قری میں یہی کیفیت تھی۔ میری کیفیت ایک جیل کی تھی۔ میں خود ایک قیدی تھا۔ ایک قیدی جو مجھے قیدیوں کو کھڑے کی قدرت رکھتا تھا۔ سو میں آبادی کی طرف نہیں گیا۔ جب ایک کاہن کاہن اعظم نے میرے کانڈے پر ہاتھ رکھا کہ مجھے مسے خواہوں سے پیدا کیا

ادیرہ اللہ سے سنائی کہ آقا کا کی طرف سے مجھے جزیرہ اسار

جیلے کی اجازت دے دی گئی ہے تو مجھے اپنی سماعت اور وجود پر مشتبہ ہوا۔ میں نے کاہن اعظم سوال کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا وہاں سمندر کی ہی گہرائی تھی۔ ان نظروں میں کچھ تلاش کی شکل تھا۔ میں ہنسنے لپٹے آپ سے اچھا رہا اور پھر ایک شہنی دو حوصلہ میں نصیر کرنا ہوا ایک عزم کے ساتھ اٹھا اور میں نے کاہن اعظم کے سامنے گردن جھکا دی۔

"تم نے سنا، میں نے کیا کہا ہے؟ سوال نے اسے سنبھل لیا۔

"ہاں۔ میں نے ایک مختصر خاموشی کے بعد کہا۔ میں نے سن لیا ہے۔ جزیرہ اسار۔ میں نے بڑبڑا ہوا مقدس آقا کا نے آخر اپنے غلام کی دیر پر غماخ کی گھیل کر دی ہے۔"

"ہم سب اس کے غلام ہیں۔ اس کے فیصلوں کو دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے۔ سوال نے اہمیت کے ساتھ کہا۔ اس نے تھکانے لیے ایک موقع فراہم کیا کہ اس کے اور اپنے دریا فاصلہ کم سے کم کر دے۔"

"فاصلہ۔" میرے لیے میں طنز شامل ہو گیا۔ فاصلے کی بات خوب کہی تھیں، مقدس سوال۔ کبھی یہ فاصلہ دور کرنے کی سعی کی ہے ہیں۔ اگر وہاں کے جلیل القدر فاضل بھی۔ یہ فاصلہ زمانے کے ساتھ قائم ہے اور کب تک قائم ہے گا۔ یہ فاصلہ زمانہ کم ہوتا جائے گا۔ دوری کا احساس بڑھتا جاتا ہے۔

"میں تم سے مرمت یہ اعلان دینے آیا تھا۔ میرے پاس ناپسندیدہ باتیں سننے کی مہلت نہیں ہے۔ تم تین راتیں گزارنے کے بعد یہاں سے اسار روانہ ہو گئے ہو۔ ان تین راتوں میں تم کس جاتے کے لیے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرو گے اور ہمارا کا کا کی خدمت میں قربانیاں پیش کرو گے، اگر تم ایسا کرنا چاہو۔ سوال نے ٹھٹھکیے ہوئے کہا۔

"میری باتوں میں ناپسندیدگی کا عنصر شامل ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔ میں نے مجھ سے کہا۔ مقدس کاہن: میں تم سے نصیر دلاتا ہوں کہ مسکے زمین میں بہت سے تصور ماند پڑ گئے ہیں۔ میں تم سے اپنی گرفتہ نظروں پر بھی معذرت خواہ ہوں۔ میں تین پہنے کی اس تنہائی میں کبھی بارش نہیں اور کبھی بارانام ہوا ہوں۔ آخر ندامت مجھ پر غالب آگئی ہے۔ مجھے احساس ہے کہ غلط فہمی ناراضی و شکایت کے لفظ یہاں مڑ کر ہیں۔ میں نے قبیلہ دوراں میں اپنے نہاں ناز دہل سے آؤ کی کھڑپے کی کوشش کی ہے اب مجھے فاصلوں کی دوری یا کسی کا کوئی خیال نہیں ہے لیکن اس عجز اور سکوت سے مرمت کی جاتی ہے۔"

جابر بن یوسف؛ جزیرہ توری کے معزز سردار یا سردار
مقاتلہ انداز میں ہوا۔ اسار جانے کی اجازت خود ایک اظہارِ قدرت
ہے، یہ سعادت بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اگر تم نے
دور اندیشی، اعتدال سے امداد لے کر دیکھ کر پہلا شروع کیا تو ایسا
اس سے بڑی سعادتوں کی توقع کر سکتے ہو۔ اساساً قربت ہی
بہت کچھ ہے۔ تم نے ایک مختصر عرصے میں اس سے قربت کے مطالعہ
میں اپنا نام نمایاں کر لیا ہے۔

سرمال بہت رنگ رنگ کر اپنا مافی الضمیر ادا کر رہا تھا، وہ
بحث اور محبت سے گزرنا نظر آتا تھا اور اپنے فرض، یعنی اطلاع
دینے اور حکم منتقل کرنے کے کام کے معاملے میں اس وقت بہت
مسند معلوم ہوتا تھا۔ شاید اس نے انجینئر کا یہ دتیر میرے جذباتی
بانات اور دلخیز و تندریت سے عاجز کرنا اختیار کیا تھا۔ میں نے یہ
انجینئر ختم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس درخت کے گرد کوئی لڑا لڑا
بات کی بھی نہیں جاسکتی تھی اور نہ ہی مجھے سوال سے مزید کچھ پوچھنے
کی ضرورت محسوس ہوتی تھی، مجھے بس کیا تھا کہ میں اسار جانوں۔
میں اسار جانے کے لیے تیار تھا۔ مجھے کبھی ہاتھ پر قہر نہیں جاتا
میں کہیں جہان کے لیے کرسٹ ہوتا تھا، ذوق صرف اتنا تھا کہ اسار
جانے کا یہ خود خواہش مند تھا، تاریک تر اعلیٰ کے اُس جزیرے
کو بعض اعتبارات سے منفرد حیثیت حاصل تھی۔ یہ میری فضیلت اور
طاقت کی برتری کی منزل تھی۔ فضیلت اور طاقت ہی سے اس
سرزمین میں سر بلند کر کے چلا جاسکتا تھا، ہم سب ہم نامی مذہب
لوگ کیا یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے۔ اور لوگ توری
کرتے مگر سرنگا اور مدار پر یوسف کو یہ حکمرانی اور قناعت پسند نہیں
تھی۔ اس سرزمین کے بار جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا مگر اس
سرزمین کے اندر بہت سے راستے تھے۔ ایک ہمیشی امید تھی کہ
شاید کہیں کوئی راستہ نظر آجائے۔ سرمال کی اطلاع سے میرے
جسم کی راکھ میں کوئی جینگاری سی ہلکی اور اس کے رخصت ہوتے
ہوئے یہ راجم گری سے باقاعدہ چپنے لگا۔ اسار ابد ہزار
انھیں سر کر لیا گیا تو تاریک جزائرم میں یہ اور درجہ بلند ہو جائے گا اور میں
میاں ایک بے مقصد زندگی نہیں گزاروں گا۔

میں نے مذہبِ انداز میں سوال کے ہاتھوں کو ہر جا اور
آبادی کی طرف متوجہ کر دیا۔ شام کو دیکھی تھی اور رات نے اپنے
مہربان بازو توری کے باشندوں کے لیے وا کر دیے تھے۔ چلتے پھرتے
میں نے پرانہ ذہن نے مجھے درخشاں شروع کیا۔ عزیز یی جابر!
کیا تو نے اس امر پر بھی غور کیا کہ آقا جانے اس موقع پر کیوں مجھے

جزیرہ اسار بھیجے کی اجازت دی ہے؟ میں نے اپنے ذہن کو
کھجایا۔ بازو۔ کیا اس میں بھی مجھے کوئی پہلو نظر آ رہا ہے مجھے
اور پریشان ذکر ہے۔

لیکن میں نے ذہن کو قزاق نہیں کیا۔ اس نے مجھے اگلا
شروع کر دیا۔ وہ جانتی ہے کہ توری کی سرحدوں سے دور جلا
جانے ناکہ مذہب و نوجوان شراویاں قبولیت حاصل کر کے اس
کے قریب ہو جائے۔ وہ ایسی ہی طرف مائل ہے مجھے اپنا خون
کھولنا ہر اعسوس ہوا نہیں۔ میں نے خوف سے کہا: کیسی عفتا
دلیل ہے۔ کیا وہ شراویہ کو میری موجودگی میں سرجوں سے نہیں ڈرائے؟
کیا اسے میرا اتنا خیال ہو گیا کہ یہ موت انھی امور کے بالے ہیں
سوچتی رہتی ہے؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس نے اپنی اور میری قربت
کا جواز پیدا کرنے کے لیے مجھے اسار جانے کی اجازت دی ہو تاکہ
میں کامیاب کامران ہو کر اس کی طلب کا معجز سر اور اعلیٰ کیا جاسکوں
اور وہ ایک برگزیدہ شخص جابر بن یوسف کے لیے زادہ سے زیادہ
لحے وقت کر سکے۔ خشک ہے، اب آسمان سے بجلی گرے یا زمین
میرا وجود رداشت کرنے سے گزر کر ہے۔ مگر اسار میں میں نے کوئی
کارنامہ انجام دیا تو میری والدہ کی کوئی نہیں ہو گا۔ میں جزیرہ
اسار کے متعلق اپنے ذہن کو قائل اور گاہ کرتا ہوا آبادی میں داخل ہو
گیا۔ ان کا سردار ایک معتقدت کے بعد انھیں پھر نظر آیا تھا وہ
اپنے سردار کی اس ماضی رو پوشی کے مادی ہو چکے تھے، چنانچہ جب
میں وہاں پہنچا تو انھوں نے اس طرح میرا استقبال کیا جو ایک سردار
کی آمد پر توری کی روایت میں پکا تھا۔ میں زمانے سے واپس آیا تھا
لیکن ان کے سپردوں پر سب سے معتد ہونے کے حال کی کوئی رفق
نظر نہیں آ رہی تھی۔ آگے آتے میں نے وہ پتہ جدا کر دیے تھے جو
میرے ہم سے ملے ہوئے تھے، اب میں رہتا ہوں سرنگا، ملان، جیم
کے چند تھے میرے نوادر نے چھاپے تھے۔ مکان تک پہنچتے
نظارہ بھی میری والدہ کی مجلس میں شامل ہو گیا۔ غلاب توقع وہ
مجھے اپنے سامنے دیکھ کر خوشی سے نہ چپنے لگا۔ سر تا جمی دوڑی ہوئی
آگئی۔ اس کے ساتھ امر کی لڑکی جینا بھی تھی جو ابھی تک مجھے ہی
ہوتی نظر دے دیکھ رہی تھی۔



دوسرے دن صبح میں نے دونوں قبیلوں کے تمام لوگوں کی
موجودگی میں جزیرہ اسار کے سفر کا اعلان کیا اور مختلف لڑو خیز
زمین انجام دے کر جارا کا لاکھ مقدس رُوح کی خوشنودی حاصل کرنے
کا وظیفہ جاری رکھا۔ قبیلے کے افراد جارا کا لاکھ عبادت کے وقت

بست ہو جاتے تھے وہ دائرہ بنا کر دیوانہ وار رقص کرتے رہے۔
انھوں نے ایک دوسرے کے جسم پر دوسرے سے چھیدے اور ان سے
چھلکا ہوا خون اپنی ٹھیں میں چھین کے خنا میں اچھلتے رہے۔
یہ وظیفہ دوپہر تک جاری رہا، میں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے جارا کا
کی عبادت میں مصروف تھکے ہوئے لوگوں کو روکا، مدد نہ حال ہو
کر میرے سامنے ایستادہ ہو گئے اور میں نے اپنے جسم کی ماری
طاقت جمع کر کے اعلان کیا کہ جزیرہ توری کے باشندہ اتھارا
سردار اسار جا رہے۔ اپنے سردار کی روانگی تک قربانیاں پیش
کو اور اس کی کامرانی کے لیے جارا کا لاکھ کی رُوح کو راضی رکھو۔
کر جب وہ کامران واپس آئے گا تو مقدس آقا جانے اسے زیادہ
قریب ہو گا اور اتھارا علاقہ ایک عظیم مردانہ کام کرے گا۔

جب میں اپنا اعلان ختم کر چکا تو فراد، زائے اور توری کے
دوسرے سردار آدوہ لوگوں نے میرے سامنے اطاعت کا عہد
کیا۔ ان کا مجمع منتشر ہوا تو میں نے دیکھا، مذہب و نوجوان مجمع چرتا
ہوا تیر سے میری طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ میرے قریب پہنچ
گیا اور اس نے اپنا سر میرے قدموں میں ڈال دیا۔ میں نے اس
کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ بلند کیا، شراویہ کی آنکھوں میں آنسو تھے
اور ہر سے پر لجا ہوتی تھی۔ یہی وہ منحوس شخص تھا جس نے بوڑھے
ناجہ کی خانقاہ میں میری طویل عبادت میں دخل اندازی کی تھی۔ اُس
وقت سرنگا کی دیوی مجھے متنبہ کرنے آئی تھی اور میں وہ شر پر لپکا
تھا جس کی وجہ سے مجھے نہیں قبول کر کے سردار کو معتد ہونا پڑا تھا۔
اسے اپنے زور و دھمک کر میں سخت مضطرب ہو گیا۔ میرا ہاتھ اٹھنے
وہ گیا۔ میں اس کی آنکھیں نکال لیا اور اس کا چہرہ فوج لیا مگر
میں نے ایک جھٹکے سے اس کے بال جھوڑ دیے اور فراد کو اشارہ
کیا کہ وہ اس نوجوان کو میرے سامنے سے اٹھائے۔ فراد اور زار
نے تنگ دلی سے اسے دونوں شانوں سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ شراویہ
زار سے اور فراد کے درمیان جھل رہا تھا۔ یہ سیدی جابر! وہ انگریزی
میں مجھے مخاطب ہوا۔ میں مذہب و دنیا کا ایک شخص ہوں، یقین
کر دو میں تمھارا دوست ہوں، میں تمھارا غلام ہوں، میں تم سے کبھی
غدار ی نہیں کر سکتا۔ وہ فراد کو کہنے لگا۔

اس کی فریاد سے میرا غصہ بڑھ گیا اور میں نے نفرت سے
اسے کوٹھ دیا۔ اسے میرے سامنے سے دور کر دو اور میری مدد ہو جائی
میں اسے قبیلے کا کوئی کام نہ سونپو۔ اسے اس کی جھوٹی میں شرب
اور خوشی اور خدا میں فراہم کرتے رہو۔
انھیں۔ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ شراویہ نے جیج کر کہا۔

میرے ساتھ اتنا غلبہ نہ کر دو۔ میں کوئی کام کرنا چاہتا ہوں۔
مفسد سردار! تم مجھے کوئی کام سونپ کر دو دیکھو۔ شراویہ نے
خود کو دکھا کر کہا۔

”تھیں کوئی اہم کام سونا چاہتے؟ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔
پھر میں نے فراد کو حکم دیا کہ اسے میرے پہلوں میں کھڑا کیا جائے۔
شراویہ کو میری نشست کے بائیں طرف کھڑا کر دیا گیا۔ میں
نے اندازہ لگایا کہ فراداری اور اطاعت کا یقین دلانے کے لیے
وہ پوری طرح مستعد ہے۔ اس کا ہم پاسے کی طرح متحرک رہا تھا۔
میں نے دوبارہ اپنی نشست سے کھڑے ہو کر بلند آواز میں مجمع کو
مخاطب کیا کہ کون ہے وہ جس کے کہ میرے سامنے جزیرے پر
پانی برساتا ہے اور جس سے ہمارے باغ ہرے بھرے بہتے ہیں
اور ہمارے جانور دھوپ کا لطف اٹھاتے ہیں۔ وہ کون ہے؟
مجمع پر گہری خاموشی مسلط تھی، میں نے خود ہی کہنا شروع
کیا۔ وہ کوئی بھی ہو لیکن اس زمین پر ہم جس کے توسط سے اپنی
آسودگیوں کے لیے دھماکتے ہیں وہ جارا کا لاکھ مقدس رُوح،
ہیں یہی بتایا گیا ہے اور جو کچھ ہیں بتایا گیا ہے، وہ ہماری ہی خلق
کے لیے ہے کیونکہ ہمارا ذہن بہت مختصر ہے اور ہم بہت سی
باتیں جانتے سے قاصر ہیں، پس ہم جسے جانتے ہیں وہ جارا کا لاکھ
رُوح ہے جو آسمانوں میں بعض ارف و املا خالقوں سے ہماری
معاشر کے واسطے سرگرداں رہتی ہے جو جارا کا لاکھ مقدس
رُوح پر قربان ہوتے ہیں اور جو قربانیوں کے فرائض انجام دیتے
ہیں وہ امان میں رہتے ہیں۔ میں اسار جانے سے پہلے جارا کا لاکھ
کی مقدس رُوح کو خون میں غسل دینا چاہتا ہوں، مجھے خون کی
ضرورت ہے، کون ہے وہ جو اپنا خون پیش کرنے کے لیے تیار
ہے؟ وہ معبود اور اشارہ پیش نہیں سامنے آئے۔

میرے غیر متوقع اعلان سے مجمع میں کسنسی سی دوڑ گئی۔
ایک لمحے کے لیے وہ سب گنگ ہو گئے، کون ہے وہ متنبہ شخص؟
میں نے چٹا کر کہا کہ وہ میرے سامنے آئے اور گردن جھکا کر
میرے مخاطب میں اتنا جواہر و جلال تھا کہ ہزاروں افراد کا مجمع
لڑھ بر اندام ہو گیا۔ ایک مکمل سکوت۔ موت کی سی خاموشی
میں نے مسکرائے انھیں دیکھا اور ایک طائرانہ نظر ادھر سے ادھر
مجموعہ پر ڈالی۔ وہ صحت مند مذہب کا نشانہ تھے۔ میں نے پھر انھیں
پکارا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ سب پہلے شراویہ کی گردن جھکا
میرے سامنے آئے گا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو ششدر رہ
گیا۔ جیسے ہی شراویہ سامنے آیا، تمام لوگوں نے اپنے سر جھکا دیے۔

وہ سب جارا کا لکالی مقدس روح پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ جو تین مرد۔ جو جہاں کھڑا تھا، اس کی گردن کی ہوتی تھی اور تمام مجمع میں صحت سرتی ایک واحد لڑکی تھی جس کا سر بلند تھا۔ اس کے قریب جینا کھڑی تھی اور میری خاموش تھیں۔ سرنگ کی لڑکی سرتی ایک گڑبگڑی کمرکش لڑکی ثابت ہو رہی تھی۔ اس نے مجھے اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس کا سینہ بھلا ہوا تھا اور گردن تھی ہوتی تھی، لڑکی شرع شروع میں اپنی بد بونگی پر بڑی طرح شرماتی تھی۔ میں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ سن شباب کی ایک نادر تخلیق نظر آ رہی تھی، اس کے بدن میں گماڑ پیدا ہو گیا تھا۔ سر قد یقینی لالہ رخ۔

تم سب۔ میں نے سرتی کے شباب سے نظریں ہچا کر کہا

تم سب جارا کا لکالی مقدس روح پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو۔ تمہارا یہ اختیار کیا جارا کا لکالی کمرکش کے گماڑ مجھے صحت کی ضرورت ہے۔ سب پہلے مہذب نوجوان شراڈ نے اپنا سر پیش کیا تھا اسے پہلے جارا کا لکالی روح نے امان دی ہے اس کی اس کی قربانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، مان نوجوان شراڈ کو اس سعاد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ وہ خود قربان نہیں ہو سکتا البتہ وہ اپنے کسی عزیز ترین دوست کو قربانی کے لیے پیش کر سکتا ہے۔ نوجوان شراڈ کو ایذا نہ ہو کہ وہ اپنے بھائی کسی اور کا نام پیش کرے۔ کسی ایسے شخص کا ہمارا اس کے بہت قریب رہا ہوا رہا جس سے وہ اپنی قربت ثابت بھی کر سکے۔

میرے اعلان پر شراڈ لڑنے لگا۔ مجھے اس کا جواب معلوم تھا۔ میں نے سرتی کی طرف دیکھا، وہ مجھے شعلہ بار نظروں سے دیکھ رہی تھی، اس کے قریب کھڑی ہوئی جینا کی آنکھیں بھی ہوتی تھیں۔

تم کس کا نام تجویز کر دے؟ میں نے زہر خند سے پوچھا۔

شراڈ نے اپنے ہونٹ جھینٹ لیے۔ بڑی مشکل سے اس کے منہ سے یہ لفظ اٹھا ہونے لگا۔ معزز سردار خود ہی کسی کا فیصلہ کر لے، اس جزیرے کی مادی آبادی میرے قریب ہے اور سب زیادہ قربت میں معزز سردار سے رکھتا ہوں۔

میں جانتا ہوں نوجوان شراڈ میں جانتا ہوں مجھے مجھے کس درجہ لگا ہے۔ میں نے شر بار بار بچے میں کہا۔ میں نے لے دیکھ وہ دین میں جارا کا لکالی روح پر قربان ہونے کے لیے بہت تیار رہتا ہوں مگر میں اپنی خود قربانی طلب کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔ یہاں کون مجھے سب زیادہ عزیز ہے؟ بہتر ہے اس کا نام

نوجوان زبان سے لے

قریب تھا کہ شراڈ مجھ پر جھپٹ پڑا مگر اس کے دائیں ہاتھ فرار اور دائیں کھڑے تھے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا

قربانی کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ جلدی کر اور جبرہ توری کی تین پرستے کا جواز ثابت کر۔

شراڈ نے مجھ کا نام لینا آسان کام نہیں تھا، وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی تکلیف میں مبتلا تھا۔ میرے اصرار اور میری پراس نے مجھ کا سر تینا اظہار کر دیا۔ یہ اس نے مجھ پر دوسرا لکالی کیا تھا۔ میں نے سب سے قریب جھکتا ہوں۔ اس نے دھتک کہا، معزز سردار اس کی قربانی پیش کر دو۔

نوجوان کا لکالی مقدس روح کے ساتھ مذاق کرنا ہے مجھے۔ بدترین اذیت سے دوچار کر دیا جائے گا۔ میں نے دہلا کر کہا۔

ادنا کچھ نوجوان تو ایک معزز سردار کی قربانی کا مرتب ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کبھی سعادت نہیں کرے گا۔ شراڈ نے روتے ہوئے کہا۔ مجھے یہ کیوں پوچھتے ہو۔ تم فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہو، جو چاہو کر دو۔ یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور آنا فانا مجمع میں دو کمرکش ہو گیا۔

ہمارا کا لکالی مقدس روح گواہ ہے۔ میں نے جیج کر کہا

اور لے یہ قربانی قبول ہو۔ نوجوان شراڈ کو سامنے لایا جائے تاکہ وہ اپنی عزیز ہستی کی قربانی خود پیش کر سکے۔ میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔ وہ مہذب دنیا سے آتی ہوئی امریکی لڑکی جینا ہے۔ جینا پہلے کمرکش ہو کر گر گئی۔ میں نے دیکھا سرتی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے ماتھے کو بوسہ دیا اور اس کے کان میں کچھ کہنے کی کوشش کی پھر ایک فکر کی نگاہ دوڑائی ہوئی جرم میں گم ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کا ہاتھ جینا کو کچھ کمرکش کی طرف سے چلا گیا اور شراڈ کو کچھ کر اس کے ہاتھ میں ایک گنڈا سامنے دیا گیا۔ اس وقت جرم میں ایسا شور مچا ہوا کہ قریب کی آواز سنائی دینے لگا ہو گیا۔ ہر عمارت ڈھلنا شروع ہو گئی۔ فوجی بے سرو پا انداز میں اچھلنے کو نہ گئے۔ ہر طرف ہرج مچا رہی تھی۔ انھوں نے منظر کے گرد و آوازہ تنگ کر لیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے پاگل خانے کا دروازہ کھل گیا ہو یا قیدی فرار ہو رہے ہوں۔ وہ متحرک خون کا زیادہ سے زیادہ مست حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹنے لگے۔ جو عمارتوں کو قربان کرنے کی رسم انجام نہیں دے جاتی تھی مگر یہ کوئی متحرک چیز نہیں تھی۔ اپنی انشت پر کھڑے

ہو گیا تاکہ مجھے قربانی کی مقدس رسم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیا نوجوان شراڈ نے ہاتھ کا پ ہے تھے۔ اس نے جینا کا سر اپنی آنکھوں میں لے لیا اور اسے سینے سے لگا کر زار و قطار ڈالنے لگا۔ بے کوشش جینا کی آنکھیں پتھر جی تھیں۔ قبیلے کے برگزیدہ لوگ شراڈ کے اطراف میں کھڑے تھے۔ زلزلے اور فرار اور دھج و دھج ہج گئے تھے۔ قربانی کی رسم پہلے سے مختلف نہیں تھی۔ اس کی تفصیل خاصی درد انگیز اور غم ریز ہے، جینا کے رخساروں کو بوسے پہلے کے بعد شراڈ نے کس جبر سے اس کا سر قلم کیا؟ میں دیکھ نہیں سکا۔ اس وقت میرا دل جا ہٹا کہ میں یہ حکم واپس لے لوں لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ جو فیصلے دیوتاؤں کے نام پر کیے جاتے تھے انھیں واپس نہیں لیا جاتا تھا۔ میں نے دوسرے اتحادیہ جینا کا لاشہ پھونک رہا ہے اور اس کا نازہ خون مجھے لکے ہوئے بدن میں جمع کیا جا رہا ہے۔ اس خون میں جارا کا لکالی کھڑی کوشل دیا گیا اور اس میں سے ایک قدر سب سے پہلے میری خدمت میں پیش کیا گیا پھر شراڈ کو اپنی نگہبندی۔ اپنی غمگین کاغذوں پہنے کے لیے دیا گیا اور عبادت گزاروں نے وہاں پر کمر اور اس اداس۔ شراڈ خون کی کراہوں کی طرح اس رقص میں شامل ہو گیا جو قربانی کے سلسلے میں جاری تھا۔ پھر یہ ہوا کہ خون حاصل کرنے کے لیے لوگ بدن پر ٹوٹ پڑے اور دیکھتے دیکھتے جینا کی لاش اور اس کے خون کا دم آٹھان تک مچ گیا۔

شام ہوتے ہوئے جلد گاہ دو دم دو دم ہو گئی۔ مجھے اپنے نائین کی بلوریں آبادی تک پہنچا گیا۔ کچھ رات اور پھر آٹے والی بات۔ جب تک میں توری کے علاقے سے اوجھل نہ ہو جاؤں مارا قبیلہ عبادت میں مصروف ہو چکا تھا۔ جب میں نے اپنے مکان میں قدم رکھا تو مجھے سب سے پہلے یہ خبر دی گئی کہ سرتی نے گھر واپس نہیں آئی ہے۔ گو میں بہت تھکا ہوا اور اندھن تھا لیکن میں اس کی تلاش میں مندر کے کنارے تک نکلی گیا۔ سرتی مجھے نہیں نہیں ملی۔ آخر تھک کر میں واپس آ گیا۔

صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا۔

میرا خیال تھا کہ اب میں ایلیان سے اسار کی جانب روانہ ہو سکتا ہوں اور مجھے یقین تھا کہ شراڈ سے تک پہنچنے میں باقی کے گارڈ ہلے ایک سوار کے مرتبے سے لگا رہی ہوگی، وہ چونکہ ایک بڑا بڑا اور حساس نوجوان ہے اس لیے اس پل سے کاٹ دینا تک ناممکن ہے۔



رہے گا، مجھے بتایا گیا کہ شراڈ کی ذہنی حالت ابتر ہے اور وہ رات بھر اپنی جھڑپوں میں بیٹھنا بھٹکا رہا ہے اس نے مقام برتن توڑ دیے جس میں اس کے غنا میں اور شرویات بھیجے گئے تھے۔ اس نے ساری رات کب اور بے چینی میں گزار دی ہے جسے میں کوئی خاص مہنت نہیں ہوتی میرے دل و دماغ کا لکڑی جینا کی موت کے بعد بھی گونج رہا تھا، مجھے ایسا لگتا تھا جیسے جینا کی روح میرے سامنے کھڑی ہے اور ماتم کہیں ہے، میں ایک مضبوط اعصاب کا شخص کی بار بار تکتے ہیں جبر کر اٹھ گیا۔

یہ باتیں ایک ذہنی چشم ہزار کی عظمت اس کے جلال کے منافی تھیں، میں نے اپنے آپ کو سخت حسرت کا لکین ایک دستہ کی گمشدگی دوسرے اس کے سفر کے خیال نہ لکے ایک گونڈا انتشار میں اٹھاتے رکھا۔ جانے سے پہلے مجھے سوال اور تنگ سے ملنا تھا، جرح ہوتے ہی سب سے پہلے جزیرہ توری کے کابن اعظم کے عبادت خانے میں داخل ہوا وہ میرا آنا تھا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے سے جان شاری کا عہد کیا تھا، ہمارے دل اس دن صوفت ہوا بار بار کی طاقتوں کا وہ خلیہ نہ نہیں کیا۔ بڑی کاتی بات مناسب نہیں ہوتی تھی، ہم پہلے ہی بہت تنگ کر چکے تھے۔ وہ مجھے عہد و شرت پر تیار ہوا اور اس نے جزیرہ اس کے سلطان ایک مسرط بیان میرے نشان کیا، اس نے میری بدشانی پر ایک لکھنے پر اندھیرے میں لکھ لگا۔ مجا برن یوسف، جو ترم نے لکھا ہے، کبھی اس پر انکشاف کے کی کوشش نہ کرنا تھا، اپنی آنکھیں قدم قدم پر خیر و مرگ کی اپنے اندر غیر اعتدال مظاہر کا شہادہ کر لے اور انھیں سینے کی استطاعت پیدا کرنا تھا اور بدداشت ہی، علاوہ اوصاف ہیں، میں انھیں اس سے بڑا مشورہ نہیں دے سکتا، جو کچھ تم نے یہاں، بااگبان میں اور لوٹھے ناپ کی عبادت گاہ میں لکھا ہے اس کا بہترین استعمال کرنا اور اپنے فوارہ کو روزہ مرقون ہی پر تازہ دینا۔

اتنا لگنے اسار جانے سے پہلے طلب نہیں کیا تھا، ہمارا اس سے اس سلسلے میں، متفلسفہ کرنے سے کوئی نتیجہ ہونے کی توقع نہیں تھی۔ میں توری سے رخصت ہوتے وقت کابن اعظم کا اعتماد میں لینا چاہتا تھا تاکہ وہ توری میں میرے مفادات کی نگرانی کر سکے اور یہاں ابھرے ملے فتون کے بارے میں اس کا روزہ معاذہ ہو جاتا ہو جس نے کمال ناز و نڈی کا اور اس نے کمال شفقت کا روزہ اختیار کیے رکھا، اس نے میری خوشنکاح کیہوں پر مجھے سے کوئی جرح نہیں کیا، اتنا وہ خود کم اور گناہ معلوم ہوا تھا بار بار مجھے صبر و ضبط کی تلقین کرتا تھا پھر اپنی عبادت گاہ سے رخصت کرتے وقت اس نے اپنے لائق فرزند جمال کو حکم دیا کہ وہ کسی کڑوا سے ترم کے کمرے سے میرے لیے جملہ عاب تھا تا

یہاں خود اپنے قدم چمانے تھے۔ یہ کسی ملکہ آفتاباں کی طرف سے کیا
بغافار کی کام کے لیے نہیں آیا تھا تاہم یہ کہ کچھ عہدہ کر کے یہ کھلے
میدان میں پہنچا تو میرے ہر قدم سے بیعت دگ گئے، میری
لنگاہوں کے ساتھ دھند کی ایک دیوار اس تارہ تھی مجھے حرکت کرنے
آسمان صاف تھا بھرہ دھند کی چادر، یقیناً کوئی طلسمی نظارہ
خدا میں اس کے دوسری جانب دیکھنے سے تھک رہا تھا۔ میں قدم بڑھاتا ہوں
ہر دیوار کے قریب چلا گیا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے پھر اوپر
جا کر دیوار آخر پہنچاؤں۔ میں نے اس طلسمی دیوار کے ساتھ ساتھ
بڑھتا ہوں۔ عمارت کی دیواریں متواتر سفر کے باوجود میں کوئی راستہ
کھنکھنے میں نہیں پا رہا۔ میں نے آخر دیوار عہدہ کرنے کا ارادہ کر
اختیار طوطا بھی، محفوظ واقعہ کے طور پر میں نے ایک پتھر اٹھا کر
کی طرف پھینکا۔ کیا کوئی یقین کر سکتا ہے پتھر دھند سے اس طرف
تھا جیسے وہ سنگار دیوار جو، ایک ٹپکی سی آواز اٹھ رہی جس
پارکشت و درمک صیحتی جلی گئی۔ میں نے دھند کے قریب جا کر
اس کے مجھے اپنی نصارت پر آگے بڑھنے سے سفید بالوں کی ایک غلط

ایک لمحے کو خیال کرنا ہمیں ایسا تو نہیں ہے کہ میں اس
 بجائے کسی اور چیز پر پہنچ گیا ہوں یا اگر وہاں کا تجربہ میرے
 شہسب کے تقوت کے لیے کافی تھا سمندر سفر کے دوران کیا میں
 مسلسل ہر ایک آنکھوں سے حاصل کی جی ان تمام دوسروں
 باوجود میں اس تجربے کو بھٹا رہا، پتا چڑی پر گئے جنگ تھے۔ میں نے
 تلاش کی فکر کر کشن کی اور دیکھ کر انچاچو میں اشد زہن پر چھوڑنا
 بار راستے بدلے خوف دوسرا کو کوئی عالم مجھ پر طاری نہیں

”کامیاب ہونے کے لیے اس شخص کو دروازہ مقام تیری
 کے دروازے پر رکھنا ہے۔ یہ سب میں نے تنگ آ کر کیا ہے، میرے دوست
 پتا دے دو کہ اور مجھے اسرار کس قسمی حال سے نکال آئے۔“
 ”جانیو بیوسف!“ کامیاب کی عرض اور اس نے جواب دیا، ”تم
 کے اس فنکارانہ علم میں کیوں آگئے؟ بھاگ جاؤ۔ یہاں ہر طرف
 نظر ہے۔“

خواب“ وہ خواب ناگ لیسے میں بولی
میں اس شعلہ بدن لوہی کے اتھکاتے سینے لگا میں نے جست
دریا بہاتے ہوئے کہا۔ ”کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں
ناہیک را، یک را عظم کا حسین تر من مجسم میرے نصیب میں آیا ہے“
سکرتے ہوئے بولی۔ ”تم کوں کہو؟“

آواز میں کہتی: تم اپنی باطنی قوت کی بات کرتے ہو؟ جو برہمہ اسرار کی برہمروت کو دیوتاؤں نے غیر معمولی طاقت سے نوازا ہے، اسی لیے وہ مردوں پر نگرانی کرتی ہیں۔ اس لیے اپنے ہاتھ دیوتاؤں کی طرف دیکھ کر کہیں۔ عمل کی سبکیں دیواریں شق ہو گئیں۔ پھر اس نے اپنے بائیں بازو پر کھڑے ہوئے مرد کو اس طرح ہاتھ پر اٹھا لیا جسے وہ کھانا بنا رہا۔ اس نے مرد کو زمین پر چڑھا دیا۔ وہ بلبلا کر ابراہیم پر گیا۔ تلاش کا غضب میں نہیں تھا، اس نے غلطی کی حالت میں اپنے غریب دوست دانت کھٹکاتے اور اپنے لائے بالوں کو بھٹکا دیا، اس کے شہابی رخسار دکنے لگے اور ایک سارا ابلوان نیرودا اور حور قوس سے ہو گیا وہ سب مجھ سے کچھ خاصے پر کھڑی ہو گئیں اور میں ایک دائرے میں گر گیا۔ حد بانیزے مجھ پر تے ہوئے تھے۔

”کیا تم کبھی ہو کر میں تھادی غفلت و طاقت سے غفلت ہوئی؟ ایک ناظم کو اسی اصناف سے متصف ہونا چاہیے۔ میں نے دیوی سے کہا: شاید تم نے میری گرفتار کر لی ہو؟ میں تم سے دوستی کا خواہاں ہوں۔ میں تم سے اسکا سے سرتابی کرنے کی حرات نہیں کر رہا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ تعاون کرو گی تو میں تھادی غفلت کے لیے ایک خوب صورت تجربہ ثابت ہوں گا۔“

”آہ آہ وہ شدید مضمتے میں ہوئی۔ ایک مرد اسرار میں ناظم کے ساتھ بیگستانی کر رہا ہے؟ مقدس شطراب دیکھ رہی ہوگی، میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اپنے نرادر اٹکو دو۔“

”مقدس شطراب اس کی مراد اسرار کی سربراہ سے تھی۔ میں نے فوراً کہا: میرا مقصد شطراب کی خدمت میں پیش کر دو، وہ خود فیصلہ کرے گی کہ مقدس آقا بلا کے ایک سردار کے ثابیان شان کی قسم کی سزا تجری کی جلتے؟“

”ضرورت ہوئی تو تمہیں شطراب کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ ایک ناظم کی حیثیت سے میں خود تمہارے متعلق فیصلے کرنے کی مجاز ہوں۔“

”میں اپنے نرادر آتا ہوں سے حاضر ہوں، مجھے افسوس ہے تلک کش، اُمید ہے، تمہیں صاف کر دوں گی۔“

”خود کو حراست میں بھرو۔“

”ایک دوسری زمین پر میں ہمیشہ خود کو حراست میں بھٹا ہوتا اس کے اشارے پر نیزہ بردار میسر اور قریب آگئے اور مجھے سنی نوجوان حورتوں کی نسبت میں ابلوان سے باہر لایا گیا، ابلوان سے باہر حورتوں نے مجھے استہزائی نظروں سے دیکھا۔ پھر مجھے سیاہ پتھروں کی ایک مشکلاہ حراست میں لے جا کر ایک نیاں

میں ڈال دیا گیا۔

”سیاہ فام حورتیں میری نگاہیں تھیں، مجھے حیرت تھی کہ نرادر نے مجھے کسی اذیت سے دوچار نہیں کیا، وہ میرے نرادر اپنے ہاتھ سے نہیں اتار سکتی تھی کیونکہ یہ مقدس دیوتاؤں کی امانت تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ مجھے سمجھا دیا گیا تھا۔ اسرار میں میرا استقبال خوب ہوا تھا۔ مجھے جلدی آنے والے حالات سے نشتے کے لیے سوچنا تھا، میں اپنے نرادر کیسے اتار دیتا، میں سر چارہ، کہیں میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟ کیا مجھے اپنے نرادر اتار دینے چاہئیں تھے؟ انھیں اتار کر قوس میں سہارا ہونا مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرا فیصلہ درست ہے۔ انھیں معلوم ہو گا کہ اسرار میں کوئی مرد آیا ہے۔“

رات کا وقت تھا، میری نگاہیں حورتیں میرے سر پر نیچا پڑی غور سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ان سے گفتگو کی کوشش کی، ان سے پھر غنائی کرنا چاہا لیکن انھوں نے میری کسی بات پر جواب نہیں دیا، یوں ہی کھڑی رہیں۔ اصل میں میرے ذہن نے اسرار میں حورتوں کی بالاکوشی، ان کے ہاتھوں میں نیزے، مردوں کی کمر حشیت اور جو برہم توری کی یہ ضد حورتوں کی نگرانی کے اس تجربے کو دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ یہ میری غلطی تھی اور اس غلطی کا اندازہ مجھے اُس وقت شدت سے ہوا جب میری نگاہیں اٹھانوں نے مجھے زمین سے اٹھا لیا اور ایک آرام سے محل میں لے گئیں۔ میں سمجھا کہ شطراب کا محل ہے، یہاں اگر معلوم ہوا کہ جو برہمہ اسرار کوئی ایک ناظم نہیں ہے بلکہ کئی ناظم تعینات ہیں۔ رات کے وقت یہ محل ناویدہ رکشہ میں سے بھٹکا رہا تھا۔ وہاں کائنات کی حسین ترین مخلوق کا اجتماع تھا۔ ان میں تلاش بھی تھی جس نے دوسرا تمام ناظموں کے سامنے مجھے پیش کیا۔

اپنی روداد بیان کرنے سے پہلے میں اس شہنشاہ کا اعلان بیان کر دوں۔ یہاں شروع و سپر دیوتاؤں کا ایک ہزار موجود تھا۔ وہ سب پتھر کی اونچی چوٹیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے سہلوئے میں سیاہ فام خرمندہ مرد تھے۔ ان کے محبوب ان کے سامنے اور رکشہ میں خود ان کے سرخ بدن جھلکا ہے تھے۔ میں نے اسے اس میں رنگیں سے انھیں چکا چوند ہر جاتی تھیں۔ میرا روشنی، خوشبندی، مشرب نشاط، تالکشی سیال۔ میں کہاں تھا؟ میں اس بزم آرائی کا حال کیا بیان کر دوں؟ اسے میں کیا کیا بیان کر دوں اور کیا بیان نہ کر دوں؟ کون سی بات کہوں؟ کہوں؟ کس کا حال انھوں نے؟ نظر انداز کر دوں؟ گو میں باپ

میان لایا گیا تھا اور مجھے ابھی خبر نہیں سنائی جانے والی تھی پوری لغزہ باز بصارت انھوں نے قید نہیں کی تھی۔ پھر میں انھیں لغت کی نظر سے کیوں نہ دیکھتا، کیا میں اپنی آنکھیں پھوڑ دیتا؟

جب میں وہاں پہنچا جب میں نے انھیں دیکھا اور انھوں نے مجھے دیکھا تو ان کے جام پرست بازو وہیں تک گئے اور ان کے چہروں کا رنگ گہرا ہو گیا اور ان کے جسموں میں ایک مقررہ رابطہ کی ہوئی۔ ”یہ وہ۔“ تلاش نے کھڑے ہو کر ایک ادا سے کہا۔

”کون ہے وہ جو اس سرکش مرد کو اس کے اعلیٰ ترین نرادر کے ساتھ قبول کرنے پر آمادہ ہوا اور اسے قابو میں رکھنے کا عہدہ کرنے مقدس شطراب یہ عمل پسند کرے گی۔“

پھر مجھے تلاش کے حکم پر تمام ناظموں کے سامنے لکھا گیا۔ ہر سمن حورت نے میرا اچھی طرح جائزہ لیا، مجھے نگاہوں میں توڑا۔ میرے سینے کے نرادر دیکھے اور ایک دوسرے سے عین و آفرین کے کلمات کہے۔

”اگر کوئی لے لینا کر لیتی ہے اور اپنی نگرانی میں رکھنے کا یقین دلاتی ہے تو اسے اس وقت تک اس کی تحویل میں رکھا جائے گا جب تک کوئی دوسری اس کی اُمید دار کھڑی نہیں ہوتی۔ کسی ناظم کی تحویل میں دینے کے بعد کسی طور پر اس کی دوسروں سے دست برداری کا یقین کر لیا جائے گا۔ بظاہر اس کی کوئی اُمید نہیں ہے اس لیے یہی ناظم کی تحویل میں لے گا جو اسے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ تلاش نے اعلان کیا۔“

میں نے وہیں کھڑے کھڑے ایک اٹھکائی لی اور اپنے گلے سے شیشی نکال کر رکھائی۔ شیشی کی کچھ دھک سے وہ غاصی محفوظ ہو گئی۔ پھر میں نے اپنا چوٹی اڈوڈا شکر کر کے اپنے کانڈے پر بٹھالایا اور مسکرائے ان حسین و جمیل ناظموں کے سامنے شیشی زمین پر پھینک دی، شیشی زمین پر گر گئی تو وہاں سے ایک دھول سی اٹھی اور ایک گولھا سا پڑ گیا، میرے چوٹی اڈوڈے نے اسے فوراً زمین سے لیا اور میرے کانڈے پر چکر بیٹھ گیا۔ اس مظاہرے پر ان کے تجسس اور پرشکوہ چہروں کا تجسس اور گہرا ہو گیا۔ ان میں سے ایک نے بدترین حورت نازداد کے ساتھ اٹھی۔

”اس کی طلب کون نہیں کرے گا۔ مقدس شطراب بھی اسے پسند کرے گی، میں نے اپنی تحویل میں لینے کا اعلان کرتی ہوں۔“ تلاش نے اسے بتا دو کہ مجھے شطراب سے کس قدر قربت حاصل ہے اور مقدس آقا بلا کے دربار میں میرا کیا درجہ تھا؟

”میں لے تھادی نگرانی میں دیتی ہوں لیکن ایٹام۔ کیا تم

نے یہ فیصلہ خوب سمجھ کر کیا ہے؟“

”ہاں۔ اور اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو رہی ہے تو ”مقدس شطراب مجھے صاف کرے۔“

ناظم ایٹام کو سنگ کی دلی عورت معلوم ہوتی تھی۔ اس نے مجھ سے مجمع میں میرے ساتھ زیادتی کی۔ میں نے چلنا چاہا لیکن اس کا شوق اور فزوں ہو گیا۔ تیرہ مجھے مزاحمت کرک کر پڑی۔ اس نے مجھے اپنے قریب بٹھالایا اور غلام خاص کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے ایک جام تیار کرے۔ جب اُس نے مجھے پشش کرنا اور ایٹام نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے لبوں تک لے گئی۔ آدھا جام وہ خود پی گئی۔ وہاں مرد اور عورتیں ایک ساتھ ناچ رہے تھے اور موسیقی کی لہریں زمناں کہاں سے دردام میں گرج رہی تھیں، میری پشت پر ایٹام کا ہاتھ تھا اور وہ جام پر جام لٹکا رہی تھی۔ آخر شب یہ فصل خرم ہو گئی اور ایٹام میرے کانڈوں پر ہاتھ رکھے اٹھی۔ ہم دونوں ایک راہداری سے گزرتے، میرے پیچھے اس کے غلام مرد تھے، ہمارا ناظم ایک بڑے محل میں جا کر ٹکا۔ مجھے ایک غصولی کے میں بیٹھا دیا گیا۔

رات کو کسی نے مجھے نہیں بھیڑا۔ شاید رات پہلے ہی غاصی گزرتی تھی دوسری میں مجھے ایک اونچے ستون پر بٹھا دیا گیا، جہاں یہ ستون نصب تھا وہ مقام محلوں کے درمیان واقع تھا اور اس کو پچھلے کی حالت کسی بازار جیٹائی کی سی تھی۔ میرے سامنے جب خوش جہانوں کا جرم اٹھا ہوا تھا تو میرے پیچھے میں ایک رسی اعلان کیا جاتا تھا کہ مجھے ناظم ایٹام نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔ ادب میں ناظم ایٹام ہی کے تقریر میں ہوں، کوئی ہے جو مجھے ایٹام سے حاصل کرنے کے لیے مہارت کا اعلان کرے پھر اعلان صرف سوج خوب ہوئے تک ہے، اس کے بعد مجھے مستقلاً ایٹام کے محلے کر دیا جائے گا۔

میں ستون پر بیٹھا جا رہا اعلان سن رہا تھا اور اپنے سامنے سے گزرتی ہوئی حسین لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا۔ شام ہونے کو آگئی۔ وہ اعلان سن کر گرگشتیاں کر لیں۔ میرے پیچھے میں نصیلات پر چھینیں اور حراست سے مجھے دیکھ کر محل جائیں۔ میں ایک طلبہ شخص تھا۔ ہر عورت میرے حصول کے لیے کوشاں تھی۔ لیکن کوئی آگے بڑھنے پر تیار نہیں ہوتی تھی۔

انھی حورتوں میں میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ قریب تھا کہ میں ستون سے غیر متوازن ہو کر گر جاتا، اسار میں ایک شیشا چہرہ نظر آیا تھا۔ وہ نازنین اشارہ تھی۔ آقا بلا کی جگہ گاہ کی

وہ ماہ جمال ہے اس نے توری کی سرداری کے اعوان کے بعد میری راتوں کے گزرنے کے لیے بیٹھا تھا۔ پھر وہ اچانک غائب ہو گئی تھی۔ اشار میری طرف حیرت سے دیکھ رہی تھی اور اس کے سامنے میرے ہاتھ میں اعلان کیا جا رہا تھا۔

جَبَّ سے میں نے رنگ فوس کے اس جیسے اسرار میں قدم رکھا تھا۔ میرے ساتھ توڑتے سے ناقابل یقین اوقات پیش آئے تھے۔ کون تصور کر سکتا تھا کہ بارہن بوقت جیساراز صفات کا نوازہ ایسے حالات میں گھر جانے کا گرانے ایک ستون پر بٹھا جاتا ہے گا اور اس کی روانگی کے لیے حسین عورتوں کے جرم جمع ہو جائیں گے۔ میں سوچ رہا تھا، میری جنس تبدیل ہو گئی ہے۔

میں خود سے شرماتا تھا۔ وہ میری طرف ہرناک نگاہوں سے دیکھتی تھیں اور میں ان کی طرف اپنی نظروں سے۔ ایک وقت اس عورتوں کو اپنی طرف راغب نہ کر دیا۔ ہر کسی کی پناہ مانگیں۔ وہ مجھ سے تعقیب خاطر کی تمنی تھیں۔ میں ایک ایسا دور پر تھا جہاں ہر لڑکی سجانے کو تہہ کی جی میرے سخت بازوؤں میں اٹھیں گدا نظر آتا تھا، انہی مشتاق چہروں میں جب اشار کا چمکا دیکھا چہرہ نظر آتا تو میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میری نگاہیں نازنینوں نے مجھے پھر چھوٹایا۔

اشار خازانہ آتا ہلا کی ایک معزز کنیز تھی۔ اس نے میری مانیں بارہا مکانی تھیں اور میں نے ان گنت بار اس کے چہرے زار کی سیاحت کی تھی اسے میان دیکھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے آنکھوں میں کسی نے ٹھنڈا سر لگا دیا اور سخت نرمی پر مضمحل گردن کے نیچے تنکے رکھ دیا۔ پھر شروع میں اشار چوکی، بعد میں سکوٹنے لگی۔ میں اپنی ادنیٰ نشست سے چھینا جاتا تھا، اشار لے کر قہر آقا ہلا کی شراب ایسے میں ہوں، میں اس میں آ گیا ہوں، مجھے غور سے دیکھ اور میرے خشک لبوں کی تشنگی کو رو کر، مگر میرا اضطراب مجھے تنگ محسوس نہیں۔ انہی کوئی چیخ اشار میں خفیل نہیں کر سکا کیوں کہ میرا اندر مجھے ہونے لگی تھی جس نے مجھے روکیا۔ خاموش رہ اور اشارا دیکھتا ہا۔

ستون کے نیچے سرخ و سفید عورتوں کے جھگڑا آتے اور گزرتے۔ بار بار اعلان ہوتا مگر اشاریہ نام کا ماسنے کے بعد ان کے حوصلے سرور ہوجاتے، اشار کو نقشہ اشار میں کوئی خاص مقام حاصل تھا۔ اس کا کسی قدر اندازہ مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب ناظم بلاوش نے مجھے انظروں کے مشتاق میں پیش کیا تھا اور

اشار میں نے بطور کمر باندھ تھا۔ اشار میں نے جرات کی تھی جرات دی لوگ کرتے ہیں جنہیں ان کی جرات کے سچ کا تین ہوتا ہے۔ میں اشار کی خاموشی پر بھگتا ہوا ہوں اور اسے کئے لگا توری سے روکی کے قاتل کا بھی اعظم سمورالے نہایت کی تھی کو دیر تھانے کے مقدس ٹھکان کا استعمال صرف مخصوص موقعوں پر کیا جاتے خود میرے لیے بھی یہی مناسب تھا کہ میں کوئی ہنگامہ نہ سے پہلے جزیرہ اسرار کے قوانین اور اس کی طاقت کا اندازہ لگاؤں۔ ابھی کتنا وقت گزرا تھا، میری گردن شرم سے جھکی ہوئی تھی لیکن کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لیے یہ خرم نہ کہ وقت گزرا نہ لازم تھا۔ اشار میری بازیابی کا اعلان نہیں کر دیا۔ میری سر پر سر جھکاتے چلے گئے تھے یقین آ گیا کہ میری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ میں اشار کے میوہ کو دیا جاؤں گا کیا اسرار میں اشار میں سے زیادہ کوئی عورت جرات مند نہیں ہے؟ لیکن سوج خرو بہت سے پہلے اشار میرے ایک سے خرم کے درمیان نظر آئی۔ اس مرتبہ اس کے چہرے پر عزم کی گہرائی نظر آئی تھی میری پشت پر کھڑی ہوئی لوکی نے آخری بار ڈھول بجا کر اپنا اعلان دہرایا۔ جزیرہ اسرار کی معزز عورتوں اعلان سے سامنے اس وقت ان جزیروں کا سرور جا رہا کہ یوسف ابلا تو موجود ہے۔ دیر تھانے

ہماری آسوں کی جان کے لیے حیدر اور اسرار کی سرحدوں میں بیکہ رہا ہے۔ اس کے بازو سخت ہیں علم برتر ہے اور اس کا سینہ دیوتا کے دروازے آراستہ ہے۔ اس کی نگاہیں والہانہ اور اندازہ شعار اور رایت کے مطابق صرف اسی کو اس تحفہ خاص کی طاقت کا حق تھا ہے جس کی الہی جو معزز اشار میں نے اپنے لیے منتخب کر لیا۔ سوج خرو بہت سے پہلے جہاں اشار میں نے خرم اشار میں کے ملائے ہیں۔ پھر اشار دیا جاتا ہے گا کیوں ہے جو خرو اشار میں سے بڑا ثابت کرے یہ مرد حاصل کرے بہتر ہے جو اشار میں سے ہر مرد کے لیے مبارک کرے؟

فجیع میں اس اعلان کے بعد ایک جھنجھٹا ہوا ہوا اشار کی آواز اٹھ گئی، وہ بلند آواز ساری سرگوشیوں پر جاری آئے مقدس شہر مجھے حوصلہ دے گا۔ اشار نے اصرار سے کہا۔ میں مر کے لیے اشار میں سے مبارزت کرتا رہوں۔

تو راز دیا جا یا لیکن سیاہ خام عورتوں نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے حلقے میں لیا پھر مجھے نیچے آکر سیاہ پتھروں والے زندان میں ڈال دیا گیا۔ قید بند کی رات میرے لیے بڑی جاں کسل تھی۔ مجھے بات کا علم نہیں تھا کہ اشار اور اشار میں کے درمیان میرے حلق کی جنگ کا اندیشہ کتنی بڑھ چکا ہے؟ ان پتھروں کی جھڑپ میں کوئی لطیف خیال، حال کا کوئی احساس آتی نہیں تھا تھا جب کہ میں ایسی سرزمین میں آ گیا تھا جہاں جس کے دریا بہتے تھے دنیا میں جس سے کوئی صحت مندانے لکھ جاتے ہیں۔ جو پری کی جو جہنم میں مستیاں کھیتی ہوتی ہوں اپنے بازو و اس کے، سرشار نگاہوں میں انفلہ سے کی دعوت سینے علوہ جہوں، ہمارا ہر صفت کے لیے زندگی کا بھی مال لیا تھا؟ یہ تروہ جنت تھی جس کے خراب شاعر دیکھا کرتے ہیں مگر شاعر صرف خواب دیکھا کرتے ہیں۔ ان کی انڈے عشق کا کیا حال تو ہلاک رہ جن عشق کی یہ رازانی دیکھتے ہیں کچھ کہیں نہیں سکتا میں کوئی کائنات میں تھا۔ اس محسوس میں بڑا لطیف تھا مگر مجھے اس محسوس کی مارت نہیں تھی۔ کتنا تھا کزن لاقون سے اسرار میں عورتوں کو بلا رستی حاصل ہے شہر کا گزرا وہ اسی احترام سے کرتی تھیں جیسے آقا کا جزیرہ توری اور دوسرے جزیروں میں کیا جاتا تھا یہ جزیرہ آقا ہلا کی قلم روں شامل تھا۔ آقا ہلا نے مجھے بیان بھیجا تھا اور آقا ہلا نے مجھے بیان بھیجا تھا کیا وہ شہر اسے ناخوش ہوا دریا میں کسی تبدیلی کی خواہش مند ہے؟ کیا اس نے مجھے ایسے ریل کے کنارے پہنچا دیا ہے جہاں مجھے تشنگی کی شکایت نہ رہ جائے اور میں سرب ہر کے اس کی طلب دست کش ہو جاؤں؟ شہر کا کوئی طرح ہو گا کہ مجھے اسرار کی سرحدوں میں کیوں دیکھا گیا ہے؟ یہاں میرے لیے ہر قدم پر خطر ہے۔ میں مجھے اپنی نظارہ بانٹا نکھیں بند کرینی چاہتا ہوں اور آگے والے مجھے ہائے میں سمجھ کر سے سوچنا چاہیے جو راز کو یقین ہے مگر میں کیوں؟ کیا میں اپنے طلسمی راز اور کھد سے یہ دریا پر گزرا رہا ہوں؟ اور جن خراب گاہر اشار کے قصہ پر بیخ جاؤں؟ اور اس کے کول کو وہ دست بڑا رہ جاتے؟ اور تمام اغتیاہات مجھے صوفیہ نے مجھے اپنے پاؤں پر چھوٹی لگی۔ ابھی نہیں۔ ابھی تو ایک کوئی عورت مرد بنے بیٹھے رہو اور ان تیسوں کو اپنے قریب بٹھکے دو۔

میری نگاہیں مجھے لطف کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ میں نے ان کا جواب نہایت میں دیا۔ ان کے سیاہ جسم روشنی میں دکھ رہے تھے دینے سے انہوں میں کتنے بڑے مستند سلیم جہر ہی تھیں۔ میں نے انہیں اشار سے کیے قرآن کی اشار سے بازی ختم ہو گئی۔ میں نے انہیں قریب بلایا تو وہ مجھ سے دور ہو گئیں۔ وہ میری اور میں ان کی سرت

دل میں یہ یوں ہی تڑپتا رہا۔



میں دور و نزدیک زندان کی دیواروں میں سر مار رہا تیسرے روز حافظہ لوگوں نے مجھے سے سے سے بانسور کا گلاخ عمار سے لے کر نکالا اور ایک سچ میں ان کے گھن جہاں اسرار کی نزل لوگوں کا تماشہ تیرن کی حیثیت سے سوج جھنوں ایک جانب پتھر کے اور پتھر تروں پر ناظروں کی نشستیں تھیں۔ دوسری جانب حافظہ دست کی سیاہ خام اور اکایاں تھیں میڈلن کے درمیان اشار اور اشار آئے سامنے پتھر کی نشستوں پر ایک دوسرے کو قہر آلود نگاہوں گھور رہی تھیں، مقابلے کا ہاتھ اشار شان و شوکت سے کیا گیا تھا۔ ان میں مرد بھی تھے جو عورتوں کے ساتھ چپکے سوتے تھے۔ مجھے پہلے میڈان میں سیاہ خام نگران عورتوں کی معیت میں لکھا گیا پھر پتھر کے ایک تنوں سے بازو دیا گیا۔ میرا خیال تھا شہر بھی اس جگہ میں شریک ہو گیا۔ ایسے مقابلے میں ہاں ہاں تھے۔ انہوں نے اپنی دل کی کا عجیب طریقہ ڈھونڈا تھا۔ حافظہ عورتیں مجھے تنوں سے بازو کر چھینے نہیں تو سرخ بالوں کی ایک بے حد حسین عورت اپنی شکست اٹھی اور اس نے میرے ہاتھ میں اپنے حلق سے کچھ کھینکے۔ میرے لفظ ادا کیے وہ جزیرہ اسرار کی بہت سی ناظروں کی ناظر اٹھ گئی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اس نے خرو کو اشار میں کے مقابلے میں کیوں پیش نہیں کیا؟ اس بات سے مجھے کھڑا کر میری وجاہت میں کوئی خامی ہے کہ میں اس حسین عورت کی نظروں میں نہیں آسکا۔ وہ اعلان کر رہی تھی۔ دیکھو دیکھو وہ ادنیٰ تھیں مگر یہ ادنیٰ دہاں دوسرے جزیروں کی مردانہ صفات کے مقابل کبھی جاتی تھیں۔

”جزیرہ اسرار کی معزز عورتوں اسرار کی ناظر اٹھ گئی۔ مجھے سے مخاطب ہے۔ راز اشار اور اشار میں پر عزم کریں۔ اصرار فیصلہ کرنے کے لیے ہیں۔ یہ مقدس شہر اپنے قصہ خاص میں اس مبارک سے لطف اندوز ہو رہی ہوگی۔ یہ مقابلہ اشار اور اشار میں کے درمیان ہے جو امنی مرد جا رہا ہے یوسف کی طلب کا گاہی۔ اگر کوئی فرق اپنی شکست قبول کرنے پر راجح ہی آتا رہا ہے تو اس کی اجازت دی جاتی ہے۔ سکورت دیکھو وہ اپنے انجام سے باخبر ہوگا۔ دورانی مقابلہ بھی شکست قبول کی جاسکتی ہے۔ مقابلے میں جڑ شمع کی طاقت کا اندازہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ فتح منکر یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ اپنے مطلب ہر کی بنشیں خود کھسے اور اس کے ساتھ حوصل کی لذتوں سے سرتار ہو۔ دیر تھانے نے یہ سرزمین وصل کے سترک منبہ ہی کے

یہ بنائی ہے۔ مقدس شوالہ کے فیصلے سے بالا میں وہ اپنے فیصلے کسی بھی لمحے جاری کر سکتی ہے۔ جو فتح مند ہوگی، وہ کوئی شکست اور اس کی نفس حرکت کرنے دار ہوگی۔ اور اگر فتح مند نہ ہو تو وہ اس سے کسی وقت بھی اس سے دست بردار ہو سکتی ہے۔ ایک پانچ گونہ جاننے کے بعد کوئی بھی پھر مقابلے کا دعوہ کر سکتی ہے۔ جبراً اسرار کے تمام مرد تمام عورتوں کے لیے ہیں۔

حسین و حبیہ قسم پر اپنا حکم سنا کے بھیجی گئی۔ سیاہ نام لوکیوں نے دھول پٹینے شروع کر دیے۔ یہ گویا مقابلے کے آغاز کا اعلان تھا۔ اشارہ اور ایشیام، برہنہ پا، برہنہ بدن، اپنی نشستوں سے اٹھ کر دھول کی پہلی چوٹ پر تیزی سے ایک دوسرے کے مقابلے پر آئیں۔ اپنا مذاق دیکھ رہا تھا۔ اشارہ اور ایشیام کے خوبصورت بدن پر پرتی ہوتی دھوپ نے ان کا رنگ شروع کر دیا تھا۔ اشارہ ایشیام کی طرح کپڑے معلوم نہیں ہوتی تھی۔ ایشیام نے اتنے ہی آفتاب اپنے لیے لیا ایک جھکے کے ساتھ چہرے کے آگے کیے۔ اس کا چہرہ چھپ گیا اور اس نے اپنے سر کو گوش دی شرم کر دی۔ اشارہ خاموش کھڑی تھی۔ اپنا ایک میں نے دیکھا کہ اشارہ کے بدن پر لڑہ لڑی ہو گیا تھا۔ اشارہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا ہے۔ اشارہ وہ زرد مقلی شے رہی ہے۔ اس کا لڑنا ہوا سراپا اپنا ہوا جسے سمجھنے سے لے کر جرات ایشیام کے سر کی گوش جاری رہی پھر اس نے بال اپشت پر کہے کہ فخری نگاہ سے اشارہ کو دیکھا اور گناہ منہ پر اس سے اس سے کوئی سوال کیا۔

یہ وہی اشارہ تھی جس نے مجھے پراسرار علوم کی ابتدائی تعلیم دی تھی میری تعلیم بار بار حجب کی ہی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اشارہ کے پاس اس آثار سے بچنے کا کوئی وسیلہ نہ ہو۔ ایشیام نے اپنی گوش روک کر سوال کیا تو اشارہ کو ہنسی لگائی۔ میں نے ایشیام کی پہلی جلیان میں اس مقابلے کی قدر کا اندازہ لگایا تھا۔ اشارہ میری خاطر میں ان میں کوئی تھی۔ ورنہ اس کا سرکہ وہ ناظر اور اس کا کوئی مقابلہ میں تھا۔ اشارہ کی شکست کے تصور ہی سے مجھ پر کینہ لگ گیا تھا۔ اشارہ کی فطرت میں جو معلومات اور گناہیں تھیں وہ مجھے فراہم ہو سکتی تھیں وہ کسی اور کی محبت میں ملنے نہیں تھیں۔ یہاں کا رونا و غشی گرم کھنکھانے کی آزادی ہوتی تو میرے تیر کچھ اور ہوتے، میں ان کے سامنے عربی کے فتنے سے سناٹا اور دھماکا کے جادو جگانا، اگر میں آزاد ہوتا تو مقرب دنیا کی عورتوں کی طرح عشرہ کرتا اور اپنے غمزہ و ناز سے کسی کا محبوب بن جاتا۔ وہ فتنہ زدن کی نازک دانی اور ان کے شاداب رخسار کا غرور دیکھ کر مردوں کے دل میں یہ خواہش بھی مٹتی تو سب کو وہ ایک نازک اندام عورت ہو

چلتے لیکن جب سے میں آیا تھا، ہی ہاتھوں میں منتقل ہو چکا تھا اور کئی نظروں میں سنا گیا تھا۔ غور سے اختیار کرمان تھا۔ اشارہ کا وہی نام عورتوں سے یقیناً مختلف ہوتا اور افسوس یہ تھا کہ اشارہ جابریہ یوسف اور اس کے زوار کی موجودگی میں پہلے ہی وار میں شکست کھا رہی تھی میری گرہوں میں کھنکھانے پیدا ہونے لگا اور میری ہتھیلیاں اٹھ گئیں میرا بدن چلنے لگا اور میں نے ایک انگڑائی سے کھینچنے سے تھوڑی دیر کاٹ لی۔ انھیں یہ سواغناں میں تھا کہ میں نے دھبی سے نہروا زانی کی تیر انھیں معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں سے گذر کر کہاں آیا ہوں حالانکہ یہ فراد میری شناخت کے ثبوت کے طور پر میرے گلے کا رہے تھے۔ جیسے ہی مجھے بندہ شرم سے آواز دے چکا کرتے ہوئے دیکھا گیا، برہنہ کی نگاہیں میری جانب پڑ گئیں، میں آگے بڑھ کر ایشیام کے جسم کے کھنکھانے کو دیکھا، دوسرے ہی لمحے میں سیاہ نام نیز اور عورتوں کے خوں نے مجھے گھیرے میں لے لیا، انھوں نے دوبارہ مجھے شرم سے باز رہا اور میرا سر کوئی پر پھیلے خال آگئیں۔ چہرے میں ایک عجیب تبدیلی دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ میدان میں ان کے بدن جلیوں کی طرح چکر رہے تھے جیسے وہ آسمانی جلیاں ہوں جو کئی منزلوں سے زمین کے سوا گھوڑا رہی ہوں اور زمین لگے غائب سے ڈر رہی ہوں۔ ان دو خوبصورت عورتوں میں ہلاک بھرتی، تیزی اور تندی آگئی تھی۔ وہ ایک دوسرے کو رہی تھیں۔ میری جانب اشارہ اور مجھ کے متوجہ ہونے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اشارہ کو اس لمحے کی فرصت مل گئی جو اسے میری ہڈیوں پر سے ہٹانے کا ایک بڑا خطرہ تھا۔ اشارہ میری طرف سے چلنے کے لیے بار بار ایسے لمحے ضرور چاہتیں۔ اشارہ نے وہ لمحہ ضائع نہیں کیا، ایشیام کا حال دیدی تھا، اشارہ کے لانسے ریشمی بال اس کے پیروں اور بدن پر چڑھ رہے تھے اور اشارہ کی دھشت کا حال ناخالی میان بنے وہ انھیں سر پر رکھتی تھی کبھی اشارہ کی اور سر کے بال تیز ہوا میں دھڑ دھڑک کر کچھ جاتے۔ اشارہ سکوت اختیار کر گیا تھا، وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر ایک مخصوص انداز میں کھڑی تھی جیسے کسی سے فریاد کر رہی ہو اور کسی سے شکایت کر رہی ہو۔ وہ اس طرح اس وقت تک منہ پر ہی جب اشارہ کے منہ سے کسی کی گئی تھی شروع نہ ہو گئیں۔ پھر اشارہ کی ایک لنگ لنگانے سے میرا دل لرز گیا۔

کاش اشارہ کا یہ انما کہ لڑنا ہی ایک ہی طرح اشارہ کے حق و ناز کا ثابت ہوتی۔ اس نے اپنا زانوہ بدل دیا اور اشارہ کی طرف سوال نظروں سے کھنکھانے کا شہید وہاں سے اشارہ ایشیام کے ہم میں گئی

کے سرے چیتہ بال چڑھ چکے تھے اور وہ اپنی اس بد صورتی پر شدید غصے میں نظر آتی تھی اس کا بدن اور جولاں پر لگا اور اشارہ کی شکست کا جواب دینے کے لیے وہ آگے کی طرح اشارہ کے سر کی طرف بڑھی اور اس نے اپنے بازو دھیرے لڑا اشارہ کا نازک بدن عاصی سے لے لیا اشارہ پر نظر پڑا اشارہ تھا، ایک بدن دوسرے بدن سے برہنہ تھا جس اپنے آپ سے جگہ کرنا تھا مگر میرے حواس اتنے مشتعل تھے کہ مجھے اس منظر سے لطف اندوز ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ایشیام کی پشت میری طرف تھی میں اس کی پشت کے جس کا ذکر نہیں کروں گا۔ میرا ہاتھ خود بخود دوشاپ کی طرف چلا گیا اور میرے ہی میں آئی کہ اشارہ ایشیام کی پیچھے بڑا دوں یا اپنا چہرہ اڑا دے چھوڑ دوں جس کا سر چس لے لیا انہی کے سیکھوں سے اس کا جسم پھیلے۔ میں کیا کروں؟ میرے ہاتھ بندے ہوئے تھے اور ان کی نظروں میں میرے لیے کوئی بد صورتی نہیں، صرف ہوس تھی میری بڑی کہاں کا لڑھکتی؟ اب میں ستون سے تھما نہ تھا میں کھنکھاتا، میرے اور گویا وہ عورتیں ہی تھیں جن کے تیرے میرے ملنے کے نزدیک تھے۔ سر میں پیچ و تاب کھانے لگا۔ میں کبھی انھیں بند کر لیتا تھا۔ اشارہ لڑا کہ لے لے ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ کچھ دیکھا اور سنا ہی نہ جاتے۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے پرست و دہشتہ تھیں ان میں لڑائی نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اس طرح دیکھ دیکھ میں ایک دوسرے کو چھوٹتی رہی۔ اشارہ کی جیتی اور اشارہ کی جیتی اس عالم میں نہیں رہی تھی تو میں نے سچا۔ میں اپنی جگہ کھڑے کھڑے جوں کو پھر میں دیکھنے کے کامل پھر اشارہ ایشیام کا جسم تیرے تیرا دونوں کا میں اعظم سوال نے تیرے زائد کی عبادت گاہ میں مجھے پراسرار علوم کے بعض نئے تسلیم کر کے مجھے بڑا اعتماد بخشا تھا مجھے بڑی حیرت تھی کہ اشارہ اپنی تمام طاقتیں بڑھنے لگیں اور یہ ہے جب کہ اسے آفتاب کی خاموشی کے تیرے کا شرف مال سے جب اسے کچھ نہیں آتا تھا تو اس نے یہ مقابلہ کرنے کی کیوں ممکن نہ تھی۔ وہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دی۔ میں اشارہ کے لیے تیریاں میں آیا تھا۔

انھوں نے ایک دوسرے کو نہیں چھوڑا، نہ ان کی پیچھے میں کوئی فضلہ مال ہوئی تھی اشارہ ایشیام کا جسم جلیکتی ہوئی آگے لے آئی، کبھی اشارہ اشارہ کو دھکا دیتی تھی۔ مقابلہ دیکھنے والوں کی نظروں میں چینی بڑھ گئی تھی۔ مقابلے کے طول اور شدت سے میری قدر و منزلت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میں ہر طرف مظلوم تھا۔ یہاں اشارہ اشارہ کو چھوڑ دیا اور پھر جی سے چھپے کی طرف جگا لیک چلتے چلتے کپڑی وہ

ایک خاص مقام پر جا کر کوئی طلسمی عمل کرنا چاہتی ہوگی کہ اسے ہی میں اشارہ لے لے طلسم کر دیا، اشارہ نے غلاموں ایک جانب اشارہ کیا اور سب کی نظروں آسمان کی طرف لگ گئیں، سرخ رنگ کے شیشے کے ایک طلسمی خوں نے اچانک ہمیں سے تیرے ایشیام کو اپنے اندر فیکر لیا۔ یہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ اشارہ میں دو شیرازیں اپنی نشستوں سے اٹھ گئیں۔ اشارہ کا چہرہ خوشی سے دھکا تھا اور میری سانسوں کی رفتار تیز ہو گئی ایشیام اپنے دماغ میں شیشے کا خوں ٹوٹنے کی جلد جلد کر رہی تھی مجھے اشارہ کی اہمیت کا احساس ہوا کہ اشارہ کے پاس دیر تازہ کے نوآزمی تھے تو وہ یہ طلسم آسانی سے توڑ دیتی۔ ان سرخ پسند لڑکیوں کے بہتہ اجسام پر مرمی چھل جاتے تھے۔ وہ دیکھا تو نے انھیں پھر معمولی طاقتوں سے فراد تھا۔ یہ دماغی ایشیام کی سمجھ میں آگئی تھی کہ دھشت اور تیزی کے بجائے وہ اہلیان سے اشارہ کے حمل کا مقابلہ کرے۔ پہلے اس کا ارادہ ہو گا کہ وہ جزیرہ اسرار میں فراد اشارہ کو لے لے حملوں میں زبردستی لگن اشارہ کی ہر ہمتی میں ہر تندی کے گامے اس نے اپنے تیر بدلے۔ اب وہ پوری ہنسی کے خوں کے اندر جھینگی مختلف حرکتیں کر رہی تھی۔ اور اشارہ کا بھی یہی حال تھا۔ اشارہ ایک دھکا لہوا اور سرخ خوں کے ٹکڑے بھی جھینکے فضا میں بکھر گئے۔ ایشیام کا گناہ چہرہ پھر آفتاب انھما، خوں کے شیشوں نے اشارہ کا جسم چھید دیا۔ وہ کپڑے سے چھپتی ہوئی ایک طرف بھاگی۔ اشارہ اس کپڑے سے چھپے تھی اور اس کے ہاتھ مالک بائیں نیچے اوپر گر رہے تھے پھر اس کے ہاتھوں میں ریشم کی ڈوریاں نکلتی آئی، اور وہ اس نے اشارہ کی طرف، پھیل دیں اشارہ اس سے الجھ کر بڑی اور زمین پر گرنے کی طرح لڑھکتی، ساتھ ساتھ وہ دونوں میں بندھتی چلی گئی میرے لیے یہ شہدے سے نہیں تھے۔ میں میاں ان سے زیادہ کی توقع کر رہا تھا۔ میں بھول گیا تھا کہ اشارہ ایشیام دونوں نے شرم و بیجاں پایہ ہوگا۔ چنانچہ وہ اتنا سب نازاں حملے کرنے سے گریزاں ہیں اور صرف شکست چاہتی ہیں، کسی ایک کی طرف سے اعلان شکست اور میری بازائی نہ زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہی تھیں، اشارہ ڈور میں بندھ گئی۔ اب اشارہ بھاگتی ہوئی آگے کھینچ رہی تھی۔ اشارہ کچھ بدل نہیں پڑا اور اشارہ میں اٹا ہوا کچھ گرمی کی کیفیت باگلوں کی میں بھی اس کا احترام کرتا تھا، میں نے اپنے ہی میں بھرتی۔

بائیں دیکھا اور اپنے منہ سے ہوتے ہاتھوں کو، ہتھکی سے چھینش دینا یا باری لگا میں اس تماشا کی طرف کڑھتیں میری طرف پڑے عورتوں نے ہی توجہ نہیں دی، میں اپنا ہاتھ ریشم ہی میں کسی قدر اوپر

بوجہ بل کے امتیاق سے کہا۔ جب ہم اپنے حریف سے زور زانی کر رہی تھیں تو میری حالت عجیب تھی کئی بار میرا ہاتھ اپنے فرائد کے جانب ہٹا گیا تھا۔ سچ بچھڑتے تھیں۔ تھیں نہیں تھا کہ تمام کے مقابلے میں میری طاقت کی نشانی تھیں کہ میں نے خلاف کوشش و ترسہ فعل اندازی کی کوشش کی اور اس طرح تمہیں سننے کے دو مواقع فراہم کیے اور اس طرح تمام کوشش کو زیر کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس کا مطلب نہیں ہے کہ میں تمہاری طاقت و محنت سے خوف ہوں۔ اس کی طرف تو میں نے مذہب یا دنیا کے اس محرک خاصا بلکہ اس کو دیا ہے مگر میں تم سے دشمنی کروں گا کہ تم اپنا تہذیب تبدیل کر لو نہیں تو پھر مجھ سے بھی اس کی زمین کا احترام ہو جائے گا۔

تم دشمنی کرو گے؟ ایسا کہ تم بڑی نادانی کرو گے؟ اشارے میری گولن بچا ہوا، ہمیں ہاتھ رکھ کے مجھے بلے میں کرنا پائی تھیں بل کر کے بلے میں دشمنی خرام ہوں۔

اس کی شہادت پر میں ہر جہری لے کر کھڑا ہوا اور میں نے تنہی سے کہا۔ اشارہ کیا کہ میرا غریب موتی تعذر جرح کر رہی ہو؟ یہ نہیں اور دشمنی نے ہر کسے ہیں میں تمہارے بلے ہیں اور تم مجھے جانتی ہو کہ میری مرثی میں کسی بناوت جبری ہوتی ہے؟ آؤ فیضان سے مجھے اور مجھے بتاؤ کہ یہاں کتنی تمہیں ہادی کی سبک سے غوطہ برد رہی ہیں۔

اشارے میری نظریں اس بار تو میرے نہیں اور اس کے باک ہاتھ ہیں ایک بھگی کی نظر آئی۔ وہ بلاشبہ کچھ سوچتی رہی اور اس نے چہرے پر تڑکرا نہیں چوکی کے اور گرو پھیلا دیا اور مجھ سے کسی قدر نرم پھیرے میں زور کی سے مقابلے ہوئی تھیں یہاں تک کہ اس کیسے گئے؟ "میں اس کے قاتلانہ اور بچے سے بچو گا کہ اس کا رتہ بدلا ہو گا کہ ہے؟ یہ میرے شک کے ہیں کسی نے اس کو کیا کیا میں نے شکست سے کہا۔ تم جبر تری سے چل آئیں تو میں نے ایک مدت مختلف جزیروں موزوں اور فاس میں گزاری میں

تین مہینوں کا سوار بنا اور میں اپنی شامیت سے تعذر اقبال کے برگزیدہ لوگوں کی صف میں شمار ہونے لگا۔ اسی انہیں مجھے انچورڈ کے ہاتھوں نے کینچہ لایا لیکن میں نے وہاں سے بھی نجات حاصل کر لی تم جانتی ہو کہ مجھے تعذر اقبال کے متروک جن کو نے کاش کاش کر دیا ہے سبوں نے اس کے پیش از پیش قریب کیے کسی ایک جگہ قیامت نہیں کی۔ میں جھکتا ہوا اور انھیں اسارے کا کھڑا تھمے اس کے اسرار سے اٹھ کر۔ اس کی زبان کی غریبہ مرزین۔۔۔۔۔ میں جوش میں کہ کہنا جاتا تھا اشارے میرے منہ ہاتھ رکھ دیا۔

جاہلین ایسٹ آ! اس نے نکتہ سے کہا۔ اسرار میں سب چیزیں سے مختلف ہے جن میں تم نے دکھا ہے اور اس کا ذکر تم نے نہ کیے یہاں تک کہ غلط افکار بلا کی نیابت کرتی ہے اسے خیر ضروری مناسبت سے لڑا گیا ہے۔ کیا تم سوچ سکتے ہو کہ میں اسے ہر تعذر ملامت سے تعذر اقبال کے کوشش کا اعظم عاملوں کی نائید حاصل ہے اور اس کا کوشش بیزاریں اقامت کر رہی؟ جاہلین اسرار میں سب کے بڑا کاہن اور اسرار میں سب کے بڑا سحر ہے اس کی انکھیں ہر سو جھکتی ہیں۔ اشارے کسی قدر خوف سے کہا۔

میں جاہلین کی غفلت کا احوال سن چکا ہوں کیا میں یہ سمجھوں میں نے ترشی سے بچاؤ کرتے میری سو فطرت پر ہزار ہزار کھڑے؟ اور کیا میں دیر تاؤں کروں میں لاکر تم پر اعتماد کر سکتا ہوں؟

میں اسرار میں تعذر اقبال کی بڑا زانیہ کی سوا کچھ نہیں جانتی اشارہ صغری انداز میری شامیت جانتی تھی۔ میں نے غفلت کو کاش بل دیا۔ کیا مجھے تعذر اقبال کے خوف سے گھر سے گھر؟

جب چاہئے کہ تمہیں اپنے تعذر طلب کر لے گی۔ اور وہ کیوں چاہے گی؟ میں نے جواب کیا۔ گو میں اس سے نیاز حاصل کرنے کے لیے یہاں آ ہوں۔ میں نے سنی غلطی میں کیا۔

اور مجھے احوال ہو کہ اشارہ مجھ سے کل کر بات کرنے سے پہلے تو کوئی نہ دیکھتے تھے کہ بانی اور بے اعتبار اس کی زبان پر شعلہ کا نام آجاتا میں نے گھنٹہ گھنٹہ کی موت کے لیے تھی کوئی اور پھرنے لگا۔

تمہیں پہلے کیا ہو گیا تھا؟ اس کے خوب موتیوں پر سکرابٹ کیل مٹی میں تعذر اقبال کو رہی تھی۔

تم نے مجھے بہت پریشان کیا۔ میں نے اس کی زلفیں چومیں "تم تمہارے پہلے ہوں۔ اگلی کیا ہے؟ میں اسرار کی تائید میں تھا۔

تمہارے لطف کا پیر جاہلین اور انکھیں یہاں کی ہر سو گدی سے متعلق کرنے کی کوشش کی جاتے گی۔ میں ایک حرکت نہیں ہوں۔ مجھے ایک جگہ نہیں بیٹھا مانتا۔

یہ جیسے اسرار میں ہر جگہ گھوم رہی تھی۔ جاہلین اسرار میں اس کے اپنے خوف سے سزا رہا ہے۔ میں زندگی بھر تمہارے لیے مقابلے کر رہی تھی۔

"یہاں کے اسرار تمہارے لیے ناقابل فہم ہیں۔ اشارے خوف نگ سے کہا۔ میں جاہلین نہیں ہوتا۔ یہ کہتے تھے میں نے اشارہ کر اپنے زانو پر گزرا اور اس کے بوجہ میں ہر کچھ گئے گئے اور وہاں اسرار میں گئیں اور بڑوں ایک خوشبو جھانکی اور میں نے اقبال کے فوس تیز جن کا تعذر کیا۔ تعذر جرح سے ہر کچھ میں لیا ہے اور مجھے کچھ خبر نہیں تھی وہ تعذر جس نے جاہلین ایسٹ کو سحر و سحر اسرار میں زمین میں زندہ دکھاؤ لئے نہایت اہم شخصیت بنا دیا۔

ہمارے دو بار ملاقات کا حال کیا کہیں؟

بھگتی بڑی رات بے غری میں گزرتی

صبح ہوئی تو اشارہ کا اقبال اسرار میں تھا اور اس کے چہرے پر سحر ابد تازگی اور شادابی تھی۔ صبح جتنے میری خدمت میں اشارے کے فضا میں نے نفیس غلامیہ ہار شادابی پیش کر دیے لیکن ایک بے بسی کی بیکرواٹ ہو جاتی رہی۔ صبح کے یہ جگہ تازگی میں میرے گروہاں

خانا زادہ اقبال کی کوئی بی بی مال میں سے خوف میں نہیں تھی میں نے اشارے سے کہا کہ مجھے اسرار میں راہیں میں سے چلے۔ اس کے فوس میں مجھے فوس دیا۔ چہرے کے گئے میں بوجہ اس کا اعزاز دیا گیا۔ چہرہ اشارہ مجھے ایک

خان ایک اور اسے آلودگی کا جانب لے کر چل۔ اس کے فوس میں میرا ہاتھ تھا اور مجھ سے ایک قدم آگے کسی بڑی کے اند میں رہی تھی۔ میرے چہرے میں سکرابٹ ملدی تھی میں نے اپنے بیلے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

نگاہیں میری جانب اٹھیں اور حسرت کا خوبا کر کوئی بوجھ جانتی اشارہ اقامت و غفلت کی زمین تھی۔ بڑوں پاپا، بڑوں دادیاں ہاڑوں پڑنے تھے خوب موت تعذر آجیتے تھے چہرے۔ چھلین بڑوں چھلین ہم آپ

نشاہت گزشتہ غریب سیاہ و سفید کسین اعتراض کہیں کوئی بڑا میدانی سلاسل میں ہاڑوں ہاڑوں۔ میں جہاں جہاں سے گزرا میری اشارہ شاد کی طرف دھماکے گئے۔

مذہب دنیا میں کچھ نہیں بڑوں ملنے غلامی معنوی میں انھوں نے خوب موت دادیاں خوش رنگ لڑوں اور میں وہیں میں کے ساتھ بڑوں کا کہنے جہاں یہ سب اٹھنے جاتے ہیں وہاں تہذیب کا جو راز دیا گیا ہے اور آدمی آدمی سے خود بنا ہے۔ تو میں اسرار میں عادت تھی مگر موت اس قدر کہ اس میں نظام میں اگر سرخوردہ ہو جائیں۔ بہر حال میں غصب اس وقت مذہب دنیا اور تباہی بڑوں میں فوس کا سرزمین کا راز دیکر انہیں ہے یہ کام میں اس مرکز غفلت کے نام پڑنے تک آٹھا دکھتا ہوں۔

کوشش کر رہے تھے اسے اس میں فاس میری نظریں میں نے

بقول خود سب سے پہلے مجھے اسرار میں دیانت کیا تھا اور نام تراش کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

رات کو اشارہ مجھے ہمارے فوس میں لے گئی۔ میں انھوں کی جلد گاہ کی شرباں بیان کر چکا ہوں۔ مجھے بیڑت پر اس وقت اشارہ کے پر شکوہ مشرت کہے یاد آئے۔ میں فرق یہ تھا کہ میں مردوں کو بلاؤں میں مل تھی اور اشارے کو کوئی ٹھٹ نہیں تھا۔

کئی مردوں کو آٹھا اور میں وہیں ڈال میں گھمرا رہا۔ وہ اس کے فوس سے بہت غفلت ہوئیں۔ کسی مرثی سے وہ اتنی طاقت کی ترغیب نہیں دیتی تھیں ان کی فوس سے میرے سر پر تھی۔

اور پھر جیسی ہی راتیں گزرتی گئیں کہ میں گزرتے گئے اشارے بتایا کہ ایش بتاں میں میری دہانت سے کچھ نہیں کے عیالیاں بتاؤ کا ذکر خوب دھوم سے ہوا ہے اور میں نے بہت کم مدت میں اسرار میں نے فوس کے دل میں گھر کر لیا ہے۔ وہ میری دہانت سے متاثر ہیں اور اس کے طرز عمل کی دلدل میں ہیں نے میں اسرار کا پتہ چاہتا ہوں مجھے میں صرف کیے اور اشارہ ہی اسرار میں راتیں میں ایک دلچسپ تیز پیدا کر دیا

رات کے آخری پہر سب ہم تنگے مانے اپنی اقامت گاہوں میں رشتے تو میں اشارے سے ملنے کے لیے میں کوئی کڑا کڑا سے اشارے میں گئی تھی اس مجھے سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں میری کوئی اہانت نہیں کر سکتی لیکن اتنی بات فوس جاہلین ایسٹ کے ذہن میں رہی تھی کہ اشارہ اشارے کے کبیرہ خاطر ہے اور تعذر اقبال کا ذکر احترام سے کرتی ہے جب کہ اسرار میں لوگ اقبال کا ذکر موت گاہے گاہے کرتے تھے۔

ہزولان پر شعلہ کا نام۔ بتا تھا۔ اشارہ کسی پہلے سے سواں کے ام میں نہیں آتی تھی اشارے کسی پہلے تو نہیں تھا۔ میں یہاں ماہ فوس ملنے نہیں آتا تھا۔ میں اس ایک ہی ذریعہ تھا کہ میں اشارہ کو تنگ کر دے

تنگ کر دیا اور اشارہ کی محبت سے گھر آئے۔ میں اشارہ فوس تھا کہ میں آزادی کے ساتھ گھومنا تھا اور اشارہ میں کے دلوں پر اپنے گہرے فوس بنایا کرتا تھا۔ اسرار میں کوئی سرگرمی دکھانے کے لیے اس کے فوس میں اشارے کے رشتے سے گزرتے کا کام فوس تھا۔ یہ اشارہ جان کا فضا پر چھٹنے دلوں میں مجھے صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ میں نے اپنی شناخت اسرار کی

طرب گاہوں میں خوب کرادی۔

اسرار کا سفر باگمان اور تری سے غفلت تھا۔ مجھے خوش قسمتی سے وہاں دوسری طاقتوں کی دو ماہ میں ہو گئی تھی مگر اشارہ میں ہی تنگ میں کوئی ایسا گوشہ فوس میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا جہاں میں سب سے خزاہ جتنے میں سے اسرار میں سرزمین کا راز دیکر اسرار میں سرگرمی میں

سرمال تھا، سرنگ تھا، انگوٹھ میں نشا اور کشتیاں تھیں گزرتے تھے، قمار گرتا تھا۔
 باگمان میں کاہنوں کی مری میری مدد کی تھی اور اسلانیانے مجھے اسکا ہاتھ۔
 یہاں صرف شاموں میں ہر مساکم کا سوا تینا غالب تھا کہ وہ اس ذکر سے
 گزرتی تھی پھر میں نے شام سے اجازت کے کرائوں کو تنہا گھر میں
 شروع کیا وہاں میں نے ہر شخص کے پاس گیا اور میں نے دوسری باتوں کے
 بہت بہن کی گئی تھی کہ یہ ایک دلچسپ موضوع ہے کہ اسکا تمام جوتوں
 کی قریب حاصل کی تھیں اور اس امر پر فکر کیا تھیں کہ میں نے دنیا کی
 حسین مروتوں سے لذت کشی کی ہے میری اس جہم کا سب سے بڑا حصہ تھا
 کہ میری خوش دل دنیا سے متاثر ہو کر وہ مجھے چند بہرہ نانات کا پتہ
 بتا سکتی تھیں وہ تو رسالہ کے ساتھ کچھ باجی تھیں ہر مال میں کسی مراد
 دل کی طرح ملتے نہ تھے، ہاں اس دوران میں مجھے فائرسے معلوم ہوا کہ
 اسار میں ایک بڑی عبادت گاہ ہے جہاں کا سحر سے آؤنگے اور قصد
 شہر کے تعین نصیب ہیں ناچہ میں عبادت گاہ کی عمارت اور چل رہی تھی
 ہے فائرس نے مجھے بتایا کہ جب اسار میں کسی کو انصافی کی تکلیف ہوتی
 ہے زور دہی عبادت گاہ کا رخ کرنا ہے اور دیوتاؤں کے لیے یہ شہر
 کی توجہ اپنی جانب منتقل کرنا ہے۔ یوں ہی اس عبادت گاہ کی بڑی
 تفصیل میں یہاں اسار کی علیل القہد کا بنائیں اور عبادت
 میں صرف رہتی ہیں اور شہر کے لیے دیوتاؤں کو راضی رکھنے کا کام
 مزارعہ دیتی ہیں۔

اس رات میں نے شام سے مذکور کیا کہ وہ مجھے مساکم کی عبادت گاہ
 میں لے چلے، شام اس ذکر پر عبادت زور دہی اور شام پانی سے اسے مجھے
 منع کر دیا، میں نے انابلا کے واسطے سے کر کے راضی کر لیا اور وہ کیا
 کہ اسار میں جب کسی میں کوئی مشکوک قدم اٹھائوں گا تو اسے ضرور صلیف کریں
 گائیں رات بھر اٹھا کر گاہ کو مارنے کے لیے اس کی خوشنودی حاصل کرنے
 میں مصروف رہا اور صبح پہلے زور دہی کر کے شام کے ساتھ اسار کی آبادی سے
 دوبارہ گھر کی بیباوی پر واقع عبادت گاہ کی طرف چلا عبادت گاہ کی
 عمارت کا جو خاکہ میرے ذہن نے فائرس کی گفتگو سے سبب کیا تھا وہ
 اسی کے مطابق تھا، شام صبح و صید پر تھیں، اس عمارت میں تہذیب بیکار
 کی کی شان و شوکت تھی۔

عبادت گاہ لڑی بیباوی پر پھیل رہی تھی وہ عمارت بائیں
 تنی نظرات تھی جیسے اس کی بنائی گیا ہر دروازہ بیکار مجھے اور ملازمتوں
 کی شبیہیں ایساہ عقید اور بیٹے کے کوس میں بت خلتے بننے بنے
 تھے ہر طرف زنان اسار اور فائدہ مندوں کی ڈوبیاں گھوم رہی تھیں ایک
 مجھے سب سے کم لطیف خوشبو سے ساری نفاذ آورہ تھی۔ شام مجھے سب سے

بڑی عمارت میں لے گئی جس کے دو دیوار پر رسالہ کے مختلف مناظر دی
 خوب مٹوئی سے کندہ کیے گئے تھے اور قدیم آدمی عبادت کے سوزن پر ہاتھ
 اٹھی ہوئی تھی، چار کا لکے ایک بیٹے کے مجھے کے سامنے چلے، اشارہ کر گئی۔
 اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے کر لیے اور صلیف کے سامنے جھک گئی میں
 نے ہی اس کی تقلید کی۔ دیوتاؤں کے کھلنے پھٹنے سے حواس بکلا ہوا تھا
 جو تمام عبادت گاہ مقرر رہا تھا۔ اشارہ دونوں ہاتھ پھیلا کر ایک گوشے میں
 کھڑی ہو گئی اور اس نے خانہ آؤدہ انابلا کی کینڑوں کے سے تاثر پذیر انداز
 میں کہا کہ تقدس جا کا کا ہیں اس سرکش مرد کو تیری خدمت میں لانی
 ہوں ایسے تاکہ تو شہر کا رکن کہہ کر اسے ار میری میری کر کے جو میں فیصلے
 کی قوت سے محروم ہوں میں نے تیری طاقتوں کے فضیل حاصل کیا ہے
 اس کا بیان ہے کہ اسے مساکم پر ہوا مقدس انابلا نے عطا کیا ہے۔ مجھے
 اس عذاب سے بچا جو اس کی قدر جو داغ میں سے کیے جیسے ہے۔
 اشارہ عاجزی کے ساتھ جا کا کا کے مجھے کے سامنے دھا کر تھی۔

جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے اس سے کہا کہ شہر کے مکس فائرس
 جا کا کا کی یہ عبادت گاہ اور چل رہی ہے جس میں میری ہم نشین کسی
 خوف کے بغیر مجھے بتا کہ میں صلیف بعد اسار میں اقبال ہوا کر کے
 مقدس انابلا کی خوشنودی کس طرح حاصل کر سکتا ہوں؟
 اشارہ کر کے ہر دیوتاؤں کی چھائی۔ وہ دوبارہ جا کا کا کے خطہ
 ہوتی مقدس جا کا کا اسے راستہ دکھا۔ دور آسمان سے کبر
 کہ وہ اس پر چل کر اٹھے۔

میں نے اشارہ کر کے چھائی یا آؤدہ جا کا کا کر میری اعانت نظر
 نہیں تو میں یہاں سے ناکام واپس ہوجاؤں گا۔ اشارہ کر کے خوف
 ہوتی ہو کر کیا تم جا کا کا کی عبادت گاہ کی پناہ میں ہی شہر سے
 ذوق ہو؟

تم چاہتے کیا ہو؟ وہ افسانہ آواز میں بولی۔
 میں شہر سے اسار کا اقتدار چھین لینا چاہتا ہوں؟
 نہیں نہیں۔ شہر دیوتاؤں کی پناہ میں ہے۔
 اور اشارہ مقدس انابلا کی کینڑوں کے پاس عبادت گاہ میں
 بھی مصطفیٰ تھا۔ یہ داغ سے ابستہ دیکھ کر یقین رکھ رہا تھا
 جا کا کا کے سوا کوئی شخص نہیں ملے گا۔ تم یہاں آزادی سے گفتگو
 کر سکتی ہو۔ کاش تم نے اس عبادت گاہ کا پتہ پہلے بتا دیا ہوتا۔ میں نے نہ
 جھجھک کر کہا۔
 ”دو تھامے عبادت کریں جا برین برست اہم یہاں کی زمینوں
 اور آسماؤں سے اقد نہیں ہر تعین شہر کا کی طاعت کا بھی اندازہ نہیں

ہے۔ انابلا نے سنا ہی ثابت دیتا توں کی ابا ہی پر تقلید کی ہوگی۔
 پھر شہر سے خود دیوتاؤں سے رابطہ قائم کر لیا۔ اس نے ایک بہترین
 ہاتھ کے فرائض جن دھڑی سے انجام دیے، اب وہ مقدس انابلا کی
 فکر و دین سمجھنے کے باوجود شخص رسی طہر پر اس سے وابستہ ہے۔ اشارہ
 نے اپنی مختصر گفتگو میں ہی کئی نکتہ سنا باتیں مجھے بتا دیں۔

”اور اسی لیے اس نے تہذیبیوں کے ذہین اور جرری سردار
 جا برین برست کو اسار بھیجا ہے کہ وہ شہر سے عیان اقتدار چھین
 لے، اس نے اپنے ایک اہل غلام کی آزمائش کا ایک حربہ عزت تراش دیا ہے
 کیا میں اسے ایسے کر دوں؟ میں نے اشارہ کیا، انکھیں مل کر کہا
 وہ میرے جو شیلے لیے ہے گجائی اور اس کے مٹی تھامے
 لیے یہ شکل ہے مٹی ہے وہ یہ دہا جاتی ہوا ریشہ تھا راقیاں ہوں؟
 ”میں اس کے قہر کے لیے یہ کار نامہ ضرور انجام دے گا۔ اشارہ
 اس میں میری تمام محنت ہوتی ہے۔ میں نے دھڑلے سے کہا۔ اور اگر
 میں غلطی پر ہوں تو یہ دیکھ لیں کہ عبادت گاہ کے عبادت گاہ میں کوئی رعایت نہیں
 دیلے گی اور میں دیوتاؤں کو اپنے حق میں آمادہ کرنے کے لیے کسی
 قہرانی سے مرید بن کر دوں گا۔“

”سردار دھم کے اس کا خانے میں تم اپنے قدم چالنے کے باوجود
 ابھی بہت دیر ہے ہو؟“ اشارہ کر کے کہا۔
 ”صفا اشارہ“ میں نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔ ”کیا تم مجھے
 آزاد کر سکتی ہو؟“

وہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ ”پھر تم کیا ارادے؟“
 ”میں تم سے اپنے کام کا آغاز کروں گا، میں اس عبادت گاہ
 میں بیٹھ کر عبادت کر کے دیوتاؤں سے اپنی برتری تسلیم کروں گا اور
 انھیں اپنے حق میں ہوا کر دوں گا۔“

”اگر کوئی تم اس عبادت گاہ میں پناہ حاصل کرے تو مساکم
 غور میں اس سے مست رہا ہو جاتی ہیں۔ میں مقدس انابلا کے لیے نصیحتیں
 آؤا کر سکتی ہوں۔“

”شما اور دیوتاؤں کے کھیلنے کے پسند میں تم مجھے اس
 انہی سرزمین میں ایک کوئی کوئی فرام کر رہی ہو۔ میں تمھاری احسان بھی
 فرام نہیں کر سکتا۔ تمھاری اقد ایسا مقدس انابلا کو خوب ہوگا۔“
 وہ بھی ہوتی تھی میں نے سرگوشی میں ایک جیتنی ہوتی بات کی، میرا خیال
 ہے اس نے نصیحت میں ہی ایسا ہوا کہ تمام اسار میں مقدس انابلا
 کے نام کی کامدادہ کر دے کہ کھل کر کھل کر اسے عزت دے کر لے گا؟
 ”تم کچھ کہتے ہو؟“ وہ قہج سے بولی۔ ”مسلح ہو کر تم نے تیری

میں سرداری کے سوا حصول علم میں ہی وقت گزارا ہے، وہ شہر سے
 ناخوش معلوم ہوتی ہے۔“
 ”اور وہ اس کی دست برداری کا حکام میں برتاؤ معلوم
 صادر کرنے سے تاسر ہے کیوں؟“

”میں نہیں جانتی کیا اس لیے ہے؟ شاید وہ کسی نیک وقت کی فکر
 ہو، ممکن ہے اسے بہترین شہر میں ملامت ہوا کہ اس کی سماعت بھی پیش کر لیں
 سننے سے محروم رہی ہو اور اس نے حالات کا جوں کا توں رہنا قبول
 کر لیا ہو۔“

میں نے کسی خوف و خطر کے بغیر اشارے سے ناگفتنی باتیں بیان
 کر دیں، ان باتوں سے میری استقامت میں ایک نیا جوش پیدا
 ہوا۔
 درخواست کی کہ وہ گاہ کے آگے کر کے میں ایک ماسلوم
 رت کے لیے عبادت گاہ ہی میں رہوں گا۔ اشارہ کر کے ہمت سے
 کی روشنی جھینے کی، وہ مجھے مدد کر کے دل گرفتہ چلی گئی۔ میں تنہا
 رہ گیا۔

عبادت گاہ کے اس یاروں سے باہر کے میں نے اس وسیع
 دھڑلے بیباوی کے گوشے گوشے سے گاہی حاصل کی اور ایک چھوٹی
 عمارت کے خاموش گوشے کو اپنا مقدر بنالیا۔ میرا سلاخیال اب کسی حد
 کا پابند نہیں تھا خیال کا اسب سے لگام ہلاؤں میں اڑا تھا۔ اسار
 میں اس عبادت گاہ سے لفظ آغاز نظر آتا تھا۔ انابلا نے شہر کے خانے
 میں مجھے ندان میں ڈال دیا تھا اور وہاں میں بیٹھنے کے لیے ہر بہتہ ہم
 ساتھ عبادت میں مصروف ہو گئی تھی پھر جہاں کی عبادت کی مدت ختم
 ہو جاتی تھی تو کاشی اعظم سمول نے مجھے اسار کے حکم دیا تھا کیا وہ
 سب میرے اسار کے سلسلے کی ایک کڑی تھی؟ کیا انابلا نے
 تاریک بڑے عظم میں صرف مجھے اس اہم کام کے لیے موزوں تر شخص بھیجا
 تھا؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مجھے قریب سمجھا اور میری طلب
 نے اس کا ہوا۔ انابلا تیرا غلام تیرے لیے کیا نہیں کر سکتا؟ میں ذرا
 اتفاقی کی ایک نظر تو کر رہی ایک ہی جاواں کی بخشش میرے لیے اور
 پھر اپنے ہاتھ سے میری شریک کاٹنے اس کے بعد کے زندہ رہتا؟
 اور کون زندہ رہ سکتا ہے؟
 میں نے اپنے سامنے آگ روشن کر لی۔

میرے سامنے آگ روشن تھی اور میں درشتی کے سوا کسی
 عمل کا درو کر رہا تھا۔ میں نے شپالی آگ میں ڈال دی اس کے لیے یہی

مناسب جو بھی آگ خود بخود روشن رہی اور میں اس سے کھینچ کر
 اور اس روشن آگ کے سامنے شبہ و دو شک سے پہلے رات کو میں چکر
 ایران میں جا رہا تھا کہ مجھے کے سامنے چلا جاتا اور مجھے اپنے مستقر پر
 آجاتا۔ رفتہ رفتہ عبادت گاہوں کے مستند کاہنوں نے میری ریاضت
 دیکھ کر میری جانب توجہ دینا شروع کیا اور میرے جذب کا دل سے
 متاثر ہو کر مجھے مشرک عبادت میں شامل کر لیا۔ یہیں میرا ربط مضبوط ہوا
 کہ ان کے گزیدہ خدمت گزاروں سے ہوا۔ ان میں ہر حال کا بنائیں بھی
 تھیں اور برسر عبادت گزار بھی۔ پھر عبادت گاہ کے نازکین دوسرے
 کاہنوں سے سعادت سمیٹنے کے اصرار میں میرے پاس بھی خیر و برکت
 کے لیے آئے۔ لیکن اور میرے سامنے جاتی ہوئی آگ میں پھول پھلوار
 مرنے لگی۔ دن بھر نازکین کا آنا نہ تھا۔ ہمارا متواضعان ان تمام گولوں
 سے بے نیاز رہے کہ اپنے آپ میں مگر رہتا۔

شرط عبادت گاہ میں میرے متعلق قیام پر یقیناً برہم
 ہوئی ہوگی۔ میں نے اس بار کے توہن کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا تھا
 اس لیے میں ملحق تھا، عبادت گاہ کے کسی محلے پر شرط گزار کو اختیار
 نہیں تھا۔ شکست غورہ اور پریشیاں حال نازکین شرط گاہ کے خوف سے
 بے پروا ہو کر یہاں آتے اور دروازوں کے سامنے مٹا لے
 پیش کر دیتے۔ عبادت گاہ میں جن کو ایک مقدس درجہ حاصل تھا،
 چنانچہ وہ کسی اتناغ کے بغیر جارا کا لاکہ مجھے کے سامنے معنی اذلال
 کا مظاہرہ کرتے۔ کبھی کبھی کاہن اور کاہنیاں بھی اسی محل میں شریعت
 جاتیں۔ یہاں کے لیے کوئی غیر معمولی مظاہرہ نہیں تھا۔ کئی دن بعد شمار
 بھی عبادت گاہ میں داخل ہوئی اور اس نے جارا کا لاکہ مجھے کے
 سامنے مجھے سے مصالحت کی تناظر کر۔ میں انکار کی جرات نہیں کر سکا
 حالانکہ میری طبیعت اس ماحول میں ایسے فعل سے کوئی مناسبت
 نہیں رکھتی تھی۔ کاہن خود کبھی پیش قدمی نہیں کرتے تھے لیکن وہ شرط
 ٹھکانے ہی میں تھے۔ یہاں کا کاہنوں کا تھا، وہ کسی تشدد کا مہر
 کی خواہش پر اسے سال کی لذت سے سرشار کرتے تھیں۔ ان کا عقیدہ
 تھا کہ دروازوں نے انھیں خلق کی آسودگی کے لیے پیدا کیا ہے اور یہاں
 کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔ اشارے سے مجھ پر تیار کر جزیہ اس کی نظر نے
 مجھے انداز کر کے اپنے اچھی نظر سے نہیں دیکھا لیکن چونکہ یہ عمل مساری
 روایتوں کے مطابق تھا اس لیے انھوں نے اشارے سے کوئی حرج بھی نہیں
 کیا۔ میں نے شرط گاہ کے عمل کا حال پوچھا، اس نے بتایا کہ جس جہاں میں
 تھا لاکہ بعد شمار کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اشارہ سودہ ہونے کے بعد
 اور دروازے کے وقت اس نے مجھے متنبہ کیا کہ میں جذبات اور عجلت

مثلاً کوئی قدم اٹھانے سے گریز کروں میں نے اشارے سے کہا کہ وہ مجھے
 عبادت گاہ سے باہر نہ دے دے۔ رفتہ رفتہ شرط گاہ کے سدا و اطوار
 رکھے کہ اگر کوئی نازک کو کوشش کا محض نظر رہے تو اسے کوئی طاقت
 نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

عبادت گاہ کا عظیم الشان کاہن اعظم قسام میری نصیحت
 میرے اصرار اور میری ریاضت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسے رات کو
 عبادت گاہ کے خاموش علاقوں میں لے گیا اور اس نے مجھے سولہ کی
 طرح سر پرستانہ اعزاز میں حیرت انگیز طبعی اعمال کی تربیت دینے کا آغاز
 کیا۔ قسام کی توجہ کا حصول ایک وقت طلب کام تھا، مابین بر سرعت
 ہی یہ سخت کوشش مرحلے کے مستحق قسام کی امانت دیکھ کے میں نے
 اپنی شدت ارادت بڑھادی اور ہر لمحہ اس کے تقاب اور خدمت
 میں بے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں نے جلد ہی اس کے عزیز نائب کی
 حیثیت اختیار کر لی، یہ شخص شریک نفس ذہین اور شمع تھا۔
 میں غالباً عبادت گاہ کی مشقت کا حال بیان کرنے میں کوتاہ
 کر رہا ہوں۔ قسام ہی کا سالو لیے قسام کے محفل کے لیے ایک
 بڑا وقت صرف ہو گیا تھا۔ میں اس کے سامنے عجیب و غریب خطاب
 کیے تب کہیں جا کر اس کی جہر شناس نگاہ میری جانب مٹی اور تھکی
 میں نے ان غیر معمولی واقعات کے اظہار میں عجلت سے کام لیا۔
 وجہ یہ کہ کونساں علاقوں اور دریاں راتوں میں مجھے کے دل پر جہر
 کیفیت گزرتی تھی۔ اسے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو ان حادثات سے
 وابستہ رہ چکا ہو۔ یہ حال میں نے ایک مدت گزار کے عبادت گاہ
 سے اور پھر چار بجے تو تمنا کیا کہ اگر پڑاؤ ڈال دیا میں مخالف
 جہاں چلنے لگتا۔ اندازہ طبعی قوتوں نے مجھے جہاں میں بتا کر
 کہیں پڑھتے اور میب ہوئے۔ میرے سکون درجہ پر کبھی میں غصہ
 آواز میں مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ میں نے فریضے کھڑے دے دے جنگی پرند
 میرے گرد پرواز کرتے۔ کہیں سے یہی آواز میری شقی تھکی کا
 لیتیں اور کبھی چنگاری کی میری جانب مچکتیں۔ ان تمام ہولناکیوں
 باوجود میں ایک تھکر کی طرح اپنی جگہ ایستادہ رہتا اور آخر کاہن اعظم
 قسام کے حکم سے میں چھ مہینے ہاں گزارنے کے بعد واپس عبادت
 میں آیا۔ قسام مجھے اپنے قریب بٹھانے لگا اور میں نے اس کے سامنے
 خود کو ایک نیا ویشہ شاکر ثابت کیا۔

پھر ایک دن جب میں جارا کا لاکہ مجھے کے سامنے ڈال رہا
 ابھی آگ جلانے لگا تھا اور میرا چلی اڑ رہا تھا کہ آگ کے

مستند قصاب کر رہا تھا، میرے پاس اشارہ آتی
 اور اس نے مجھے بتایا کہ شرط گاہ نے اپنی نازکین کا ایک پرستار
 تماقت کے ساتھ ساتھ اصرار میں خدمت میں سدا دیا۔ چار لگی
 جائزات میں شرط گاہ کی خوشنودی کے لیے ایک جشن کا اہتمام
 کیا ہے جسے جہاں ہمارا کام دیا گیا ہے۔

میں اشارے سے یہ اطلاع سننے کے بعد ایک تکلیف دہ
 میں دیکھ کر اپنے آپ سے ہم کام رہا اور میں نے قسام کی خدمت میں ملوثی
 دی اور اس نے عبادت گاہ سے باہر جانے کی اجازت طلب کی۔ قسام
 میری اجازت پر جڑ بڑا اور اس نے مزید چار روز قیام کا حکم دیا۔
 میں نے قسام کی بات مان لی اور قسام نے ان چار دنوں میں مجھ سے
 ادبیت ناک شقیں کر لیں۔ اس نے اپنے حجرے میں بند کر کے مجھے برفانقہ
 غذائیں کھلائیں اور کھیلے لٹھے مشروبات سے میری قوتیں کی، وہ
 میرے جسم پر ایک خاص قسم کا تیل چھڑکا رہا اور اس نے مجھے کسی رات
 سوتے تین دن اور اپنے حجرے میں شکستے سوتے متعدد سونپوں اور لٹڑوں
 سے مجھ کو جگ سے ڈسولہ کا تکلیف دہ عمل جاری رکھا۔ کئی چوبی چوبی
 نے منگو ہو کر میرے جسم میں ٹھونگیں مارا کہ مجھے لوہاں کو بیاچارو
 بعد جب میں اس حجرے سے باہر نکلا تو میری آنکھیں غمخیز تھیں اور قدم
 ڈالنے سے تھکے کاہنوں نے مجھے احترام سے نصیحت کیا اور میرے گلے
 میں موتیل کا پار ڈال دیا جو اس بات کی سند تھی کہ میں نے اس عبادت
 گاہ میں کاہنوں کو خوش کیا ہے اور میری ریاضت کے صدق میں کوئی تباہی
 نہیں ہے۔ میں عبادت گاہ سے چلا ہوا اسامہ کے محلات میں داخل ہوا۔
 اپنی شکست حالی اور پس ماندگی کے باوجود میرا ذہن مستقبل کے منصوبوں
 کے لئے نہ بن رہا تھا۔ اس وقت میں حسین عورتوں نے جگہ جگہ میری بڑائی
 کی اور میرے جسم پر شراب پھینکی۔ میں مسکراتا ہوا گھولے سے گزرتا رہا۔
 کو معلوم تھا کہ اشارے نے مجھے حاصل کیا ہے لیکن میرے قدم اشارے
 عمل کی طرف نہیں اٹھتے تھے۔ خود غرض میں معلوم تھا کہ میں کماں جا رہا
 ہوں؟ یا مجھے کماں جانا چاہیے؟ میرے پیچھے چلے عورتوں کا ایک
 طوفان چلنے لگا۔ پھر ایک میں نے دیکھا کہ اس سے زیادہ تھک گیا۔ ناظم اشام
 کا اڑاؤ کر رہا ہے؟

”آؤ میرے ساتھ“ ان میں سے کئی نے یہی کہتے کہا۔
 ”بل مجھے ناظم اشام کے محل میں پہنچا دو“ میں نے ان سب کو
 قریب کرتے ہوئے کہا۔
 ”آؤ تم کہنے وجہ ہو“
 ”تھیں وہ شرط گاہ کے سردار اور اہل حال سے“

میں مسکراتا ہوا ان کے جلوں میں اشام کے محل تک گیا۔ اشام کے
 محل کی سیاہ خانہ دیوار کینڑوں نے میرا دستہ روک دیا، مجھے اس وقت
 تک باہر رکنا پڑا جب تک اندر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ ملے۔ ایک
 مرتبہ کہنے کے دورانے پر مجھے حضرت زوہ الاشام تقوا کی اس کی آنکھوں
 میں تجسس تھا۔ میں نے نہایت احترام سے اسے مخاطب کیا۔
 ”مستند ناظم اشام! اشارے سے آؤ اور مجھے کے بعد میں عبادت گاہ
 میں چلا گیا تھا۔ وہاں کے سید صاحب نے اسے پاس آ کر جوں ترے میں میرے
 جنگ کی تھی اور میں سمجھا ہوا اشارے کے بعد تھی مجھ سے قریب جڑ
 اشارہ کرنا دیا۔ اپنی ممانعت پر شرط گاہ وہ لنگ ہوئی اور اس نے
 میرے سر پر ایک کاغذ جازہ لیا۔ یقیناً اسے ہمارے نظر کا ہر گام میرے
 گلے میں اسامی عبادت گاہ کے کاہنوں نے ڈال دیا تھا۔ اس نے اپنے
 غلام مردوں کو اشارہ کیا انھوں نے مجھے اندر ایک نشست پر بٹھایا اور
 پھر کی تھالی پر لنگ پر تھکے مشروبات میرے سامنے پیش کر دیے۔ اشام
 مجھے تک یہ تھی۔ میں نے اس کی حیرت و دلورنے کے لیے کہا یہ میں اب
 خود تھا کہ پاس آ گیا ہوں کہیں کہ اشارہ مجھ سے کنارہ کش ہو گئی ہے۔
 ”تمہاری طاقت نے“

میرے دل کے نہاں خانے میں اپنا لنگ برپا ہے ہر جگہ یہ مقابلہ اشارہ
 نے جیتا تھا کہ تم نے اپنی فرقت کا بے مثال مظاہرہ کیا تھا۔
 ”مہاراجا یوسف!“ وہ تجسس آواز میں بولی تو میں تمہارے
 پرے حشرال ہوں مجھے یقین نہیں آ رہا ہے کہ تم آخر میرے پاس آ
 گئے ہو۔“

”میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوں، مجھے اسامی بننے کا طریقہ
 بتائیں آؤ کہ میں نے یہاں کے نشا و کنوں میں چند ہی دن گزارے
 تھے پھر میں عبادت گاہ میں چلا گیا تھا اور اب میری خواہش
 ہے کہ تم مجھے سے ملو۔ میں مجھے میری سابق مادرتوں کی رعایت ضرور
 کروں اسامی ضرور ہوں اور وہاں سے کیا ہوں جہاں مردوں کو بڑائی
 حاصل ہے۔ کہتے کہتے میری آواز جذبات میں ڈوب گئی۔
 اس کے نازک لب پر چھڑنے لگے اور اس کے شہاں رخسار پر
 پرشون کا رنگ گرا ہو گیا کہ اس کے ہاں جھجکتی تھی، میں نے خود جڑہ کے
 اس کی جھجکتے ہوئی۔

”روح اشام!“ اچانک وہ بیٹھ پڑی۔ اور قریب ہوا تو
 آہ میرے لیے یہ تعذیبی روح خزا تھا کہ تم اخبار سبھی تھیں عورت
 کے قبضے میں ہو، تھیں تو کسی ناظم کے محل کی لاش بنا چاہیے تھا۔
 تم۔ تمہارے لمس میں ایک سحر ہے۔“

”مجھے معلوم تھا تم میری قدر کر دو گی، مجھے صدمہ ہے کہ یہاں پہلے پہل میرے ساتھ ناروا سلوک کیا گیا۔ میں نے اسرار کی روایتوں کا احترام کیا، ورنہ میں اپنے نوادر سے انھیں داغ دار کر دیتا۔“

ایشام نے اس میں جنون کی حدیں چھونے لگی اور اس نے سب کچھ گوارا کر لیا کہ وہ شکار تک پہنچنے کے لیے ایشام کا زلیخہ ہی سب سے کارآمد معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اس دن کچھ نہیں کہا۔ اس کے بچل دار برتر پر کروڑوں بٹا رہا۔



اور اسی عالم مدہوشی میں اسرار کی رات گئی۔ میں اپنی فطرتی اور شہادت سے ایشام کے دل میں اعتماد کا بیج ڈال چکا تھا، رات تک جذباتی کشمکش اور معاملات شکار کے سبب یہ بیج نکلنے لگا۔ ایسے معاملات ہی تمام عاقبت اندیشوں اور مصیبت کو شعیروں سے ملا کرتے ہیں۔ ایشام تو رول میں کچھ دلدادہ طبیعت کی عورت تھی اور پھر میرے سلسلے میں اس نے فطری ذمہ داری اٹھائی تھیں، بڑے دکھ سے تھے۔ جب میں اس کے سامنے پہنچا تو وہ دم کی ہو گئی، اسے ہر شے ہی زہرہ مارا کہ اپنے دار و دیوار نظر ڈال لے۔

چنانچہ رات کو جب میں نے اس سے ناغوں کی خصوصی نشست گاہ میں جانے کی درخواستیں ظاہر کی تو وہ کچھ اراکے بعد مادہ ہو گئی کیونکہ اسے میری خاطر ہر طرحی عزت تھی۔ میں اسرار میں حریف اس کے پاس آیا تھا، اس نے میرے جسم پر زبردستی چڑھیں اور اپنے غلام مردوں کے ہمراہ مجھے اس محل میں لے گئی جہاں رات کو اسرار کی تمام ناغوں کا اجلاس ہوتا تھا۔ اجلاس کی ہوتا تھا، لطیف و سرگرم کا باز رہتا تھا اور حصول لذت کے نئے نئے جنگلے پر جا کے جاتے تھے۔ عورتیں اور مرد باجم توں کرتے تھے ایشام کے ہمراہ مجھے دیکھ کر اسرار کی ناغوں کے چہرے عجب کیفیت کی غمازی کرنے لگے۔ میں نے ایک اور سے اپنی گردن تان لی اور انھیں ایسی نظروں سے دیکھا جیسے میں کسی کو دیکھ رہا ہوں، میں نے ایشام سے ”المانہ گنگا کا غلام دوسروں سے بے نیازی اور ایشام میں سہانے سکا انداز میں کیا۔ میں نے کسی کی طرف سکر کے نہیں دیکھا میرے ان سنگدل تیز روں نے ناغوں کے اجلاس میں ایک آگ سی لگا دی۔ میں نے دانستہ عبارت گاہ کے کابھن کا اعلا کر دیا، میں نے پناہ لیا، وہ میرے ہاتھ میں چھبسا ہوا تھا۔ ناغوں کو اس قدر بھی دیاں موجود تھیں، ایشام فخر کے ساتھ اپنی خصوصی نشست پر مدھی تھی۔ میری حاضری پر سب سے مختلف رد عمل کا اظہار کیا، اس کے ہاتھ پٹائی پھیلا دیں۔ میں نے اس کی جانب دیکھ کر منہ بگاڑ دیا، اسی طرح تلاش کی گئی کہ میں بھی میرے لیے کئی چیزیں ان میں

تھی، اسے بھی میں نے اپنی بے نیازی سے اور دل کر دیا۔ ہماری آمد پر قصہ گر گیا تھا اور ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی۔ ناغہ اعلان کرنے پر ایشام کو لپٹنے پاس بلایا اور اس سے سرگرمی میں کچھ کہنے لگی ناغوں میں پہلے تو قوس سے اس کی بات سن لی، پھر اس کے رخسار دیکھنے لگے اور میں نے سمجھ لیا کہ ان کے درمیان کسی موضوع پر تخیلی شریعت ہو گئی ہے۔ ایشام دیر تک وہیں بیٹھی رہی۔ میں اس دوران میں روایتوں کے خلاف حرکتیں کرتا رہا۔ میں نے نفس میں مثال ہونے کی بات میں عورت بچل کی میری اس حرکت پر محفل کی برہی اور بڑھ گئی۔ میں نے اپنے ہاتھ کا قدرت اس کے بدن پر ڈال دیا،

میں نے ایشام اور قوس کی گفتگو میں شریک ہو گئی تھی۔ کیا یہ گفتگوں کا شور ہوا۔ قوس قوس تھا اور ناغوں کا قوس تھا، ہاتھ کے تلاش کو کوئی اشارہ کیا تلاش نے اپنی ساتھیوں پر ایک ضرب لگائی، چک چھیننے میں دوں اور ستروں کے درمیان سیاہ خام نیزا بردار عورتوں کی فوج میں ہو گئی۔ ان کی مستندی پر میں رنگ رہ گیا، میں نے ایشام کی جانب سرست میری نظروں سے دیکھا۔ وہ غمزدہ تھی، اس نے گردن جھکا لی، ناغہ تلاش نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ میں ناغوں کی اس خصوصی نشست گاہ سے نکل جاؤں۔ میں جہاں کھڑا تھا، وہیں کھڑا ہوا اور میں نے دیکھتے ہوئے بے نیازی سے کہا ”مجھے غمزدہ ناغہ ایشام میں لائی ہے، اس کے ساتھ کبھی جاؤں گا، میں اس کا حاکم ہوں۔“

”ناغہ ایشام اب زبردستی تمہاری رفاقت کی خواہاں نہیں ہے، بڑا شے نے گرج کر کہا۔ میں یہاں سے جا کئے۔“

”میں کہاں جاؤں؟“ میرا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ کیا اسرار میں مردوں کی یہی قدس جاتی ہے؟“

”جاہر بن یوسف! تمہارے جو کچھ کہا جا رہا ہے اس کی تعمیل کرو اور برتر ہے کہ اسرار کا جزیرہ چھوڑ دو۔“

”یہ غلط ہے۔ میں مقدس آقا بالاکا اجازت سے یہاں آیا ہوں۔“

میں احتجاج کرتا ہوں۔“

”احتجاج پہنچاؤں نے طنز کیا اور اپنی ناغوں سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ کیا تمہیں اس افتخار کا مطلب معلوم ہے؟“ وہ تلاش نے کہا۔

”پر نہیں پڑی۔“

”ناغہ ایشام نے مجھے مایہ دی ہے، میں اس کے لیے کئی عداوتیں“

”اگر تم یہاں سے غور نہ کرتے تو تعین نکال دیا جاتے۔“ تلاش نے غصے میں بولی۔

میں مقدس شکار کی خدمت میں تمہاری اس بے ملوکی کی کشت

کردن گا۔ میں نے برہی سے کہا۔

میں نے ایشام کی طرف تائیدی نظروں سے دیکھا وہ دیاں مرد و بیبی تھی۔ دو پشت کے ایک طرف کھڑی تھی۔ میں نے ایک نیزا مار کر ایشام کی طرف دوڑنا چاہا۔ سیاہ خام نیزا بردار عورتوں نے اپنے نیزے میرے آگے کر دیے۔ میں نے کسی پگال کی طرف ان کے نیزے سے بٹانے چاہے تو ان کی نگاہوں میں اور بھی تائی تھی اور انھوں نے مجھے پیچھے کی طرف دبا دیا۔ ہاتھ بٹا ہوا۔ میں نے ہاتھ اڑاتے ہوئے کہا۔ ان میں اور شہرت پیدا ہو گئی اور وہی ہوا جس کی بجائے توقع تھی۔ ایک عورت نے میرے ملنے پر نیزا تان لیا لیکن اس نے اسے جبر سے لگے میں اتارا انھیں۔ میں نے وہ نیزا اپنے ہاتھ سے قابو کر کے ایک جھٹکا دیا۔ عورت بچل کی ہوئی، میں نے پوچھی، دوسرے نیزے میرے قریب تھے مگر میں بہت تیزی سے خود را کر اٹھا اور میں نے ان سب نیزا تان لیا۔ اور میں نے اٹا سے سے اپنا چوٹی اٹھا دیا۔ حرکت کیا۔ تلاش نے مجھے چھوٹ دیا کہ میں نیزا بردار عورتوں کا مقابلہ کر دوں ورنہ مقدس شکار کے قہر سے مجھے کبھی امان نہ ملے گی۔ میں نے اس کے حکم پر کان نہیں دھرے اور ایشام کی طرف دوبارہ جانا چاہا، اس بار انھوں نے شعلہ بار نظروں سے میرا راستہ رکھا اور میں نے پہلے تو اپنے دواحد نیزے سے ان کا مقابلہ کیا، تین سیاہ خام عورتیں میری مستندی کی تاب نہ لائیں اور وہیں ڈھیر ہو گئیں۔ پھر میں نے بڑا چھیک کر شال اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے اچھال کے ان پر ڈالنے لگا، میں نے ان کے دوسرے گلے کا انظار بھی نہیں کیا اور دسلنے آئیائے چھیک دیا۔ شال جیسے ہی سامنے والی ایک نیزا بردار دت سے کس ہوئی، وہ جہاں کھڑی تھی وہیں ایک دردناک کراہ لے ساتھ چھوٹ گئی۔ میرے چوٹی اٹھنے نے اسے حاصل کر لیا۔ جب وہ سے واپس لے آیا تو میں دوا نیزا بردار عورتوں کے درمیان ٹھس یا اور میں نے دشت میں ان کے نیزے آپس میں ٹکرائے اور وہی ہریک ان کے جسموں میں چھوڑ دیے۔ میں ایک پھر ہوا اور اندر تھا۔

ناغوں پھر تیار ہوا ایشام کے پاس پہنچ گیا اور دوا اور اس کی پشت پر لپٹ گیا۔ ایشام نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے چھپا لیا اور مجھے نیچے نیزوں کی جھن جھنکسو ہوئی۔ انھوں نے مجھے زخموں میں لپی لگے۔ مجھے شے کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ایشام نے مجھے اپنا چہرہ میری نہیں کیا۔

جاہر بن یوسف! یہ ناغہ اعلان قہر کی کھٹک دار آواز کو گئی۔

انے اسرار میں سرگرمی کی ہے۔ اسرار میں کسی مرد کو آنکھ سے برکت

نہیں ہوئی۔ تم اپنے نوادر کا لوہا کھو اور خود کو ہماری تحویل میں دو۔“

معدود شہر میں۔ میں نے اپنا چہرہ اس کی جانب موڑے بغیر اسے کہا۔ اسرار کی معدود عورتوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جاہر بن یوسف تارک بڑا عظم کے تین قبیلوں کا سردار ہے اور اس نے یہ مناصب یقیناً بھی بڑی کسب سے حاصل کیے ہوں گے۔ پھر اسے اسرار کی عبادت گاہ کے مقدس کابھنوں کے سر فرازی کی سند دی ہے۔ یہ طور طریق اس کے گھٹے کے خلاف اور اس کے مزاج کے منافی ہیں۔“

”مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اس زمین پر فیصلہ کرنے کے عذر ہو گے۔ پھر تمہارا زبردستی ملنا تو نہیں ہے اور یہاں تمہیں کسی نے مدعو بھی نہیں کیا ہے۔ مقدس شکار نے مجھے یہاں کا ناظم اعلان کر دیا ہے اور اسی کی واسطے سے میں تمہاری حرمت کا گم دیتی ہوں۔“ قوس نے مجھے یہ سنائی تھی۔

”پھر تم کیا کر دو گی؟“ میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

”تمہارا فیصلہ مقدس شکار کرے گی کہ اس کے فیصلے شک او شے سے بالاتر ہے۔ میں اور وہ حلقے ہیں جن میں کوئی اچھا فیصلہ نہیں کرے گی۔“

”میں مقدس شکار کی خفیت پر اعتبار کرتا ہوں۔“ میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ اور اس شرط پر اپنے آپ کو حرمت میں دیتا ہوں کہ میرا مقدر اس کی خدمت میں پیش کیا جائے اور میرے ساتھ ایک عورت مہمان کا روتہ اختیار کیا جائے۔ ہر عورت میں ایک زندان میں محسوس ہو گئی۔

میری پشت سے نیزے بٹ گئے اور میں نے ایشام کے کاندھے چھوڑ دیے۔ میں نے مکرر دیکھا۔ اسرار کی تمام ناغوں ایک صف میں کھڑی ہوئی تھیں۔ میں نے کابھنوں کا اعلا کر دیا۔ کابھن لیا۔ ان کے چوڑوں پر کئی رنگ لگے اور گونگے۔ نیزا بردار عورتوں کا دم غم پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ میں خود ہی آگے بڑھ گیا۔ میرے ارد گرد دھیرے دار عورتیں تھیں۔ میں نے پوچھے مکرر ان کے تاثرات نہیں دیکھے۔ شال اچھاٹا براہیں حرمت میں قید کر دیا گیا۔

میں اپنے جس کا حال مختصر بیان کر رہا ہوں، میرا خیال تھا کہ مجھے جلدی شکار کے محل میں پیش کر دیا جائے گا لیکن انھوں نے ہٹ کر میری خبر نہیں لی۔ میری نگاہاں ناغوں میں اور اندازہ کر لیا گیا اور مجھے بدترین غماضی فراہم کی گئی۔ کوئی انتہا پسند انداز قدم اٹھانے سے پہلے میں شکار کو ایک ٹکڑے کے خواہش مند تھا۔ میں اس کے محل میں کسی طور رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ایک شکل امر تھا شکار

میرے ارادوں سے آگاہ ہوگی۔ اس نے میرے گرد و پایہ دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ میں اگر اس کی عبادت گاہ میں نہ جاتا تو محقق طور پر تو میں منتقل ہوتا رہتا۔ مجھے کامیابیوں نے بتایا تھا کہ اس بار میں میرا جو میری عبادت و ریاضت کی وجہ سے بلند ہو گیا ہے اور میرا احترام اس بار کے جملہ باشندوں پر فرض ہے مگر شرطا اور اس کی ناخوشی نے وہ سارا احترام بالائے طاقت کھانے کے مجھے زنداں میں ڈال دیا تھا۔ کئی دن تو میں انتظار کرتا رہا کہ شاید حالات کوئی مثبت رخ اختیار کر لیں۔ ایشام کے پاس جانا اور اس سے ناظم کی خصوصی طرح میں جانے کا امر کرنا اور پھر ایسے حالات پیدا کرنا کہ میں وہاں ایک نہایت شخصیت بن جاؤں یہ سب میں نے اسی منصوبے کے تحت کیا تھا کہ مجھے کسی نہ کسی طرح شرطا کے محل میں باہر کی اجازت مل جائے گی۔

جب کئی دن بیت گئے تو میں نے گئے تو میں نے نیز ابرو اور تون کو ٹھگ کرنا شروع کر دیا اور میں نے اپنے پراسرار دفاعیہ سے زنداں میں ایک غمت ناک مشورت حال پیدا کر دی۔ میں نے کئی صورتوں کو پیش پایا سے داغ دار کر دیا اور میرا چہرہ آؤدھا متحرک ہو کے ان کے پردوں سے لپٹ گیا۔ وہ میری اس دہشت گردی سے ہراساں ہوئے تھیں۔ میں نے تونوں کے قتال ان کے منہ پر بار پڑے اور کشت پالی کی مدد سے زنداں میں ان کی کشتی کر دی اور بلند آواز میں زاری کے صراخاں اور دھمکے لگا۔ اس آگ کی لپٹیں اتنی بلند اور شدید تھیں کہ میری جگہاں کاظن کا دواں بخیر نہ دیکھ کر میرا اور وہ شرطا سے فریاد کرنے لگیں۔ انھوں نے اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور زنداں سے باہر نکل گئیں۔ میں نے یہ آگ سرد نہیں کی۔ زنداں کی سیاہ دیواریں چنے لگیں۔ میں اس میں بیٹھا رہا۔ میرے اس جذبات اور دہشت کا تجربہ خاطر خواہ نکلا۔ اس کی روشنی آگ سے گزرتی ہوئی تلوار کی آواز میرے پاس آئی۔ جاہل پرست یہ آگ نکلا۔ یہ آگ نکلا۔ دیوتاؤں کے لیے خاکوش برخواست تھیں مقدس شرطا نے طلب کیا ہے، تھیں مقدس شرطا نے طلب کیا ہے۔

”نہیں، تم جھوٹ گیتی ہو۔ میں نے اندر سے جواب دیا۔

”مقدس شرطا نے اپنے قہر میں شرطیہ منتظر ہے۔ دیوتاؤں کا واسطہ میں پہنچ کر میری ہون، آؤدھا ہر آواز میں تلاش کے ٹھہرنے سے پہلے میری میں نے پشالی آگ کے اندر سے نکالی اور میرے قدم اٹھانا ہوا

زنداں سے باہر آگیا۔ باہر تلاش اور دوسری ناخوشی میری منتظر تھیں۔ تلاش نے اپنے محل میں نہ گئی۔ انھوں نے مجھے کوئی بات نہیں کی۔ جو میرے کیس میں لڑکیوں اور مردوں نے بل کے مجھے خوشبو دار تیلوں سے غسل دیا۔ میرے بالی نے سر سے سرسے کے سرسے کے جوہر پر مندی خوشبو کا

حق چھوٹا گیا۔ میں نے اپنے نوادہ چھوٹے۔ روانگی سے پہلے ناظم اعلیٰ قریب تلاش اور دوسری ناخوشی نے مجھے شرطا کے محل کے آداب سے آگاہ کیا۔ پھر میری آنکھوں پر ایک پٹی باندھ دی گئی اور مجھے دونوں بازوؤں سے پکڑا گیا۔ شیش میں ایک طویل سوزا لگا گیا۔ چلتے چلتے میری آنکھوں کی پٹی کھول دی گئی۔ میں نے آنکھیں کھولیں۔ اب میں کسی مالی شان محل میں کھڑا تھا سیاہ فام مردوں اور عین دھجیل صورتوں نے عکس کی جگہ کی لیکن ناظم اعلیٰ قسم ان کے ساتھ چلتی رہی۔ محل کی سہارا قابل دید تھی۔ میں وہاں کے نوادہ کا جائزہ لیتا ہوا اور یہی اٹھیں غیر کوڑتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ محل قہر تھا بلکہ یہ جہاں تو نہیں تھا کہ اس کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ جو مجھ پر تھیں اور مرد دھجے راستے میں نے وہ پرتیاک نفروں سے میرے عدو حال کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ طویل ابدان کے دونوں طرف کمرے تھے اور راداری میں جھوم کی جھرا تھی۔ ایسے جیسے جو خواہشات میں بیان پر پا کر دیں۔ رنگ رنگے دروازے۔ تمام دروازے بند تھے۔ آخری سرے پر ایک دروازہ کھلا ہوا تھا اور وہیں راداری ختم ہو جاتی تھی۔ قریب مجھے اس دروازے میں گئی۔ میں نے بے جھجک قدم بڑھائے اور کچھ دیر سوچا کہ آگے کیا ہے۔ میں قہر کے شکوہ میں ایسا کھڑا ہوا تھا کہ مجھے کچھ خبر ہی نہ ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے غمت دہشت کی ایک لہر میرے جسم میں تیر کی طرف لہرائی۔

— پناہ بخدا، یہ چیز کا کوئی منظر تھا۔ یہاں نے کچھ لاشوں کا ایک انبا تھا۔ ہر طرف ان کی کھڑکیوں اور کٹے ہوئے پیروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ایک جانب نیم جاں انسان موت و زندگی کی کشتی میں سے دھجے تھے۔ معاذ میری نظر جھٹ کی جانب لٹھی تھی۔ اپنی پیڑ پر قابو نہ پاسکا۔ جھٹ متعدد مرد اس طرح چھائی کے چھینکے سے لپٹے ہوئے تھے کہ ان کی گردنی ٹوٹ گئی تھیں۔ انھیں ملوٹوں سے بھر جھانک رہی تھیں۔ ان کے سر پر کھل چکے تھے اور کھتا ہوا گوشت قطرے ہر کھڑکیوں کا ساتھ چھڑ رہا تھا۔ اس نوحے سے میرا دماغ چٹنے لگا۔ مجھے عزت ہے۔ زندگی میں پہلی بار میرے حلق سے ایک گھٹی ہوئی چیخ نکلی تھی۔ اسی وقت یہ دہشت ناک قتال میرے ذہن میں آکر کہیں اس مردہ خانے میں قید کرنے کے لیے قہر شرطا نے اپنے محل میں طلب نہیں کیا ہے؛ جو اس مظاہرے کی کیا قدر میں نے اپنے آپ پر قابو پایا اور قریب کی طرف سرالہ نکلا ہوں سے دیکھا۔ وہ سکارا رہی تھی۔

”قہر شرطا میں حیرت انگیز نوادہ موجود ہیں جاہل پرست آؤدھا۔

ہلی۔ جو یقیناً تمھاری دیکھی کا باعث ہوئے۔

”ہاں۔ میں نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ یہ ایک خوش رنگ

منظر ہے، اس سے شرطا کی فضیلت اور بدتری کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو اطاعت کرتے ہیں ان کے لیے شرطا کی فیاضیاں بے پناہ ہیں اور جو.....

میں نے قہر کی بات کاٹ دی۔ بس بس۔ میں دیکھ چکا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے دل میں مقدس شرطا کی دید کی خواہش دو چند ہو گئی ہے۔ مقدس شرطا کو میری آمد کی اطلاع کی جائے۔

قریب کو اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ اُسے میرا اٹھنا دیکھ کر یقیناً گراں گزرا تھا۔ اس نے مجھے نفرت انگیز نظروں سے دیکھا اور راداری سے واپس ہونے لگی۔ میں اس کی پیروی میں قدم بڑھانے لگا۔ میں نے اپنے ذہن سے وہ غمت ناک منظر فراموش کرنے کی ناکام کوشش کی اور ابھی میری گردن آٹکھوں نے دیکھا تھا۔ قریب مجھے محل میں گھٹی رہی اور اس عرصے میں مجھے اتنا فائدہ مزہ ہوا کہ میں شرطا سے ملنے کے لیے اپنے حواس و احصاب کو آلودہ کرنا رہا۔

پھر قریب مجھے ایک وسیع دور میں ایوان میں نے گئی۔ کچھ دیر بعد وہ ایک بلند دروازے پر پہنچ گئی۔ پہلی بار میں نے اس کے چہرے پر راکش کیلئے کے تاثرات دیکھے۔ قریش کا رنگ گہرا اثر تھا اور جھٹ پر روشنی کی چھائی مٹی تھی۔ قریب نے آگے بڑھ کر دروازے کو کھولا۔ چند لمحوں بعد وہ اعلیٰ اور درجن کے بل میرے قریب آئی اور روشنی کے لیے میں ہلی۔ جاہل پرست؛ دروازہ شرطا کی دید کا دروازہ ہے۔

میرا شرف ہے کہ مقدس شرطا کی عظمت اور جلال کا خیال رکھنا۔ پھر اس سے قبل کہ میں کوئی جواب دیتا وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئی اور ایک نوڑا پرکار میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اب میرے آگے شرطا کی خاص کمزیری اور غلام مردہ گئے۔ جو آہستہ آہستہ واپس ہونے لگے۔ پھر صرف میں بچا رہ گیا۔

یہ کچھ عرصہ آتا تھا۔ میں نے بلند دروازے کی جانب دیکھا۔ اس کے نقش و نگار میرے دل میں عجیب دولے پیدا کر رہے تھے۔ میں نے اپنے آپ کو سمیٹا اور دروازے پر بنیاد امتیاز سے ہاتھ رکھا۔ ہر ہاتھ تھا کہ نفرت انگیزوں کی سوزاں آوازوں اور دیوار چھڑنے لگیں۔

دروازہ آہستہ آہستہ ابھرا ہوا تھا۔ اندر مجھے رنگ رنگے دلوں کے جھرمٹ نظر آئے اور کین آؤدھا خوشی میرے جسم سے ٹک لگیں۔ میں نے کچھ سچا۔ پھر ایک عرصے کا ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

آخر رنگ و نور کا دروازہ کھل گیا۔

قسمت کا دروازہ۔ یہاں تک پہنچنے کے لیے میں نے اس جزیرے میں مشکل ترین دن گزارے تھے۔ میں اس ابتدائی امتحان میں کامیاب ہو گیا تھا کہ اس طرح شرطا کے قہر میں سانی مائل و سکون میری دانش مجھے بیان کرنے لگی تھی۔ یوں کیسے کہ میں تارکک برآعظم میں ریاضت شجاعت اور فراست کی منجلیں سر کرنے کے بعد ایک اور منزل سے ہم کنار تھا۔ یہ منزلیں کمان ختم ہوں گی جو اسرار چندی بڑھے سرنگا کا خیال تھا، جب ہم مذہب بنائیں دلوں میں جلے جاسکے۔

میں نے اسے خواب سمجھا تھا۔ میری منزل پر اور تھی۔ میں نے اپنی شطرنجی ایک ہی شخص سے وابستہ کر دی تھی، اس کا جلال انتہائے جلال ہے۔ اس کا وصال انتہائے وصال ہے۔ جب تک میں یہ کمال حاصل نہیں کر لیتا منزلوں، مہر کوں اور مہر کوں کا سلسلہ جاری ہے۔ جگہ پر قریب پر ایک امتحان ہے۔ ہر لمحے ایک خطہ۔ ایک دروازے کے بعد دوسرا دروازہ۔ ایک ڈھکے کے بعد دوسری زمین۔

شرطا کے ایوان خاص کا دروازہ کھلا تو میں ایک عزم کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ نقاتی ٹھیک کی سوزاں آوازوں، عطیہ ہوا اور رنگ رنگے باروں کے جھرمٹ نے میرے ذہن پر ایک سستی کی طاری کر دی۔ میرے اندر داخل ہوتے ہی مقدس دروازہ بند ہو گیا۔ میں نے اس پر کوئی قریب نہ دی۔ میری آمد میری ایسا کے سبب تھی۔

سوغوت اور جھکے گلیہ لگا تھا جو میں ان نظروں آتھوں سے لطفت اٹھا آ آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہا تھا، بادلوں کی دیواریں میرے جسم سے چھتی چھتی تھیں، میں ایک یل رنگ میں ڈوبا ہوا تھا، میرے کے وسط میں سچ کے میں لڑکی لڑکے میرے سامنے تھے۔ نظر شرع ہوا کے تونے ہر ایسے تھے۔ شرطا کا جلوہ بھی اقبال کے جلوے سے مشابہ تھا، وہی عظمت و ہی رنگ و آہنگی کی احوال میرے ذہن میں کھڑے شرطا سے لافانے کے بعد کوئی منصوبہ واضح نہیں تھا۔ اس فقیر تک سانی مائل کرنے کی جدوجہد اس وجہ سے تھی کہ میں آئینہ دیکھنے اپنے اقدام مرتب کرنا چاہتا تھا، میں شرطا کو قریب دیکھنا چاہتا تھا۔ اسرار میں اس کے منہ کے بڑے چہرے تھے اس کی دانائی مستند سمجھی جاتی تھی، اس کی فضیلت سب پر شکست تھی۔ سہمی کا احترام کرتے تھے اور شہرہ تھا کہ اسے جزیرہ بنار میں تیسرا عظم عالموش کی خصوصیت حاصل ہے۔ میں نے اس میں ایسی حسین عورتیں دیکھی تھیں کہ شرطا کا قصہ کہے ہی جسم میں سوزاں ہی چھپنے لگتی تھیں۔



جواب کی منتظر ہے۔“

انھوں میں مذہب کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ راستہ کو اندھے سے
 انھیں اندھے کی مادی چرواہائی میں اور مسیح کی روشنی کی تحمل نہیں
 چاہتے، خرمیر اور عالم بھی یہی تھا، میرا خیال تھا، وہ مجھے سے ناراض
 ہو گیا اور اس کا غضب ابدانالی سے سما جاتا ہے۔ لیکن وہ بخیر
 میرا ہاتھ روک رہی تھی مجھے اپنے جسم کے ہر حصے میں اس کی انگلیں
 اترتی محسوس ہو رہی ہیں اور ان خاص میں میرے اور اس کے سرواکی نہیں
 تھا جس نے تخت پہلا چڑھائی کے گاؤں میں ایک کوفٹ لی اور مجھے تین
 نیلیں لگا کر وہ مجھے سہم کلام ہے۔ جابر بن ابوسف اُنکس نے طہران
 سے کہا تھا انکا تمہاری طلب صداق کی دلائل کرتا ہے۔
 میں نے اس کی خدمت میں اپنی ساری ترنما کی صرف کڑی۔

”میں نے خود کو جزیرۂ امان کے دوسرے سر دروں سے برتر ثابت کیا ہے اور یہی بات شرمکار کو پسند آئی ہے چنانچہ اس نے تعین ہم کلامی کے شرف سے نوازا ہے۔“ شرف کی آواز کوئی غنائیہ تھی۔

میں نے الماعت اور جان شاری کے ہمد کا اعادہ کیا۔
 ”اگر تم اسے اسرار میں وہی سب کچھ ثابت کیا جس کا تم عہد
 کر رہے ہو تو تم یہاں ٹھہر تبہ جاؤ گے ممکن ہے کہ بعض مستقل طور پر
 یہاں رہنے کی اجازت دے دی جائے شرفاء بعض صاف کرتے ہیں۔“
 اس نے ایک نشان سے کہا۔ میں نے اپنی جبار قوں کے لیے دوبارہ ان
 سے صاف کیا۔

وہ احکام صادر کرتی رہی۔ میں دفعتاً شیخ کو تار میں اس کے
قلب میں داخل ہوا جس کے لیے مضطرب تھا۔ وہ میری کوشش اپنی
فیاضی اور احسانات سے جانے کی خواہش تھی۔ ہم دونوں میں مذہباً
پھنسا کر کے لیے ایک دوسرے کے قریب آئے اور دوسرا میرا کہ شیخی
کوشش کرنے پر تھے اور دونوں ایک دوسرے کا تجربہ بھی کرنا چاہتے
تھے۔ یہ ایک دلچسپ اور پُر لطف وقت تھا۔ بھلا اس کی ہر باتیں
کہہ کر ان سے اٹھائی تھی۔ انہیں میں نے ہر لمحہ اپنے مشق تمام شکر
اور کہنا چاہا تھا۔ یہ ایک دوسرے سے مفاہیم کی تہہ بہ تہہ سمجھ
اور تجربہ ہو گیا۔ تہہ بہ تہہ سمجھ و لطف پر پائل چھائی۔ کبھی مجھ کو حاکم
و قیام بریان تو کیا یہی شکر اس لطف عزایت کے لیے اس کی غرضی

کافر کو کہتا ہوں تو خود بھی خاک گئی۔ میں بھی خاک کی اور جب زبان
خاک گئی تو زبان کی قدرت آیا۔ میں اسی وقت کا منتظر تھا۔ وہ بھی
کایا بے ہوشی کہ اس نے بزم خود مجھے اپنا مطیع بنایا اور میں بھی کہیں نے
اس ملک دل کے سینے میں گرا کر پید کر دیا اس نے اپنی انکشت کو پیش

دی۔ ارباب کسی سمت سے نازل ہو گئی اور اس نے سڑک کے مجھے پرانوں کا مشرب خاص شیش لیا۔ میں نے مقدمہ جم میں اٹھارہ اور چند سی گھنٹوں میں تلامیہ پر یہ کہ مجھے سب خوب لگ رہا تھا اسلحہ کی دلیل اللہ کو تھی۔ حوالہ قریب ہو جانے کی میلہ افتادہ اس میں آج چنانچہ میں نے ارباب سے ملنے کے ایک اور مقدمہ چھوٹا ہمارے شیش نص کرتی جو کہ نظر نہ لگتی ارباب مشرب خاص شیش کی دھڑکی پر اور میں نے نکال پتیارہ ہمارے ارباب پہلے کی طرح نہیں کھو گئی۔ شیش کے شیش سے میں نے اختیار اس کی طرف بڑھا۔ اس نے مجھے اپنے تخت کے ایک کونے میں بٹھایا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو سمجھ گئے۔ اس نے خود پہلی کی

تم میرے قصے کے وجہ سے سڑوں میں ایک اضافہ ہو رہا ہے۔
 "یہ لمحے میری زندگی کا سرمایہ ہیں۔" میں نے جھڑپتے ہوئے کہا۔

”اسرا کا یہ دروازہ کھلے لیے کھل چکے۔“
 ”کیا یہ سب سچ ہے جو میں ہوش میں نہیں ہوں؟“
 ”اپنے یہ زوار آتا کرو“ اے نے دل راتی سے کھلا
 ”میں بغیر پشت پر کیے لیا ہوں۔ میں نے جواب دیا۔
 ”میں بغیر آتا کرو“

میں چند لمبے جھکا پھر میں نے کچھ سوچ کے انہیں اتار دیا اور سخت کی کھنٹی سے انہیں نکلایا۔

”دیوتا وصال غمیں غمیں تہہ میں۔ یہیں کے اتصال کی مارت سے جا بابر ہو گیا!
دیوتا شترخوار سے غرض میں اور انھوں نے اسی یہ تھیں میرے بڑے سیرا
سے۔“ اس کی آواز میں بھی لڑکھائی گئی تھی۔

میں اس وقت تارک برائے ظلم و جبر میں تھیں۔ تمام مصائب
بھوک لگا کر مجھے مرنے کی گنجائش مل چکی تھی۔ یہ کیوں نظر نہیں آتا کہ ایک
برائے ظلم و جور بنایا یہ میرے قریب تھا۔ اور لطف نہ کر رہا تھا۔ یہ
دنیا میں اس سے زیادہ حسین کون ہے کہ مرنے کی نصیب ہو کر اس کی نصیب ہوتے
ہیں۔ میری آنکھیں مل رہی تھیں اور اس کا نہ زبردستی تھے۔ جتنی دیر
سہتی جاتی تھی غصہ کو کراہی بھڑکاتا تھا۔ اگلے سال میں میری جگہ
شکار کا ہنر تھا۔ کاخاں تھا۔ اس کی اہل و عیال اس وقت تک تھی۔

موت۔ امازتے کہ تم سے اپنی واضحگی کا انہار کر سکوں۔“

”تھیں اعزازت ہے۔ اس کے نثر شری سے کہا۔
جب میں اس خواب سے غافل ہو جاؤ تو میں نے اپنے جسمِ حق پر
دھلکا ہوا پایا مجھے اپنے جسم پر غمزدگی کی گیندی اٹھی جو کئی عرصہ سے میری
میں گھبرا کر پائیدار دیکھا پسینہ نکال تھا کہیں میری جان میں جان آئی۔

نواز کھڑی ہو گئے تھے اور سارے سوتے کیے سوتے پھول نماز
 شکستہ اور اندر بکھر پڑے تھے۔ دل کا ہر لمحہ بے آواز لگا گیا
 یہ ایک خوب تھا۔ میں تھر تھار میں پڑا ہوا تھا۔ شطار دہاں موجود نہیں
 تھی صرف چند ملائیں نکلتی تھیں اور وہ وقت گزر گیا جسے میں یاد کرنا
 چاہتا تھا۔ میں بکھرے ہوئے پھول اپنے جسم پر بچھا رہا کہ نگاہ نہ تھکت
 افزا اس حسن کے جان لگا دسات، شطار نے مجھے نیا کے کیے عجیب
 ذاتوں سے روشناس کیا تھا۔
 اب کیا ہو گا؟ یہاں تو کوئی میرا پرسان حال نہیں۔ میں کہہ چکا ہوں
 اسے میرے قدم ڈنگا ہے۔ یہاں سے لڑائی گھم رہی ہیں کوئی لڑاؤ
 گھلا ہوا نہیں ہے۔ میں اٹھا، آٹھ کھڑا اور میں نے عبادت کے طمان میں
 کھائے مقدس شطار اٹھنے کے لیے منزل پر ایک پتیا دیا۔ مجھے اپنے قریب
 اپنے دے میں ہی کائنات بہت ہے۔ اس سے زیادہ یہ تنہائی مسکانت
 مجھ میں نہیں ہے۔ یہ روزانہ بند ہی رکھ لے۔ اسے بچرے میں قید کرے اور
 میرا غنم بن جائے۔ تو ڈھال کر دے۔
 سامنے کا دروازہ کھلا تو مجھے ہر شئی آیا۔ میں نے اپنا زبان بند
 کیا۔ ارمان مرادوں کے ایک پر سے کے ساتھ اندر آ رہی تھی۔ کئی کئی
 چہرے پر کسکوتیں تھیں۔ کئی کئی اٹھنے کے خان فرش پر رکھ لیے
 اور میرے بازو پر کھڑے تھے۔ مجھے ارمان خاص سے باہر لے جاکے عظمت سے
 غسل دیا گیا۔ میں انھیں چھوڑ کر باہر پھر مجھے دیکھا اور ان خاص میں لایا گیا اور
 عمدہ وضو دیا اور غذاؤں سے میری تواضع کی گئی میرے قریب نورانی
 کا ایک پڑا ہوا تھا۔ ان میں ارمان بھی تھی۔ میں ان تمام حسین عورتوں کے
 حسن و جمال کی جزئیات بتاتے سے معذور ہوں۔
 دنیا کے اس گم نام خطے کی کوئیں قدرت نے اس حسین مخلوق
 سے لڑا تھا۔ ان کی پرانی اور اہتمام دیکھ کے مجھے خوش خیروں نے فخر
 لیا۔ میں شطار پر غالب آچکا تھا۔ شطار نے مجھ پر غلبہ پایا تھا۔ باہر کے
 کسی خیال سے میرا ذہن گریز کر رہا تھا۔ وہ میرے پہلو سے لگی بیٹھ گئیں۔
 ہام پر ہام لٹھکے جانے لگے۔ یہاں ہکا اور جی کا ادا مزہ تھا
 اس میں ایک روکے کے ساتھ ایسا سلوک کیا جا رہا تھا۔ وہ مجھے ہر شئی
 میں نے نہیں جہاں اونچے درختوں، ایلچے، پھول اور رنگ رنگ پھول
 نے بہاروں کو شرمایا ہوا تھا۔ اس طویل قمریں زبان اسار کی ایک ٹہنی
 تعداد موجود تھی۔ مجھے حوض کے کنارے بٹھا پایا اور میری آواز دلتے
 نئے لہجے، ایک بے اطمینان ہوا آواز دوسرا اس کی جگہ لیتا۔ ایک لیلان
 سے دوسرا لیلان۔ ایک بے مزہ اور رنگ غیب سے قیصر کو یہ دیکھ دیکھ
 عمل ثابت نظر آیا۔ شطار کا تھا۔ ہر طرف دھن دھن ہر طرف منور تھیں

ہی ہوئی تھیں، سیاہ نام مرد بھی یہاں نظر آنے کو ہر شئی لکھنے کی ہر روز
 کے ساتھ چلے تھے۔ ان کی تعداد بھی کم نہیں تھی۔ ہار کا کا اور دوسرے
 دیوتاؤں کے مجھے باہر ایتنا سادہ تھے اور دھال پر کسی جگہ بند نہیں
 تھی۔ پورا عمل ایک وصل کا تھا۔
 میرے ساتھ اتنی بلند بلوک کھل گیا کہ شطار کی سر کا
 اہتمام کیا گیا، غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ شطار اپنے فخر کی شرکت و عظمت
 دکھانے کے ساتھ کرنا چاہتی ہو یا یہی قریب کا کوئی انداز ہو جس
 بات کا میں خواب تھا، اس کی شکل بھی ہر شئی تھی۔ میں مختلف ٹھیلوں کے
 سپرد کیا گیا تھا۔ آخر ایک ٹھیل کے سپرد ہوتے وقت میری نگاہ خشک
 گئی، وہ راز تھی۔ راز، شطار کا ایک کینہ خاص۔ اشارے کے بعد وہ
 دوسرا اشارہ پھر تھا۔ اسے دیکھ کر دل پر ایک قابل بیان کیفیت طاری
 ہوئی میرے من سے بے ساختہ نکل گیا۔ راز، ہم ہی یہاں ہو؟
 ہاں سیدی جاہر؟ اس نے اجنبیت سے کہا۔ مقدس اتابلا
 نے مجھے مقدس شطار کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔
 مجھے تعین دوبارہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ میں بھی یہاں آیا
 ہوا ہوں اور شطار میں مقیم ہوں۔ میں نے جیسے جیسے میں کائنات
 کی طرح راز کو بھی اقبال نے میرے پاس بھیجا تھا اور وہ بھی ایک دن
 کچھ بتائے بغیر غائب ہو گئی تھی۔ گویا اس میں اتابلا کی وہ خاص کینہ
 موجود تھی۔ ان کے علاوہ اور بھی کینہ ہیں۔ راز سے لی کر جسے
 غنیمت کو قوت میں ہیں اسے کینہ ناپا اور قدیم تعلق کی باتیں چھوڑیں
 لیکن اس مجھے کینہ ناپا بھی تھا۔ کینہ کینہ میں کینہ کینہ کینہ کینہ
 سپرد کے گریبا رزی اندر ہو گئی۔ میں دیکھتا رہ گیا۔ اس نے مجھے رسمی
 طور پر ہی بات چیت کی اور بار بار شطار کی عظمت اور تقدس کا ذکر
 کرتی رہی۔ میں نے بھی رسا اس کی تائید کی۔ اس سیاست کے بعد مجھے
 ایک کمرے میں بچھوڑ دیا گیا جہاں انواع و اقسام کی غذائیں تھیں اور شطار
 رکھے ہوئے تھے۔ میں بہت تنگ لگتا، سو گیا۔
 مجھے اس قمر میں آئے ہوئے کئی دن گزرے۔ شطار کی وجہ میری
 جانب کم نہیں ہوئی بلکہ اور بڑھ گئی۔ وہ مجھے ہر بار پہلے سے زیادہ شاکہ
 اور حسرت نظر آتی تھی۔ یہ ارمانوں کی گور کیا، اور جب شطار مجھ سے جدا
 ہوئی تو فخر کی سین دھیل دھیرا میں مجھے گھیر گئیں۔ وہ مجھے دھن دھن
 کی محفلوں میں لے جاتیں اور حوض کے کنارے بٹھکے خود اس کے پانی
 میں ترقی کر گئیں۔ جنت کا ایسا یہی تصور میرے ذہن میں موجود تھا، اس
 نظام طہر کے متعلق میں نے کچھ سنا تھا۔ کون کہا تھا۔ کون جانے کہ ہے
 انسانوں کی یہ پستیاں آباد ہیں؟ یہاں کوئی بڑی عورت اور بڑا ہمارا
 اور بچہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ علاوہ اتابلا کی عورتیں کبھی دیکھائی نہیں گئیں

مدا بہار شابت بڑی دولت اور کیا ہوگی؟ میں نے چند ہی دن میں قمر
 شطار میں پانچ سو دہائیوں کا حساب کر لیا تھا۔ میرا یہ احساس ہو گیا کہ
 بیش از بیش فاضلیاں تو مجھے کہیں کا نہیں لگیں گی کیا میں وہ مقدس ٹھیل
 میں تھا؟ نہیں ایسی بات نہیں تھی مجھے ہر لحاظ خیال تھا کہ شطار
 میں میرے دانے کا مقدس کیا ہے؟ وہ چند ہائی کے بہت جاتے تھیں
 جتنی شاکہ کتنا دیواری گھر کرنا، میں روزوں تلاش کرنا کرتا، میں ان
 راہوں کی کھون میں نگاہ نہ جہاں سے میرے ارادوں کو کوئی روشنی
 درہاں کے پھولیں اس نیچے پوچھتا تھا کہ شطار میں ہے شکار ایلان
 ان اندر کو کہنے کی طرح شطار کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ شطار اپنے
 لمبی مٹس نامیں سب کچھ دیکھ لیتی ہے۔ میں نے راز سے لکھ لکھ کر
 لی۔ وہ لی تو گئی لیکن اتنی سرسبز تھی کہ اس نے کسی اور قسم کی
 نفس کشی سے گزر کر۔ میں آزادی کے ساتھ سر جھکا کر آسکتا تھا۔
 ان آزادی میں شروع شروع میں کوئی لذت نہ تھا کہ اس احساس دہا، بعد
 باخدا ہر کو خوشیوں، گوارا، رنگ ہی سب کچھ نہیں ہے، یہ آزادی
 دن میں وقت ایک محدود ہے۔ ان رنگین نظاروں میں اپنے
 قلب کا کوئی سرگ لٹا نہیں ہے۔ ہر طرف وسیع وسیع دیواریں ہیں
 کسی سے کسی مسئلے پر بات کرنا بھی حرام ہے ہر شخص شطار کے قریب
 تازہ ہے۔ سب اس طہی کس کس نامے لڑتے ہیں جو سارا حاکم
 انوش نے شطار کو رکھا کیا تھا۔ میں تنہا گھبرا جاتا تھا تو میرے ساتھ
 زمین کا ایک گروہ لگتا جاتا تھا۔ انھیں نصیب نہ ہوئی۔ اس کی شکل میں میرے
 بے روز پر ایست غالب آتی گئی۔
 میں نے شطار کی فزیر کینہ خاص ارمان سے تعلق بڑھانے کی
 دشمنی کی۔ اس نے پناہ کھنوں سے مجھے خوش آمدید کہا۔ میں نے
 غنم میں اس سے پوچھا۔ کیا شطار کو کوئی خوش ایسا رہ گیا ہے جو میں
 نہیں دیکھا ہے؟
 اس نے خوش ادائی سے جواب دیا۔ ہاں۔ تم نے شطار کے
 غنم ایلانوں میں سے چند ہی دیکھے ہیں۔ تم نے دیوتاؤں کا ایلان
 میں دیکھا جہاں شطار عبادت کرتی ہے۔ تم نے وہ خاص ایلان بھی
 میں دیکھا جہاں طہی شجاعت موجود ہیں جو سارا حاکم طہی نے شطار
 طہی رکھا ہے؟ میں نے کس کا تبرک کو کہ بھی نہیں دیکھا۔ ابھی تم
 دیکھا ہی کیا ہے؟
 اچھا؟ میں نے حیرت سے دیکھا تو کیا میں ان کی دیتے
 رہی؟ یہاں کیا؟
 یہ شخص شطار سے تمہاری رفاقت پر منحصر ہے؟
 کیا اس رفاقت میں اب کئی کمی ہے؟

مستی جاہر، وہ ایک غنیم اور ذہن ملک ہے اس لیے ایک
 نلنے سے اسرار پر کھڑا ہے۔ کسی نے اس کے غلات آزادا اٹھانے
 کی جرأت اس لیے نہیں کی کوئی بھی اس کی غنیمت کے دے سے محکم
 نہیں پہنچ سکا۔ اس کے پاس شجاعت کا انسا ہے اور اس نے دیوتاؤں
 کو ہیش آئوہ رکھا ہے۔ ارمان نے مجھے شرب پیش کرتے ہوئے
 کوئی شرب نہیں۔ کوئی شرب نہیں۔ میں نے حقا ایلان میں کہا۔
 اس کی غنم میں کے کلام ہوگا، جسے میں یہاں آیا ہوں، اس کے
 قدر کے عجیب نظر سے دیکھے ہیں۔ اس کا کسٹھ لکھتی ہے۔ یعنی اس کے
 سر پر آسمان کا سایہ ہے۔ ارمان، میری جان، یہ تاکہ میری اعانت
 کر دو کہ میں مقدس شطار کے دل کے اندر پہنچ کر قریب کی طرح ہو
 سکتا ہوں؟
 میں اسی طرح کرم اس کے دل پر اپنی شجاعت اور غنم
 کا نقش کندہ کر دوں۔ ارمان نے کہا۔
 یہاں تو مجھے ناز نہیں ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ میں اس
 قمر میں اپنی غنم کی طرح ظاہر کر سکتا ہوں، سب کچھ میں نے یہاں
 کی ہر آرائش ہی دیکھی ہیں۔ مجھے دیوتاؤں کے مخصوص ایلان میں
 جانے کی اجازت بھی نہیں ہے اور میں کس نامی نہیں دیکھ سکتا۔
 میں نے شاکہ کیا تھا۔
 یہی تو تمہاری آزمائش ہے؟ تم ان دلکش مناظر میں اپنا سر کبے
 اجمار کے ہو؟
 تم کبھی ہوا ہار۔ تمہارے رشوتے کا شکر ہے۔ شطار
 کے بعد تم مجھے یہاں سے زیادہ مرغوب ہو۔ اگر مجھے کوئی کوئی
 ہو تو مجھے ڈک دینا۔ یہ اقدام تم مقدس شطار سے اپنی عزت اور حقیر
 کے طور پر کرنا۔
 مجھے ارمان سے اس سے زیادہ غنم کا موقع نہیں ملا۔ مجھے
 ناز خیال تھا کہ شطار نے اپنے حلقے میں لیا اور میں نے خود کو ان کے
 پہر کر دیا۔
 یہ تھے، یہ زار جو میرے گلے کی زینت بنے ہوئے تھے۔ قمر
 شطار میں ان کی حیثیت آرائش کے ساتھ نہیں تھی ارمان سے غنم
 کے بعد میری بے تاب نفس دیوتاؤں کے پاس نہیں جاسکیں۔ اس رات
 میں شطار سے اپنی شکل کا ذکر کرنے لفظوں میں کر دیا۔ وہ سکرے
 لگی اور اس نے
 مجھ سے کہا کہ کیا تمہارا
 لیے یہ اعزاز باعث نگوں نہیں ہے کہ تمہاری رفاقت نصیب ہے؟

اپنے چہرہ خاص میں قصر کے بارگاہی ہوئی ہے مجھے تم سے چند لمبے باتیں کرنا ہیں۔ آؤ موقع چھوٹنے لگا۔
 "مجھے چھوڑ دو۔ دودھ دہاڑ جاؤ نہ زمانے بے بسی سے کہا۔
 اس کی ہنسی کا وہ پر کسی نے جھکا کر اس کے دل میں چلیا ہے۔ میں اپنی دامت نشانے کے لیے ہنسنے کا اور وہ زعفران ہزار جمع چھوڑ کے مجھے میرا دامن سے ڈھکا آنا چلا۔ ایکسا مکان زمانہ سے رہبری حاصل ہوئے کا تھا، وہ بھی خالصتہ چوکیا مجھے یہاں بہت سی چیزوں کی تلاش تھی اور ان کا پتہ چلا کہ میرے لیے مینا کا شکار گزار کامر ہو گیا تھا۔ چھوڑنے میں رضی تیار رہا۔ سو گھنٹہ شمار کر دیں۔ مجھے کمر لگ کر راستہ سے ملا میرا چوکیا آؤ گا ایک سستہ کلام کی طرح ہر دروازہ کو کس کے خانو میں بھیجے گا، یہاں میرے حواس پر دست بستہ ملنے کا تسلط چاہا تھا۔ تھار جیسے جیسے گزرتی جاتی، میرے کب کا مرض بڑھتا جا رہا تھا۔ کیا کر دیں؟ وہ وہ مکت فاما سب اس سے خوفزدہ ہیں۔ کاش مجھے اس کا علاج پتا چلتا جاتا ہے جہاں وہ نصب ہے تو میں اسے اٹھا کر چھوڑ کر دوں۔ شرط کی خاموشی اس کی ذہانت پر ثابت کرتی ہے۔ یقیناً وہ اپنی شہرت اور تربیت سے زیادہ ذہین ثابت ہو رہی تھی۔ وہ اپنی برتر حیثیت سے ہر فائدہ اٹھا رہی تھی۔ یہ ذہن قصر کی زبواں ہے۔ اس علمی کا رخنہ میں میرے تمام ارادے صحت شرط کی بے پڑائی اور اعتبار سے تکیں بنا سکتے ہیں مگر وہ مجھ سے کیوں بے پڑا ہو چکا ہے اور میں مجھ پر کی غماز کا اٹھا کر کے کاش میں یہاں اپنے اعلیٰ علوم سے مدد سے کتنی کوئی ایسا ملے گا جو درجہ درجہ روکش کر دیتا۔ میں شاید اس سلسلہ میں کے چہرے داغ دار کر دیتا، میں شاید کے شکوے میں نہر لا دیتا مگر میں یہ سب کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کو میں بھنک کر مجھے ایک لا محدود وقت کا انتظار کرنا تھا۔ اگر میں نے عملت اور مدد بازی میں کوئی ناکام قدم اٹھایا ہوتا تو اسار سے میری دلیلی نامکن ہو جاتی مجھے بہت مضبوطی سے چھوڑ کر کراہتے باؤں اٹھانے تھے۔ مجھ تک میں نے اپنی دامت میں قصر کی ہر دروازہ ہنکولی اور ہنک کے اپنے الزام میں چڑھ گیا مجھے گھٹے میں اپنا ہر خطیر ہر امر آواز چھیننے لگا۔ یہاں ان کی کوئی تندر و قیمت نہیں تھی۔ میں ان عظیم دیواروں اور ایوانوں میں بہت بڑا آدمی تھا۔

مٹی انصاف قصر کی چل چل میں ہال پر گئی مگر شرط کی آمد کا غلط ہوا اور میرے دل کی دھڑکنیں تیرنے لگیں۔ کادوت آیا۔ مجھے خوش تھا کہ میں وہ میری رات کی مصروفیت کے بجائے میں مشغول رہا۔
 "میں نے کہا کہ یہاں پر گئی۔ اس کی خاموشی مجھے ہلکا کرنے لگی۔
 "میں سوچتا ہوں کہ گویا میں میں جتا تھا چھوٹا تھا۔
 لکھنویوں سے اس کی جانب دیکھ کے کہا۔
 "کیوں؟" وہ بے نیازی سے بولی۔
 "اس لیے کہ تاکہ میرے بڑے علم میں شہیت جبر اور میں ذات ملتی، وہ ایک عمدہ اثر کر رہے ہیں۔ وہاں سب برابر ہیں، روتہ چھوڑوں کے ساتھ شفقت کا ہے۔ وہاں کے ناظم عارف

میں سارا جبر و کسان خیال اور کسان متعادل کر گئے کہ جسے وہ مشرک عبادت کرتے ہیں اور علم عقل کرنے میں ملے نہیں کہتے۔
 "کیا وہاں یہ سب کچھ ہے؟" شرط نے دل چسپی سے پوچھا۔
 "وہاں کیا نہیں ہے؟" میں نے جواب دیا۔
 "اس کے بعد تمہارا ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں ہوا؟"
 "میں نے اس کی کوشش میں نہیں کی لیکن اگر میں ان سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تو شاید کر سکتا تھا۔"
 "وہ کیسے؟"
 "میں کی جزیب سے سفر کے دوران میں سمندر میں بیچ کے دن کی طرف جانے کا ارادہ کرتا تو میرے لیے مشکل ہو جتی، ان عناصروں کے اپنی میری دلیلی کی خبر پہنچ جاتی۔"
 "میرا نہ؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔ "تم جب تک چاہو یہاں رہ سکتے ہو لیکن اگر تمہیں ہر روز ہر دن تو قصر اسار کی کسی بھی طرف سے رابطہ قائم کر کے جو تم خود ہی اپنے آپ پر اس قصر میں رہنے کا اہلیانہ کر دو۔"
 "میں تمہارا شکر ادا نہیں کرتا۔ تم مجھے یہ آزادی بخش دی۔ قصر اسار میں تم سے زیادہ مشکل کوئی اور نہیں ہے۔ میں کھلے آسمان میں اور نیکی زمین پر رہنے کا عادی ہوں۔ شاید میری توانا یاں تم کے کسی کام آسکیں شاید میں تمہارے لیے کوئی نفع و فائدہ ثابت ہو سکوں۔ میں نے سرت اور نرم سے کہا۔
 اور اس دن مجھے شمس ہوا جیسے میں ایک ذوق نہیں ہوں اور میرے جسم میں حراتیں موجود ہیں اور میری گول میں خون خری سے گونجتا ہے اور میں ایک نہر ہوں اسار کا اور میں اور شرط ایک دولت ہے اسار کی عورت میں یہ چل سکتے ہیں اور شمس کے لیے بڑے علم تھے مجھے شمس ہوا میں اندھیرے میں میرے غم کے لیے ایک مدت تھیں ہو جاتی ہے شرط کی بڑی نوازش میری شفقت اور ادا وشت کا مٹتی، وہ گول اور جوں دماغ پر طاری تھی کسی قدر کہ مجھے لگی جسم کی رستیاں جو مل جاتی تھیں تھیں فزاد کوئی ہنگامہ برکات طواف متعلق تھا۔ میں نے سس آزادی میں مفتی اٹھتے ملے اور کھنڈن میں صحت حال میں ہر گز میں کوئی ضرورتی تبدیلی نہیں کی۔ یہ شرط کی تعویذ میں میرا درجہ گرا دیتی۔ میں بار بار اور زور کی کیرنل کے گوارہوں پر کسی وحشی کی طرح ٹوٹ پھٹ میں پڑا۔ اس سے میرے رگہ رگہ جباری پشیمانی تھیں اور پختہ کرنے تھے۔ ایک ایک کلاسی آواز میں درجہ تھی وہ تین دن بعد نہایت نامحسوس مٹتے رہی۔ شرط کی حکما کردہ رعایت کھٹک لینے کا آواز آیا۔ اپنی گوشہ زاری کے طوائف میں قصر میں گویا پھانسا، پھانسا، نازنیاں اسار کے ریا

شکوے سے چھوڑتا پھرا۔ میں نے شگفت اور جھجکا پارہ رنٹر رفتہ رفتہ کہنا شروع کیا اسامی میں نوازیں میرا دل گئی۔ میں نے اس تبریز ناز سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں انجینیوں کی طرح اس سے ملتا اور کسی دوسری سمت چل پڑا میری یہ قمار بازی شرط کا تینیں تھیں لگتی تھیں پراس کی غنائیوں کی بارش اب در زور سے ہونے لگی۔
 ایک رات سکوت نے قصر شرط پر اپنی لپیٹ میں لے لیا۔
 میں محل کے شبی علاقے میں بیچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ نوازی طوت جھانکی چلی آ رہی ہے۔ وہ میرے قریب آ کے رگ گئی۔ میں نے اس کی ترشش آنکھوں میں جھانک کر دیکھا اور جلد ہی ان عورتوں سے بچکارا حاصل کیا جن کی نگاہیں میرے سر پر لگا طواف کر رہی تھیں۔ میں نے ہم سب سا اشارہ کیا۔ نوازی میرے عقب میں چلنے لگی اور میں دماغ کے ایک دوران گوشے میں چلا آیا۔ قصر شرط کی خاموشی میں کھینچ لی جاتی تھی۔ عام دونوں میں یہاں ایک شمس سا معتقد تھا تھا۔ میں نے اپنا چہرہ زور سے نکال کر دیا۔ نوازی مجھ کو دیکھی اور اسے بے تاب میرے سے سے چوتھی گئی۔ شاید جبار مجھے صحت کر دے، میں نے نہیں کھ پچایا ہے۔
 تم میری مجبوریاں سمجھتے ہو گے۔
 "میرا نہیں نے سس اور ایک تائی خاموش ہو۔ یہ کہ میں اس دوران میں پھر پھر اور اساتفا شاپلی کی دروازہ کچھ کچھ کی طرح گھسنا رہا ہوں۔
 جان عزیزا بات کر دو۔"
 "سیدہ جبار؟" زمانہ نے سسے سے کہا۔ میں تم سے ملنے کے لیے مضطرب تھی لیکن کوئی صحت نظر نہیں آتی تھی مجھے یقین تھا کہ شرط حسب معمول ایک ات کے لیے قصر سے باہر چلے گی، میں اس بات کی منتظر تھی۔
 "نوازی کو تو اس کے لیے گفتگو چھوڑو۔ یہ وقت بڑا قیمتی ہے۔
 ہم بہت مشغول حالت میں یہاں ملے ہوئے ہیں اسرار طافیں ہلاری باتیں کر رہی ہوں گی جو شرط کے ساتھ تھیں حالانکہ میں نے اپنی شاپلی اور آڑ سے کھٹک کر کسی کے ہمارے گفتگو ہم ہی کھٹک کر ہو رہے۔ میں تم سے چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔"
 "سیدہ جبار؟" میں اس کی مقصد سے آئے ہوئے۔
 "مجھے حدس اتنا لگتا ہے کہ میرا تھا۔ میں نے فقر جواب دیا۔
 "ازراؤ کہ تم نوازی اور کوئی سوال مت کر دو، یہ بتاؤ کہ تم اس قصر کے کون سے میں کس قدر مصلحت کرتی ہو؟"
 "میں بہت سی باتیں جانتی ہوں۔"

کا اعلان کر سکتا ہے مجھے ایک بہت بڑا اصلاحیہ کوئی دوا کرنے سے پہلے بہتر ہو گا کہ تم سب سحر و جادو کی امانت کے لیے مبارک گاہ میں کسی بے مثال راجست کا منظر دیکھو کہ تم کو تمہاری کامیابی کی کوئی شبہ نہ بنے تمہارے لیے محدس تہیج ہے۔ جو تمہیں بین جھوٹا چاہیے کہ تم ایک ایسی کلمہ سحر نامیہ پڑھو جس کا ہر لفظ کوئی تھوڑی بہت بلند ہے۔

”ہاں اور اسی لیے میں تمہاری رہنمائی چاہتا ہوں اسی لیے میں سیدھا مبارک گاہ میں آیا ہوں یہی وجہ ہے کہ میں نے شرطدار کے محل میں داخلے سے پہلے تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کا کوشش کی تھی۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے علم فضل کے اعتبار سے تملیک برائے علم کے حامل کی کوئی فرست میں شامل کیا جا سکتا ہوں؟“

”وہ چند محل کے لیے تہذیب میں پڑ گیا اور اس نے بغیر میرا چہرہ دکھایا، میں تجسّس کھڑے ہوں سے کہ جب کا انتظار کر رہا تھا میرا اس کے چہرے پر سنبھل گیا جہاں کوئی اور وہ تہذیب سے کہنے لگا۔ تم نے نازش کے معرکہ میں دن گزارا اور شمالی حامل کی، یہ تمام اور جڑ سے تھا اور گاؤں آگاہ تھے تمہارے علم فضل کی دلیل میں مگر میں پراسرار طاقتوں کا حامل تھا جو اسے اور تمہاری حیثیت سے بھی تک مالوں کے ساتھ میں ایک مبتدی کی سی ہے کہ تمہیں اپنی کسی فضیلت کے عوض مشرب حیات حاصل ہو گیا تو راجست کے لیے تمہیں ایک نشان مل جائے گا، تاہم دیوتا تمہارے ساتھ ہیں اور وہ چاہیں تو تمہیں کھوں میں وہ تمام غنیمتیں سونپ دیں جو یہاں مومن میں حبیب نہیں ہوتیں۔“

میری بات کا واضح جواب میں تھا، میں فرما کر کہ میرے وہ وقت متیں کرنا چاہتا تھا جب شرفا سے مبارزت میرا دلیا تھا کہ گاؤں میں ناخاندانوں میں میں اپنے ہندی دوست مرنگ کے ملوں اور غلوں کا بیویاں کوں۔ کاہی ملنے کے بعد میرا ہاتھ اور ہتیرج معتدل ہوتے ہوئے میرا جوتی سر ہڈی پڑنے لگا، میں نے اسے لیا۔ میرے کاہی علم کا طول میں دلا مشورہ و رد کر دینا چاہیے کہ کسی غیر ہندی مدت کا انتظار کرنے کے بجائے شرفا کے سامنے صفت راہو ہونا چاہیے مگر اسی وقت میری نظروں میں جاملوں کا دیوتا قامت ہوا اور گھوم گیا، میں نے اپنے بدن میں اس کی جو تصویر کھینچی تھی وہ بڑی ہیبت ناک تھی جاملوں کی بیڑ معمولی مفلک کا شخص ہے جو علمی محسن نیکو ایران میں داخل ہوتے ہیں۔ پہلے میں نے حقیقی جاملوں کی اپنی درخشاں پنہا چاہی تھی۔ اگر وہ داخلہ پڑا تو میرا ہوتا کوئی کجا یا اب سے ہم کی راہ ہوتا اریوں میں نوادر کے حصول اور عزت کے حصول کے لیے جاملوں بڑی دھان شادی کے مظاہرے دکھانے کے

تمام مواقع تملیک برائے علم میں غلام کیے گئے تھے میرا یہ اقدام ہر کسی کی طرف سے ناخوشی سے منظر آتا تھا کہ غلام کی کیا تھا، ہر حال میں کسی خوش فہمی میں متلا نہیں تھا، عجیب مغرب سراسر کی ہر دم پرتا دلات اور عقل کی گنجائش کمال تھی وہاں مجھے میری اڑتیں تھوڑی تھوڑی گریں میں الجھ جاتا تھا۔ مسہر کی کامیابیوں کی بڑی وہ غالباً یہ تھی کہ میں نے تمام مذہب ماسی اور فکری روش کا قبول کیا، جبکہ کے جو کہ دیکھا، جیسے دیکھا، اس کے شک کے بغیر تسلیم کر لیا یہی میری عقلی سجادہ دینی نے مجھے متا دیا ہے میں نے بار بار عقلی عقلی عقلی عقلی استعمال کی جاتے جو اس زمین پر رائج۔ میں نے اپنے ساتھ پیش آنے والے اثبات کے سلسلے لانے اور میری بے مثال کو افادہ ہوا۔ قرآن میرے نوادر مثال کے بار بار اس طرح میری طرف دیکھتے گئے تھا جیسے میں مجرب ہوں۔

میں خود اپنی نظروں میں ایک مجرب قصاب لہا، اس، سنگ، کھری جلد چہرے پر لپک کان میں باغی میں ملے میں عجیب بہتہ کی اشیاء ہوں تھی، بیروت کا ایک شائستہ اور مقبول درخشاں سے کہنا، کیا تھا جو قرآن نے درختوں کی چال سے ایک درختی اورانی تمام پتھر پھانچاں رکھ کے تعویذ کا کتاب پتھر اس میں اور اسے میرے گئے میں لکھا۔ یہ ایک پتھر کے ساتھ اس نے اگلی پڑی۔ میرے ساتھ آؤ۔ اس نے مجھے کہا۔

میں جمل و محبت کے بغیر اس کے ساتھ چلا۔ وہ بھلا چہرے سے ابھر لے آیا، رات نماز تھی اور آفتاب عالم تاب آمد کا غلط تھا، عبادت میں دھماکے سے تھکے ہوئے کاہی اور کاہی میں ایک دوسری آغوش میں مصروفیت سے بڑے تھے اور جو دھماکے سے محروم ہے تھے مختلف جاملوں میں تھے تھے قرآن آہستہ آہستہ پڑھتا اور انداز میں ملے، کا تھا مجھے کی رفتار سے اس میں جوہری تھی ایک سنسنی ہی میرے گلے پہن تھی جسم میں برقی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ دیوتاؤں کے منام کے سے گزرتا ہوا کاہی ان تمام اس حصے کی جانب گیا جہاں بڑے مجھے ہے مجھے تھے ایک بڑے مجھے کے نزدیک پہنچے میری جانب پڑا۔ تم میری مبارزت پر کسی زرد اور گاہ کے بغیر ملے مجھے کسی آغوش میں خود کوئی اختیار اور قدرت کمال ہوں؟ تم مجھے ہرگز ثبات قدم دیکھو گے میرے ناگہان میں کی نہیں آئے گی۔ میں نے جواب دیا۔

”جبار کا کاہی عظیم روح کو گواہ بنا کے جبار کو تم میرے

عقل سے متاثر نہیں ہو سکتے۔“

میں نے چھوٹا اور خاموش رہا۔ تو میرا آؤ۔ اس نے مجھ کی دن اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ مجھ کا دروازہ قرآن کے پیروں کی جگہ سے خود بخود کھل گیا۔ اندر ایک جھیرا سا مکان نظر آ رہا تھا۔ ایک کھڑے سے کھڑے گزائے کے دو بھگے ایک بڑے کھڑے میں لے گیا جہاں زندگی کے تمام لازم موجود تھے۔ بزرگ مصر کے کسی مذہبی خرم کا قبو مسلم ہو تھی۔ دریاں میں خرم کی کمی کی جبار کا کاہی ایک بہت بڑی مورتی ایسا وہ تھی اور اس کے ارد گرد مختلف دیوتاؤں کی مورتیاں مورتی کے سامنے ایک شکل میں تھی جس نے سیاہ دیوتاؤں کے اس کمرے میں ایک سیاہ روشنی کی پھیر تھی جس میں تمہیں میاں تھکے گئے آیا ہوں۔ قرآن میں ایک کمرے میں کھڑے تھے کہا۔

میں جواب دینا چاہتا تھا کہ میں آزاد کامیاب ہوں لیکن میں نے کچھ نہیں کہا۔

قرآن میں میرے جواب کا انتظار نہیں کیا اور اپنا ہاتھ بلڈر کے نشیاب بار بار کھولیں اور زندگیاں چاروں طرف تشکیل دے رہیں ہو گئیں۔ دیوار پر جا بجا تشکیل نصب تھیں۔ مجھے اس وقت اندازہ ہوا کہ قرآن نے میری تربیت کے لیے یہ اچھی جگہ چاروں طرف دی تھی اور مجھے اسے اس قدر اتارنے کے باوجود میں اپنی خاموشی اور اس سے سے اس قدر اعتماد سے یہ مظاہرے میں کر سکتا تھا۔ یہ خیال آتے ہی مجھ پر بقا ہوت کا غلبہ ہوا۔ اچھے قرآن میں میرا ہاتھ پڑ گیا، میں نے کسی عقلی مکتب کی طرح اس کی طرف محنت سے دیکھا۔ وہ اب ساکت نظر تھا، پھر ایک اس کا جسم اس انداز میں گردش کرنے لگا جیسے اچھی تمام اعضا ملحدہ جو جائیں گے اس نے گھٹنے فرش پر پڑ گیا۔ بے اور مزین پر کر کہ ایک کھیل روز بیخ ماری اس کا جسم کسی پتھر کے اندر گھوم رہا تھا۔ اچھی کیفیتوں کے درمیان قرآن کی کاپی ہوتی ہوا تھی۔ اسے بزرگ یہ دھواں سے دھواں کیا میں نے کھینچا۔ میں نے اپنے ہاتھ کو اس کا ہاتھ لیا۔ اگر وہی ہے جو تمہیں مطلوب ہے تو میری زندگی کی راہ پر چلی جوتی اور اگر یہ وہی ہے تو تمہیں اس کے لیے میں فیصلے کرنے کا اختیار ہے۔ اسے حالات محنت سے سر فراز کر۔

اچھر سے میری جانب سے زمانی کے طور پر قبول کر دو۔

میں قرآن کی اس کتاب کی گزراؤں سے لڑ گیا۔ کیا ایک تشکیل مجھ سے اور قرآن کا گزراؤں گیا میں نے اپنے تمام نوادر ہاتھوں سے پکڑ رکھے تھے علم میں قمار کھیلنے کے ساتھ آؤ۔ کیا پیش آنے الہیہ؟ قرآن میرا ہاتھ پکڑنے کے مجھے مورتی کے پاس لے گیا اور اس

نے بلند آواز میں کہا۔ مقدس جبار کا کاہی شخص جس کا نام جبار بن یوسف اب اسے جبار دیتے تھے۔ یہی شخص شاد کام کیا ہے یہ شخص اس وقت تک قربانیاں پیش کرتا ہے کہ جب تک تیرا دل غلوں سے نال نہ ہو جاتے۔ اسے وصول ہے کہ قربانیاں پیش کرے اور سیاہ علوم کے ماحول کی قربت حاصل کر سکے۔“

میں دم بخود قرآن کے لفظ اپنے کان میں اٹا کر اسے اس اصلاح سے مناسبت پاکے وہ میری طرف متوجہ ہوا اور دیر پراسرار انداز میں گفتگو۔ میں جبار کاہی۔ یہ جبار کا کاہی مجھ سے اور تمہاری تربیت کا ایک بڑے علم کے وہ کہہ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اور کتنے شرط ہیں؟ میں گئے جو تم یہاں تنہا نہیں رہو گے۔ یہاں عظیم دیوتاؤں کی زمین موجود ہیں تمہیں تم پر راجست، عقل، استقامت طاقت سے متاثر کر دے تو شادان باہر نکلو گے دیوتاؤں کے سامنے جبرک دھماکے کا نظارہ اور گنگے اور ثابت کر دے کہ تم اس اعتبار سے ایک اہل شخص ہوا۔ تمہیں بڑی ذہن اور اسی سہجی ماسی ہیں۔ دیوتا جب چاہیں گے تمہیں باہر کی دنیا میں بھیج دیں گے ورنہ تم میں ہر کھپ جادو نگار اور تمہاری روح ہمیشہ بلند مقام پر فائز رہے گی۔“

”مجھ؟“ قرآن کی گفتگو میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ ”مجھ میں کیا کب تک ہوں گا اور کیا ان باتوں سے دھماکے کا منظر و کون کا پتھر میں نے تہذیب سے پوچھا۔

”وہ خود اس کا انتظار کر لے گا جبار بن یوسف! تمہارے لیے اس سے بڑی سادہ عقلی نہیں کو تمہیں اپنے عجز خاص میں رفاقت کے لیے دیوتاؤں سے قبول کر لیتے۔ لیکن بے قص میں مشروطیت سے نواز دیا جاتے۔ یہ دیوتاؤں کی مرنی پر منحصر ہے کہ تمہیں کب یہاں رخصت کتے ہیں یا بیشک کے لیے اپنے ہاتھ دیکھتے ہیں تو قرآن نے دہلے سے کہا۔

میرا دم گھٹنے لگا۔ نازش کے صحرائی بوڑھوں کی ابدی آگ کے سامنے بیٹھتے ہوئے مجھے ایسی گھٹنیں جوتی تھی جیسی قرآن کی گفتگو اور اس ماحول سے جوہری تھی مگر ایک مہول کے سراسر میں کیا قدر تھی جو میرا جی چاکار میں شرفا سے مبارک طلبی کا دھوا کرنے سے باز رہوں۔ میں ایک لامعہ وقت تک قید ہونا نہیں چاہتا، اگر وہاں میں اسی لیے میں نے اپنا قالب پتھر میں تبدیل کرنے سے انکار کر دیا تھا میرا ہندی دوست مرنگ گھم جاتے گا، سرتاجی ختم ہو جائے گی، تہذیب دینا کے دوسرے قافلے کے لوگ بھی وہاں ہیں گے میں ان کی ضرورت کبھی نہیں دیکھ سکوں گا۔ اگر وہاں کے خیال سے مجھے ہرگز کی پکڑ سہرا دی

میرا دل دماغ منقلب کر دیا مگر میں نے اپنے ہاتھوں کے ساتھ اسے جلا کر مارا۔
 انہیں کبھی نہ مل سکے گا۔ جارا کا لاکھ ہوتی ہے پہلے ہی ایک لاکھ لپٹنے
 اندر جب تک کہ قاتل کا نام نہ لیا جائے اسے ایک کھانے میں بیٹھ
 گیا جانا کوئی اور نہیں رہا تھا اور پہلے پہلے اتفاقات سے ہی منتظر
 تاج میری برادری سے راستہ کا امتحان تھا۔ مجھے اس زندان میں اسی لیے عقیدہ
 کیا گیا تھا جسے موت کا کوئی امتحان نہیں ہے۔

میں مارا گیا کی طرح، جب ایک اور لڑکی میری نظروں کے سامنے
 آئی تو میرا سکون درم درم بچ گیا، وہ بھی اسی طرح زندہ اور شاداب تھی۔
 اس نے بھی ایک لاکھ کی طرح نہایت سادہ جواب دیے۔ میں نے وہ تمام جو تجربے
 قبضے میں کر لیے جو مجھ کو خاص ہیں موجود تھے۔ اسے پرکھنے کے لیے
 میں نے ایک لاکھ کی طرح بڑا ایک لاکھ کی طرح اس کا رد عمل بھی دیکھا تھا۔ اس نے

مجی ایک شہلاشاں قصہ کیا، وہی کرب اور وہی بے بسی
 ایک لاکھ تھیں میں بھی خود بخود۔ میں نے سہی سہی ہوتی ہر لڑکی کی شہرے
 مانند رہائیں اس میں ایک اندام کے بعد اسی طرح مڑ کر چلے گیا۔ وہ بھی
 مجھ سے بھی اور ایک ذلیل پتھر تھا جسے میری طرف بڑھی میں نے کھینچ کر
 اس کی تمام حرکتیں کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے اسے پہلے ہی ہار دیا اور لاکھ
 کی موت کے سامنے بڑے استمر کے ساتھ ایک اور قربانی پیش کی۔ ہر موت نے
 اس کا خون بھی حیرت انگیز طور پر جذب کر لیا۔ میں نے اسے بھی الگ گند
 کر دیا اور اپنی ریاضت میں مصروف ہو گیا میرے اس عمل کے بعد میرا دل
 سے مختلف قسم کی آوازیں آگئیں۔ وہ ایک ہی درد کر رہی تھیں میں نے

وہ درد حفظ کر لیا اور زرد زرد سے نادیہ روح کو سنا آواز آواز بند
 ہو گئی میں نے سمجھا میرے اعمال مقبول ہوئے ہیں اب مجھے کمال سکون
 سے ان روحوں کو خوش کرنے میں ان میں طوم منتقل کرنے چاہئیں۔ یہ بتاتی
 دوازہ تھا پہلی دو لڑکیوں کی قربانی کے بعد تیسری لڑکی آتی جو تھی اتنی ،
 باخوبی آتی اور میری ان کی گنتی کرنے کے لئے عاجز آگئی۔ انہیں ایک لاکھ کی طرح
 قربان کرنا میرے عمل میں شامل ہو گیا۔ میں ایک قصائی تھا جو کسی تاخیر کے
 بغیر تین سو جوان لڑکیوں کو کھانے کے ساتھ زندہ کر دیتا تھا میرے
 سینے میں کسی جھگی دھمکے کا دل منتقل ہو گیا تھا۔ جارا کا لاکھ کی موت خون
 میں نہاتی رہی اور میں آگ روشن کر کے ان کے بدن جلا کر باور دہا کر رہی
 چر اندر داشت کرتا رہا اب مجھے اپنی جگہ سناٹے کی ضرورت بھی نہیں
 ہوتی تھی میری شاہد پر اپنا خود بخود ختم کر کے میرے ہاتھوں میں
 آجاتی تھیں۔ یہ ایک لذت تھی جو ان گنت قربانیوں کے بعد مجھے حاصل
 ہوتی تھی تیسری لڑکی کی ہتھیلی کی ہتھیلی کے اب ہر لڑکی کی آمد میرے
 ہاتھ اس کے سینے میں پھر بھر کھینچنے کے لیے چلنے لگتے۔ میں انہیں بڑپا

دیکھ کے ایک ٹھٹھ غمگس کرنا ایک بے پناہ مسرت، یہ اذیت بے
 صفت میں نے بھی تھی جارا کا لاکھ کی موت کے سامنے بھی ہوتی ہر لڑکی کا اندر
 ٹھٹھ چکا تھا اور زرد زردوں سے پھر جیتی ہوئی آواز میری تربیت کرتی
 مجھے وہ ہمال کا ہوش میں لہا باہر کی یاد میرے من کے لیے دیکھنے سے گرا
 بند ہو گئی شروع شروع میں یہ کام بڑا کسیر لگتا تھا، بعد میں، میں ان
 معمولات کا مددی ہو گیا، شہادت کی کوئی کمی کسی عجز خاص میں نہیں تھی
 طرح طرح کی غذا میں میرے تھیں اور اگر غذا کی کوئی کمی ہوتی تو مجھ سے یہ بھی
 بید نہیں تھا کہ میں ان لڑکیوں کا گوشت چلنے لگتا ہر لڑکی کے بعد
 کسی قدر صحت تھی، پھر مری لڑکی آجاتی

پھر اس کا خون دیکھ کے مجھ پر زور زیادہ عالم کب
 عاری ہو جاتا تھا اس دوران میں جب مجھے ملے موقع تھا، میں جارا کا لاکھ
 دوسرے سے مخاطب ہوجاتا۔ اور میں ایک جی رحل سے گزرتا تھا، انہیں
 یہ سب زیادہ ہر لڑکی جگہ تھی۔ ایک قصائی تھی اور جا سکتا ہے وہ اس قسم
 کو ہوش ہی کہاں تھا کہ وہ کہاں تک جا چکا ہے اور اسے کہاں تک آتا
 وہ شخص انسان کی یک بہا تھا وہ اس کا سیرا دھول کے دریاں تھا اس کا
 آنکھیں اور ان کے حلقوں کے منظر کا مشاہدہ کرنے کی عادی ہو گئی تھیں
 عقل بے عقل تھی وہ مجھ سے بے غرضی ہی عقل تھا۔ اب باہر ملنے کی قدر

مجی میرے دل میں نہیں ہوتی تھی۔ اب ایک لڑکی کو قربان کرنے کے بعد
 دوسری لڑکی کا انتظار شدت سے رہتا تھا، ابتدا میں میں نے ان
 آدھے کے سامنے کاسٹرنگ لگا کر باجا، ناگامی کے بعد میں نے یہ کوشش
 بھی ترک کر دی مجھے اپنا نام یاد رہ گیا تھا اور اپنے بارے میں چہ
 خفیت سی باتیں۔



میں کبھی کہوں کہ یہ عورت بڑی عجیب تھی۔ مجھے اپنے آن
 کا ہوش نہیں ہاتھا باہر میری کوئی تپا سے باہر کرنا میرے غور و نامہ
 کی منزل کو چھٹی تھی۔ یہ تنہا مجھے سراسر ایک قادیانوں کو دیکھ کر
 رفیق مل گیا تھا۔ قسام باہر سے جی لڑکیوں کو کھینچتا تھا، وہ باہر دھڑکتی
 تو میں کوئی دل چسپی نہ لیتا۔ میں اب اس سے مزید لکھو میں نہیں کرتا تھا۔
 قس کے بعد دوسرے دوسرے مختلف آوازیں آنے لگیں تھیں
 میرا جنون اور بڑھ جاتا تھا۔

ایک دن قربانی کے بعد میں مدعو شی کے عالم میں دردا
 رہا تھا کہ جارا کا لاکھ کی موت کی بات میری طرف بڑھنے لگی۔

میں ناس کا بوجھ اپنے شانوں پر محسوس کیا تو شعور کی دنیا میں واپس آ
 گیا۔ وہ ستر سترائی باتھ روم کی طرف بڑھ رہا تھا مجھے خبر تھی
 آتی اور میں اپنی جگہ سے ہٹ کے دوسری جانب ہر لڑکی کی اوٹ میں
 چپ چپا۔ اپنی تمام صفائی و درنگی کے باوجود دھون سے میرے جسم
 میں لڑائی ہونے لگی تھی میں جہاں جہاں جھکا گیا، ہاتھ میرا قاتل کرتا
 رہا۔ اس ٹھٹھ میں میرا سارا جسم پیسنے سے شہر ہو گیا اور میں نے
 جھٹ پٹ اپنے تمام زور دے کر میں ڈال دیا یہ جگہ میرے سے ایک
 دن کے لئے تھی تھے اور شہلائی کی کام میں آتی تھی زور دینے کے عمل
 میں ممتدی رہی۔ اتنی دیر میں ہاتھ میرے جسم کے قریب پہنچ چکا تھا اب
 میرا بچا حال تھا، میں سانس روک کر کھڑا ہو گیا، میرے پیرتے ہی
 ہاتھ کی پیش پیش کی گئی پھر وہ آہستہ آہستہ میری آنکھوں کی طرف بڑھا۔
 میرا جی اڑا ہوا تھا کہ چوچا تھا میں نے اس کی گھڑا ہٹ ظاہر نہیں
 کی۔ وہ اطمینان سے کام لے رہا تھا۔ استخوانی ہاتھ نے تیزی کے
 ساتھ میرے سطر تھے کہ مر رہا، انکھی پیرتے کوئی میرے منہ سے
 ایک ہر ایک جسن لکھی۔ مجھے محسوس ہوا جیسے کسی نے ہاتھ پر گرم
 لڑا کہ وہ باہر جاتی سترائیں ایک ساتھ پھر دی ہوں، میں نے ڈھٹ
 سے آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن دوسرے تپا میری آنکھیں گئی سترائیں
 ہاتھ ہاتھ قریب پہنچا تھا اور میرا ہاتھ میری طرف چل رہا تھا۔ میرے
 اس عاتش کے منتقلی سے پہلے ہی مجھ کو غصہ میں سرج کی
 روشنی آتی۔ دروازہ کھلی نہ جھکے سے کھولا میں نے قسام
 کو اندر داخل ہونے نہ دیا۔ وہ درختی کے ساتھ میری طرف آ رہا تھا۔
 مجھے اس کی مہمت عجیب سی لگی اور میں نے اسے قہراً دو نظروں سے
 ”معزز جابر!“ اسے اپنے لیے پرتا ہوا نہیں رہا تھا۔ معزز جابر
 آؤ باہر آؤ۔ میں نے نقد میں جالوش کا ہاتھ عبادت گاہ پر نہلا تے
 دیکھا ہے آؤ باہر آؤ۔ لوگ تم پر عقیدت سے شہر ہونے کے منتظر
 ہیں۔“

میں نے بوجھ آنکھوں سے اسے گھورا۔ میں نے
 ٹھٹھا انداز میں کہا۔ میں ہم میں رہیں گے دیر تا دیر اور مجھوں
 کے ساتھ۔“

”اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں رہی۔ دیر تا دیر نہ تھا
 قربانی قبول کر لیں کی تم شہلا کو قبول گئے؟ تم مقدس آقا ملا
 کو کھلی گئے؟“ آخر اٹھو سیدی جابر! اٹھو۔“ قسام نے لہر لہا کر
 پکڑتے ہوئے کہا۔
 مجھے یاد آئے لگا۔ میں میرا پورا نام سید جابر بن یوسف

الہا قسے ساتھ ہی مجھے بہت سی باتیں یاد آئیں لیکن جب قسام
 کو دیکھ کے میں نے اپنے جسم پر پلڑا ڈالی تو میں اس سے مختلف شخص
 معلوم ہوا۔ خود دھواؤں کی طرح بال میرے جسم پر آگے جوتے تھے۔
 میں بجاری قد میں سے اس کے ساتھ چلنے کا سراج کی
 روشنی سے میری آنکھوں میں چلنے کی تھی حیرت خاص سے باہر
 کاہن اور کاہناؤں کا عظیم اجتماع تھا۔ وہ سب میرے جسم کے ہر
 حصے کو بوسے دیتے تھے اور قسام میرے ہمراہ اتنا تھا کہ چلنے لگا
 میرے پیچھے ایک بڑا مجمع تھا، جلد ہی مجھے ایک حالی شان عمارت
 میں لے جایا گیا۔ یہاں چند رکوں کے بعد کاہن اور کاہناؤں نے
 مجھے غسل دیا میرے بال کاٹے اور انھیں حفاظت سے کھلیا۔ میرا
 ذہنی توازن اب بھی کم دست میں ہوا تھا۔ میں بھی جیتی آنکھوں سے
 اپنے قریب کے لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو میرا دھو رہے تھے، رنگ
 بے تھے، شانے کے بعد مجھے مشروب پیش کیا گیا اور میرے حوال
 اور دے کر نشیب و فراز میں تیز کرنے کے قابل ہو گئے۔

”جابر بن یوسف“ قسام نے جمع کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا
 ”جارا کا لاکھ اور عظیم رکوں کے حیرت خاص سے اس پر اچکا ہے اور اس کی
 قربانیاں قبول کر لی گئی ہیں۔ عظیم رکوں نے اسے پھر ہمارے پاس
 بھیج دیا ہے اب ہر عظیم شخص تمہارا رہا ہے۔ چلے سے عزم سے کھینچو
 یہ دیوتاؤں کا شالیہ ہے اور یہ تمہاری ریاضتوں کے لیے ایک عمدہ
 غرض ہے۔“ قسام کے اعلان کے بعد مجھے میں ایک جھنجھٹا ہٹ سی
 ہوئی اور وہ لوگ جارا کا لاکھ کی توصیف میں ایک ساتھ دھڑ دھڑال
 ہو گئے۔ شاید یہ میری عادت اور قسام کے جھلن کا اثر تھا کہ میں نے
 ایک ذخیر لڑکی کو دیکھ کے اسے طلب کیا۔ وہ کھینچ کھینچی اس طرح چلی
 آتی جیسے میں کوئی قضا میں ہوں، میرے ہاتھ دھڑکی کے
 سیدگیوں کی طرف بڑھے میں یہ سیدگی اس کے سینے میں جھپٹا پا رہا تھا
 تھا کہ مجھے خون دیکھنے کی شدید طلب ہو رہی تھی قسام نے میرا
 ہاتھ روک لیا۔ وہاں سے پہلے نہیں۔ اس نے کہا۔ تاکہ اس کی
 روح آسودہ ہے۔“

قسام کی مدافعت مجھے گراں گزری۔ میں اس کے سینے میں
 دھکی کے سینگ بھونک دیتا لیکن میرے بڑے ہونے کے ہاتھ گسٹے آؤ
 میں نے لڑکی کو گنبد کا اندر دھچک دیا، تازہ آب سہا سہا کسری
 کی روشنی، قسام کی گنگو سے ستر رقص میں نے قدم چلیے کی طرف
 مراجعت کر رہا تھا۔ کاہن اعظم نے میری حالت دیکھ کے مجمع منتشر کر دیا
 اور مجھے ساتھ لے کے اپنے تجربے میں آگیا۔ میں میری ملاقات شہلا

سے موتی، اگر میں اشارہ کر دیکھتا تو شاید میری توانائی ایک ماہیوں نے
میں دیر نہ گنتی۔ اس دیکھنے کے ساری گمشدہ مشقوں میں سے میرے لوح و دھن
پر انھیں نے گلیں اشارہ کیے تانی قابل و دید تھی اس کے گلابی ہونٹوں
نے مجھے کھٹکائی کا احساس بخشنا اور اس کے منہ پر سے دہن کی تپش
نے میری آتش شوق بھڑکائی اور اس وقت اشارہ کر رہا ہوں یہ میں
فرماں کے ترجمے سے ماہر کیا مجھے دیکھتے ہی پھر مجمع گنگا گنگا فرما کر اسے
عقب میں تھا میں نے ٹکر کر اسے اپنے آگے نہ لایا مقدس کا نام
اب کیا روپ ہے؟

تھے کہ اس عظیم کا خیال خدا کی بہت کم قربت ہے اس کی عرصہ
بے شمار لوگوں کا قربان ہو چکی تھیں۔ انکی تعداد ان لوگوں سے بے شمار
اب میرے خوش اور اضطراب کا یہ عالم تھا جو حقیقت میں اس طرف
پہلے تھا شرمناک کہ قہر میں ناتوانہ داخل ہونے کا امر نہ تھا بلکہ
میں شروع سے روپیختی کی سرخوشی، سرگرمی، طاقتور سے دوبارہ پیش
میں دل نہ رہا تھا۔

کا انعام ہوا تھا کہ ایک روز سب بظاہر شکار کے جم غواموں کے ساتھ تھا، کسی وقت میں شکار کا تخت بدل کر اس کا دل اس سے نمایاں ہوتا، ایک ایک میں اس کا نام اور اس کا قلم کو دیکھا جتنی تر سے جاکر ہوتی ہماری طرف آرہی تھی۔ جرم پر سکوت طاری ہو گیا، سب کی توجہ اس قلم پر جم کر رہ گئی۔ وہ قلم جو پہلے ہوتی تھیں۔ وہ قریب آ کر جمے جی پر پہنچ کر قلم کی جانب پہلی اس نے قلم کے سامنے احقر جمے سے غرق کیا پھر اس سے سرگرم کیا کرنے لگی۔ قلم نہایت وقار سے اس کی کھنکھن سے رہا تھا۔ میں نے اس کے اٹھنے پر ٹھیکیں اٹھتے دیکھیں۔ جرم میں رہی وہی دل پر سرگرمیاں ہو رہی تھیں، قلم نے دونوں ہاتھ لے کر جمے کو غماز کر دینے کا اشارہ کیا۔ قلم پر ہنسی کے ایک طرف من گھٹی۔ قلم نے اس کی آواز میں جمے کو غماز کیا۔

تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا قمر ام میرے قریب آیا۔ مقدس شعلہ فرسار ہو گئی۔ ”کنشکس کے انداز میں جلا۔“



تین روز بعد میرے ایک بار عبارت گاہ کی وادی میں اسرار کی
ساری آبادی جمع ہو گئی۔ شہر دار واپس نہیں آتی تھی۔ کابینہ عظمیٰ
نے میرے مقابلے کے لیے کسی اور شخص کو مدعو کر دیا۔ کسی نہی تجارت
نہیں ہوئی۔ کچھ دیر بعد کابینہ نے عبادت کی مجلس شروع کر دی۔
سیاہ خام عورتوں اور مردوں نے قفس پر پار کیا، شہر بھان اور
ناپسندیدگی کے عالم میں میری تخت نشینی میری ہر باہمی میرے
اقتدار میری حقانی کا اعلان کر دیا گیا۔ مجھے اونچی جگہ بیٹھا گیا اور اس
کی نفاذات نے مجھ پر پھول بچھا دیے۔ کابینہ عظمیٰ قفس نے مجھ سے
احاطت اور دارواری کا عہد کیا۔ میرے آسمانوں سے چھپ گیا اور
میرا سینہ فخر سے وسیع ہو گیا۔ جب یہ سارے بنگلے ختم ہو گئے تو میری
لبیدی کا وقت آیا۔ میں قری اور بلکان میں ان منزلوں سے گزر چکا تھا
میں اس ناز اور اس فرح جمع کے سامنے کھڑا ہوا اور میں نے نعل باریچے
اطوار سے اپنے مختلف اور منفرد چہرے کا نظارہ کیا۔ مجھ ان کے سامنے
خطاب کا موقع نہیں ملا تھا۔ جب یہ موقع آیا تو میرے لفظی نے بیش
کی طرح میرا پورا ساتھ دیا اور میں نے اپنے نظروں کا سمجھ بوجھ میں نے
ناز و نیاں اسرار کو خطاب کیا۔ اسے اسرار کی پری چہرہ ناز و نیاں
نے فیصلہ کر دیا ہے۔ اور جہ فیصلہ آسان کی طرف سے آیا ہو جو سب
سے محرم اور مقدس ہے۔ آج کابینہ عظمیٰ قفس کے بعد اسرار کی ناز و نیاں
ہر ایک نیا آفتاب طلوع ہوا ہے۔ عقین کو کہ شہر دار میرے تہر و غضب
اور اپنی سرائی کے خرفن سے اسرار سے فرار ہو گئی ہے۔ مردہ تم اسرار کا
کیا حجاز پیش کرو گی؟ تم نے شہر دار کو تہر سے اب میرا وقت آیا ہے
اور میں عقین و نیاں کے اسرار کی حوروں و نیاں کے تہر و غضب
کا احترام کیا جانے کا اور یہاں کے مرد و نیاں میں ایسی کوئی تبدیلی
کی کہ نہیں میں کی جانتے گی جو تمہاری خوشیاں تاراج کرے۔“

اور کاہن میرے ہر قدم پر رسیں انجام دیتے رہے۔

جس بعد ہاں میں ترمیم و اضافہ کی ضرورت پڑی۔ اس کے بعد ہاں میں ایک بڑی جگہ پر اضافہ کیا گیا تھا۔ اور اس میں ایک کٹیفش جس میں ذیلی ادارہ تھیں۔ ترمیم کے متعلق میں پہلے ہی لکھا تھا کہ کچھ ماہوں میں ترمیم شروع ہوا تو ایک سال کے بعد معلوم ہوا تھا کہ یہاں میں نے لمبے کے ساتھ شروع کردی حکومت کے لئے دیکھا تھا۔ اس کی ترمیم اس معاملہ میں رہ چکی تھی۔ یہی دو ترمیم تھا جہاں اس نے سب سے پہلے مجھے ملاقات کا شرف بخشا تھا۔ اس کے بعد میں مجھے کتنے ہی حیات آفریں مصل کے لئے نصیب ہوئے تھے۔ اس تہمتی میں مجھے اس پر ترمیم کرنے کا لیکن بلدیہ کی کیفیت میں ترمیم کی ضرورت میں پناہ ترمیم کرنے کا اور میں نے اپنی شجاعت پر غرور و کبر و تادیبی میری۔ میری اتالی میری ذہانت کی سہرا میں ترمیم تھی جب کہ ابھی اعظم سوال۔ سرنگ، سرتیا اور ساتیلا کو معلوم ہوگا کہ میں نے اس بار پر قطع کر لیا ہے تو کیا ہوگا وہیں خوش آئند تصور ہی کر سکتا تھا اور میں بستر پر اور دیکر اس کی تصویر ترمیم میں ڈوب رہا۔

ایران کو روکے رکھا۔ ایران کی تکلیف دہ تھی مگر کسی کاسر مچکا ہوا تھا۔
میں نے اسے پاس بلایا۔ وہ کوئی کامیابی جو یک جہتی تھی وہ ایک
پکڑ تھی جسے سرنگھنے کے بجائے کوئل پتا تھا۔

یہ خبر دیا چڑھا کہ ہر سیت گیا اور میں نے بدست ارباب کو کھانے کے بلاتے رہیں پھر دیا۔ ایوان خاص میں اس کے لیے اپنی کیزروں کے بننے اعلان کیا کہ تھوڑے شمار کی سیاحت کا اہتمام کیا جائے۔ مجھے میں خبر اس شہر میں پہنچ گئی اور میری آمد کا گرجا بھر گیا۔ تھوڑی دیر میں اربابیں ایوان خاص کے نزدیک جمع ہو گئیں اور جب میری سواری باند سے چل کر توڑوں لگا جیسے رنگ دھن کا لار وں چلا، ایک دن میں نئی وسیع عمارت بالافصیل دیکھنا ممکن نہیں تھا، میں اس کے بہت سے حصے بنے دیکھ چکا تھا، تھوڑی دیر کے بعد مجھے وہ مقام کہنے لگھاٹے جو میں شوقا کے عہد میں میں سمجھا تھا۔ سزاؤں کے کمرے مختلف کھانوں کی باتوں کے نام پر ان کی عمارت کے لیے مخصوص ایوان، شہر کے کمرے، مگر یہ سب پر کڑوہ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، ایک قسمی نظام کے زیر اثر تھا۔ میں نے ان مردہ جالوں کو دیکھا جو اب تک میری نظروں سے چھل کر اٹھتے تھے اور میں نے ان سزا یافتہ و دیر سزاؤں سے تعلقات کی بنا پر شوقا کے قاتل قرار دیا تھا۔ میں نے ان سب کو آزاد کر دیا اور میں نے اس قسم رسیدہ مرد دیکھے جو غلاموں کی طرح رہتے تھے۔

ارباب کو حکم دیا کہ ناظم اعلیٰ قسریہ کو طلب کیا جائے۔

”مقدس جابر“ قسریم نے احترام سے کہا۔ یہ میرے لیے عزت افزا ہے
مجھے اس کے جواب سے خوشی ہوئی۔ تم مجھے اجود حکومت میں
بہترین شوق رکھنے لگے ہو۔ میں نے کہا۔

”مقدس جابر کے نقلی کو مجھے ہم کلامی کی زحمت ہو رہی ہے
 ”خوب اس کے اندازِ تحکم نے مجھے سرشار کیا۔“ میں تمہیں اپنے
 رب کی مسامتہ بخشا چاہتا ہوں۔“

جب میری آواز دُور دُور تک پھیل گئی اور کوئی جواب نہیں آیا اور کسی طرف سے طلسمی آواز نہ نہ بڑھ کر میرا استقبالیہ نہیں کیا کوئی تازہ نہیں اس کی سڑکار میں مجھے اپنی باتوں میں لینے کے لیے نمودار نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میں نے کسی تڑو کے بغیر زمین کے کنارے کو مدعی ہر زمین اچھی قدروں کے لیے منازرت کا مدیہ رکھتی ہے ہر زمین کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے اور وہ بیک وقت کچھ کے دیر میں مانوس ہو کر کچھ خاصہ رکھتی ہے میرے تدمر ہوں کہ مجھے اب تجویز یہ نہ کرنی تھی۔ یعنی زمین منگوا، اعتماد ذات پیدا ہو گیا تھا، طلسم و دھار کے ماحول میں یہ اعتماد گمراہی کی علامت ہے تاہم میں ایک سنگ شخص تھا کوئی نہیں سنا کہ انہیں تھا میرا سیدنا اور اس سے ڈھکا ہوا تھا اور دیکھتے ہی ہمت سے سہاہ طلسم سے ڈالا گیا تھا اور بہت سے شبہ یہ ان کو دھکوں نے کھینچے میں نے سالی کی طرف بڑھنے میں کچھ مسائل بھی پھیل گئے۔

اگرچہ بڑھنے والے پچھے بڑھنے والے تھے رستے کی باتیں خوف زدہ لوگ کہتے ہیں۔ مجھے احساس تھا کہ میرا نام جاہل بن کر بہت بااثر ہے اور یہ علاوہ ساحر عظیم جالوش کا علاوہ ہے جالوش کے علاقے میں خوف و دہشت عیسوی چیز بننا پسند بھی جاتی ہے لیکن اُسے یہ یاد کرنا چاہیے کہ کوئی نیک فرماؤ شخص اس کے پاؤں دار و دیوار ہے چنانچہ جب میں نے جالوش کو آزاد کیا تو میری آواز کا جس شخص نے شوق اور جوش شخص بھی اس نے غمگسٹ کیا ہوگا۔

کالاہ میں تھا مگر جلنے سے خوراک کی سہولت تھا، اسے سحرنا مارا ایک بڑا قطر کے بڑا رول جزیروں کی تسبیح سے بڑا کام تھا جاہلوں میں بیچنے کے سچے چرکتا تھا، اس علمی نظام میں اسے کلیدی حیثیت حاصل تھی اس کا ذکر آتی ماہر دانے لوگوں سے سنا تھا اور خود اس کے سلاطین کا لانا ابتدا آنکھوں سے دیکھے تھے کہ اس کے قند قاہست لڑائی کا کاحتر کر کے مگر پھر جی آسانی تھی، جاہلوں کی تائید نہ کرکے یہ مسئلہ میں میری مزید کامیابیوں اور ان کا راقا بال کی بارگاہ میں مسخرہ کا سبب بنی تھی۔

جاہلوں کے قیام کے علاوہ جزیرہ بیزنار میں ایک اور کشتہ بھی کھینچ لائی تھی۔ یہاں فلور امر جو تھی وہ فلور اہس کے سبب ہر مذہب دانے سے دور ہو گیا تھا۔ وہ فلور اہس جب بدروت میں، ہر نرے دیکھا کہ جبے کچھ برتن پیش رہا تھا۔ میں نے گھر میں، امرا پھر وطن کو خیر باد کہا۔ اس کی رفاقت کے لیے میں نے پاپا راہمی بھی دیا وہ فلور اہس کے سردار اور لگا کے جاتی نہ لگا کے قہقے میں فلور اہس بریعت کی اتنی شان و شوکت قوت و جبر سے کہ ہر آدمی تک جزیروں کی کس تھی یہ بات میری حیرت کے لیے تازہ رہا جب اس کا خیال آتا تو جسم کے کونکے قطرے میراتے اور لگا کا میلک جبر و غنم کے یہاں عذاب میں کھلی ہوئی تھی، میں فلور لگا کے سامنے موت کا جام پلا سکتا تھا۔ مجھے اس کی موت کو رائے مگر اس کے پرم نہ لگا کا تعزت کی طر گراوا میں تھا، نہ لگا کے نرے سے نکل جا گا تھا، توری کے معتوب سردار اہلے نرے ہونے سے پہلے ہی ستانے اور مگر پہچانے کے لیے یہی تھی فلور لگا نہ لگا کے حوالے کو دیا تھا اور اب ایک مدت کے بعد قریب آتی تھی جب میں نہ لگا کا چروہ وسیع کروں اور فلور لگا کے قلعہ و جاں کو راحت پہنچاؤں۔ کئی لڑنے اور کچھ بات تھی کہ نا قریب تھا مجھے یقین تھا کہ میرا قدم میراں کا فاصلہ کم کر رہا ہے گا انبار اور سرنگ کا قہر نا قابل برداشت ہمارا رہا تھا، اپنے حساب میں غرض ملتا تھا اور پر ہی طرح اور گورنگ کے چل رہا تھا اور شاہ میں نے اپنے بھیجے کا فاصلہ پھر ڈر دیا۔

نے میان آکے ہی یکجا تھا۔ اطاعت اور حریات منہج لوگوں کی اہمیت میں قسمت میں حریات اور اطاعت میں کتنے دو کبھی طبع میں نہا سکتے اور جو طبع میں نہا سکتے ان میں حریات کا فائدہ ان ہے۔ وہ صحت طبع میں اور صحت طبع غلام میں اور غلام میں صحت مغفلان میں۔ میں نے مسلمانوں میں اہل الکاحہ کی عبارت نگاہ اور قصہ شرار میں بلکہ باجائزوں کی اطاعت کا وعدہ کیا تھا اور مجھے اعتماد تھا کہ میرے ذیل میں اس کا وعدہ اہمیت میں ہے۔ مسلمان فتح کی کامیابی تھی، میری مہاشانی پر جہاد الکاحہ کی جدولت نگاہ میں جہاد استخوانی ہاتھ نے قربانیت کی مہر لگائی تھی، اس کا نشانہ اب بھی تک عرض تھا مجھے اعزاز تھا کہ اگر تداریک برائے فہم کے سب سے فہم فہم خانے میں جا۔ باہر وہیں کی آزمائشیں سخت ہوں گی، ناسازی کے مصرعے شدید جہادوں کا قرب آسانی سے ماحول میں مرجع بنے گا۔

چلتے چلتے رات بونے لگی مچھو کہ پیش میں کی گئی آگنے لگی اور ایک
جلد اُترے گئے۔ بچا میں ایک قدم نشیب میں چلا گیا تھا مگر میں نے
سستے بھرتی سے روک لیا اور نہ کسی گڑھے میں گر گیا۔ پھر آہستہ آہستہ چالی
دو تھیں کرنا پڑی اور یہ دیکھ کر میری پتلیاں کھڑکیں کو ایک بہت
بڑا انسان تھا جس کی تہہ پشالی کی روشنی میں غور نہیں آتی تھی۔ میں پیچھے
ہٹ گیا اور میں نے راستہ بول کے مانا چاہا لیکن آگے کا سارا راستہ
نشیب میں تھا اور حوصلہ بھی نہیں تھی۔ ایک دیوار نیچے کی طرف
جاتی تھی جس میں اندھیرے کی سفلت تھی۔ پشالی سے اندھیرا بھی قدر دور
ہو گیا تھا۔ میں پشالی کی روشنی میں دیوار کے کنارے دو رنگ کا
رابطہ طوف نشیب ہی نشیب تھا۔ اندھیرے کا سہارا ملا محمد
گمراہی کی طرح چلنے والی دیوار کے سامنے کوئی دیوار نہیں تھی کہ اندھیرے
کی اس ہنر کی جڑائی کا تخمینہ لگایا جاسکتا کوئی پل بند دور رنگ اسے عبور
کرنے کے لیے موجود نہیں تھا۔ میں نے زمین پر لپٹ کر ٹٹولی ٹٹولی کے
سیڑھیاں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ وہ دو ٹکب ہمارا دیوار بھی میں نے
ایک دوزخ پتھر اٹھا کے غار کے اندر بھیجا کہ اس کی گمراہی کا اندازہ لگا
کی خاطر میں نے پتھر گرے کی آواز سننے کے لیے اپنی تمام تر قوت پر کوز
کڑی کوئی آواز نہیں آئی۔

پیشوا انجم
عزلی طریقہ
پیشوا کو پکھنے کے
آسان طریقے اور مشین

قیمت 30 روپے **فارم نمبر 23 راجپ**

ملکتیہ تنسیقات ہوسٹس 944 کراچی 74200

فیس: 5802551-5802552 ایس ایم: kitabiat197@yahoo.com فون: 5802552-5895313

کی۔ میں نے ہری باری سبک تصویر پر اپنے من کے پڑے پر پڑیں۔
 جیسے موت کے بعد مجھے دیکھنے کا شکر ہے گا، آخری وقت میں
 میرے ذہن میں میری ماں کا چہرہ تھا اور ساتھ ہی انکا لکھی ہوئی تصویر
 تھیں۔ انھیں بندھن اور شیب میں گرنے کا ارادہ کیا۔ چوں کہ انھیں
 بند کرنے پر خود پر غور کیا اور روانہ دیر کے طور پر دیکھا۔ میں آراستہ
 میں نے حیرت سے کہا کہ میں اس ماں کے ساتھ جیسا کہ میں کرتا تھا
 اور اس کے ساتھ میرا وجود فنا میں مل گیا۔ گھر کی حالت میں جاتے
 وقت ماس موت درد کے ساتھ چوڑے گھٹائے میں نے اس کی دیکھی
 اپنے ذہن سے اندازہ رکھی اور اپنی انھیں کھلی رکھیں۔ میں تیری سہیلے
 کا خوف جاتا تھا۔ ہانپا کہ مجھے تیرے تہ سے مشت با آواز میں آنے لگیں۔
 رتہ رتہ یہ آواز شدید ہوئی تھی کہ مجھے اپنے کان پر ہی مثل سے بند کرنے
 پڑے۔ فضا میں ملتی ہوئی وقت جسم کے کسی حصے پر ہاتھ نہ لگنا تھا۔ مثل
 ہو تھیں اس کا اندازہ مجھے پہلی بار سمجھا۔ میری کسی کسی دیکھی
 اپنے ہاتھ آواز کو گرفت میں رکھنے میں ایک سیدھ میں گرنے لگا اور اسے
 جی میں مجھے اپنی زندگی کا اسید پیا۔ چوں کہ میری تمام سہیلے کا کام نہیں
 لیتی تھی یہ ایک اہم عصبانیت حالت تھی۔ میں فضا میں ملتی تھا۔ نیچے کیا
 مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اس کو اپنی نیچے جانے کے بعد اور پانے کا
 سوال نہیں تھا۔ اگر کوئی اور مخلوق ہے تو وہ زمین کی طرح فضا میں
 میرے گشت کی نظر ہوگی۔ موت کی کتنی کتنی مہر میں لگے مگر زمین
 مدار جسم بنا رہا تھا۔ جس کی ماری طاقت سینے میں عموماً کرتی تھی جب
 نیچے کی طرف نگاہ جاتی تو یہ کیفیت اور سراور جاتی تھی۔ جتنا نیچے گنا گیا
 اہم عصبانیت متبدل ہوتے گئے کچھ دیر بعد ہی میں سیادہ اول کے کڑے
 میں تھا۔ شہر اور تیر ہو گیا۔ جیسے لاکھوں افراد عورتوں ہیں اور جیسے خیا
 آگتی ہو۔ ان باروں میں مناسبت لینا مشکل ہو گیا۔ چوں کہ باروں کے بعد
 کچھ روشنی سی نظر آتی تھی۔ انھوں کے سامنے بجائیں ہی لوگ کے گشت لگے
 چند لوگوں کا ہاتھ اور ذہن کے بعد میں سچ پر تھا اور نرم ہونے کی
 طرح میرے جسم پر چھنے لگا تھا۔ میں زمین پر لگا تھا۔ میں نے اوپر نگاہ ڈالی
 اور سامان اور باروں کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ میری آنکھیں
 دھڑکتی کہنے کے لیے بے اختیار بند ہو گئیں۔ کئی کئی کے دھول کی
 چاہ سے مجھے سکون کا یہ موقع تھا۔ میں اب میرے سامنے تیرا کارپسلا
 آدمی ایک تیز رفتور فرما کر تھا۔ تیرا ہارینہ، اس کے فطرتاً ہی سے
 جاذب تھوڑے دیر کی آنکھیں دیکھتے انکا لکھی کے مانند دشمن تھیں۔
 مجھے اس سے غور کیا جا کر ناشر اور سورہا تھا۔ میں نے قرب جوار کا ہاتھ لایا۔
 یہ سبز پوش زمین تھی لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ میں کے سوا آبادی کالکتی

نشان نہیں تھا۔ جوں جوں خفاخشاں کھڑے ہوئے۔ میرا ہاتھ اس کی گناہیں
 مجھے اپنے سینے کے پار سوئی محسوس ہوئی۔ ایک ہی جگہ پر گرا کر لے کر
 کے درمیان ہی اس کی جگہ تھی جو تیری ذہنی اس وقت تیری ہی تھی۔
 ہم دونوں یہ سوچ رہے تھے کہ کون ابتدا کرے؟
 ”اسے تیرا زور جوں!“ آخر میں نے یہ سکت تو فرما کیا میں میرے
 پر کیا ہو یا مجھ سے کوئی لغزش میرا زور ہو جاتی ہے؟
 ”میں جزیرہ قوری کے نامور سوار اسرار اور بالکل کے خارج
 فوجوں نے تیرا ہے۔ مجھے غافل کیا۔“ تم سے کوئی لغزش میرا زور نہیں
 ہوئی۔ تم میں بالکل لوگوں میں شامل ہو گئے۔ جو جرم مقصد جالوش کا تھا
 پرکنے کا خوف حاصل کیجئے ہیں۔“
 فوجوں کے خوش ملازم نام نے میری نظروں میں توانائی پر
 دی اور میں اپنے سر میں پڑا ہوا تھا کہ میرا ہونے میں تیرا یک پر نظر
 مخصوص ملازم نام نے سلام کیا۔ کیا میں مقدس جالوش کی صحبت
 نشین کی سعادت سے بہرہ ور ہو سکتا ہوں؟ اس کا یہ کہ تیرا
 مجھے میاں لاتی ہے۔“
 ”نہیں، یہ وہ قسمی سے بولا۔ اپنی زبان اپنے فہم میں بند کر
 مقدس جالوش کے ہم کے لفظ اول کے ہر اکرم سے کہ فضا مناسب نہ
 یہ قسم تیرے قدرت میں آئے۔ میرے غریب تھیں۔ وہ اشاروں میں بات کر
 کا حامی ہے۔“
 ”میں اس کا خیال رکھوں گا۔“ میں نے جملت سے کہا۔
 ”میں شروع کرتی ہے کام میں لیا حقیقت حال بیان کی ہے۔“
 ”درع کوئی؟“ فوجوں نے غور سے ناک تھمہ لگایا۔ جالوش
 کے محلے میں شروع کرتی؟ جابرین یوسف ایشا تم اپنے وقت
 پہلے بیان آگئے ہو۔“
 ”میں معدلت خواہ ہوں۔“ میں نے عجیب کر کہا۔
 ”معدلت خواہ؟“ ساتوں کی زمین میں مدد تہ ہوتی؟
 اس کا تھمہ نہیں لگا۔ تنظیم کسی بائیں کر سبے ہو۔“
 ”ہاں۔“ تھا انا اس درست ہے۔ میں نے غالت
 میں بدحواس ہو گیا۔ برسوں پہلے مقدس جالوش کا ذکر
 تھا جو شش قسمی سے اب میں میان موجود ہوں۔ وہ مجھے کہتی تھیں
 میں نے اشتیاق سے پوچھا اور بات ماننے کی کوشش کی۔
 ”وہ تاریک تر اظہر کے نشان اور کالوں پر جلدی ہے۔
 سمجھتے ہو وہ قوری اور بالکل کے دور آواز ملاوٹوں میں تم سے
 فوجوں نے اس جگہ پر جلی ہوئی تھی۔ کہ ان کو ہم جیسا کہ سوار تھیں اپنے

درست کہنے سے پہلے میں نہیں آنا چاہیے تھا۔“
 ”اے ہم بت نام ہوں۔“ میں نے نظر اٹھا کر کہا۔ تم جو
 کہتے ہو وہ میری کچھ نہیں آتا ہے۔ میں خاموش سوچا۔ ہاں میں نہیں کر
 مسیری زبان میری قید میں ہے۔ اس کے بعد میں سعادت مند
 سے خاموش تھا۔ اگر وہ جالوش کا بہترین ترجمان تھا۔ اس کی کوتاہی
 گنگلی اس کی دلالت کرتی تھی کہ اسے جالوش سے خاص قربت تھی۔
 میں نے اس فوجوں کو شیشے میں آتا رہنے کے لیے نوکرانہ فوج لایا۔
 ”تم انتظار کرو گے۔“ اس نے حکم دیا۔
 ”میں ساری زندگی انتظار کر سکتا ہوں۔“
 ”مقدس جالوش اپنی راجست میں تہ تفرق ہے۔“
 ”یقیناً دیوتاؤں سے اس کا رابطہ ہوگا۔“ میں نے غور سے
 ”کون کہنے؟“ وہ غور سے میرے بولا۔ وہ کون سے نئے عمل میں
 معزز ہے اس کا سر سے برتر ہے۔“
 میں نے اپنی زبان پر نقل لگایا۔ میرے لیے کوئی حکم؟
 ”ہاں۔“ وہ چپکے سے بولا۔ ”میں مقدس جالوش کی خدمت
 میں شامل کیا جاتا ہے۔“ پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھا اور سر مبارک پر
 دو ایک جھوٹے زور وار کرتی۔ میں شہرہ ہو گیا۔ جیسے وہ کوش
 میری نظروں سے اوجھل تھا اور ایک زور وار میرے چہرے
 پر سکڑا ہوا تھا۔ وہ چلنے لگے۔ اس کی تنہا کی، ہم دونوں
 جھوٹے میں داخل ہو گئے۔ جھوٹے میں کوئی چیز جو بد میں تھی اور جوں
 سلیک ہری نظریے سے دیکھا اور مختلف تھیں ناک مختلف جگہوں
 کا خوف اشارہ کرنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مشروبات کے قند کرنے
 پر کیا، بستر کے لیے خشک نرم سو، پتھر کے تڑپ کے تھال میں
 لگا ہوا گشت اور جنگی چل جھڑپ میں نال مل گئے۔ میں ادھر ادھر
 تھوڑا سا اور چمک کر کھینچا۔ میرے لیے یہ عمل تھا جو کھانے والا
 میں تھا۔ میری جھڑپ نے نیازی سے فوجوں نے ہاتھ کے اشاروں
 میں جھڑپ میں تیرے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے تھوڑے
 ایک شہر پر پیش کیا وہ اسے غافل کیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے
 میں کوئی لیا کھانے سے میرا کھانا پیا تھا۔ میرا کھانا تو جوں کی
 کئی کئی میں اس کے سامنے جالوش کے لیے آتھائی منبات آگے
 اٹھا کر خاموش منہ تھا۔ اس نے اس کا موقع میں نہیں دیا۔ میں
 سب سے غور سے اس کے سامنے میرا کھانا پیا تھا۔ میرا کھانا پیا تھا۔
 آغاز بہت گناہیے والا تھا۔ جیسے ہم نے اسے ایک دوسرے سے

دافع ہیں اور اس کی رکی بات چیت کی ضرورت نہیں ہے۔ میری میں
 جوں اشتیاق تھا۔ اور اسے مشروب پر مشروب پیش کرنا۔
 ”تم میں قیام کرو گے۔“ اس نے کیلے لیے میں کہا۔
 ”درست ہے۔“ میں نے حق کھائی پر اکتفا کیا۔
 پھر وہ خاموش بیٹھ گیا۔ میں پہلو بٹنے لگا۔ اس نے شاید
 میری کیفیت جان لی۔ وہ سکڑا لگے۔ میری ہیبت عموماً آتی اور
 میں نے اس کے ساتھ پوچھا۔ اگر مناسب سمجھو تو تمہاری کراؤ۔
 ”قاریں! میں بات بڑھانے کے لیے پڑا لیکن پھر جب
 کے رک گیا۔ معزز قاریں! لیکن میں کوئی کامیوں کا مرکب ہوتا ہوں
 کیا میں اس کے کچھ کچھ جالوش کے علاقے میں رہنے کے آداب سے
 آگاہ کر دے؟“ میں نے گفتگو جلدی رکھنے کا ہاتھ نکالا۔ میں قاریں
 ایک مشکل آدمی تھا۔
 وہ میری صورت دیکھنے لگا۔ ”آداب“ وہ چٹکی اوزر شہی سے
 بولا۔ ”آداب نہیں آتے اس لیے میں نے کی عزت نہیں کی کہ ہاں ہاں
 کوئی بادشاہ ہے۔ وہ علم کو قوتیت دیتا ہے اور اسے کسی چیز سے عزت
 نہیں ہے۔ تھا علم تھا اور ادب ہے۔“
 میں اپنے مقدس کا ادب ہو گیا تھا۔ قاریں طلبہ بیانی
 پر مجبور ہو گیا تھا۔
 ”میرا مطلب تھا۔“ میں نے فصاحت کی کہ تم سے علم سیکھوں
 گا اور جالوش کو خوش رکھوں گا۔“
 فوجوں قاریں نے ایک دست انگڑائی لائی اس کی قاریاں
 چٹنے کی آواز میں سمی تھی۔ وہ اٹھا اور کچھ کے پیر جھڑپ سے
 باہر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے چلنے والا تھا۔ مگر وہ جھڑپ سے باہر
 آتے ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں داپس جھڑپ میں لگا ہوا
 میں نے گشت اور پھیل کے خواب پر وخت سے فضا میں شروع
 کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے پورا خواب میرے محلے میں بیچ گیا اور میں
 نے مشروب کا ایک قدر لوٹ لیا۔ ادھر میرے جسم پر گر گیا۔ مجھے فہم
 آئے گی۔ میں نے اور دگر نظر لگھا کہ کما جالوش کی اہانت سے
 میری آنکھیں بچ گئیں اور میں ایک طویل نیند سو گیا۔
 میری آواز خوف ناک اور بے رحم شہر کی وجہ سے کھل گئی۔
 دل و باغ میں تروتازگی تھی۔ آنکھ کھلتی تھی۔ باہر آگ اور رات کے
 وقت میں میدان میں ایک قیامت خیز لگا رہا۔ کایا سبز پھیلا
 میں بے شمار سیلے لڑ رہے تھے۔ ہر ایک ایک سیلے سے بڑے اور
 پھر زمین پر جھک جاتے تھے۔ اس کے حق سے ایسی آواز نکلتی رہی تھیں جو

یقیناً کسی زبان سے تعلق نہیں رکھتی تھیں وہ لڑنے شیرازی تھیں مگر ان میں بڑا اثر تھا۔ سارا مالک انہی دہشت انگیز بھولے سے بھر چلا تھا۔ ان کے چہرے انہی نہیں تھے انسانی جسم سے مطابق تھی اور خوش جوتی ہوتی رہاں وھراں اشکال تھیں جو مختلف مضمون ہر کسی کے سامنے طاعت کا اعلان کر رہی تھیں۔ ان کی آواز میں دل سوزی مکی کیفیت تھی۔ وہ شخص موجود نہیں تھا جس کے سامنے وہ بیٹے نے منہ کیے کھڑے تھے پھر دیکھا کہ وہ زمین پر بس ہو گئے اور جیتے ہوئے اٹھ اٹھنے لگے انہیں کراہ کر دلا اور مجھے محسوس ہوا جیسے وہ سب میری طرف بڑھ رہے ہیں۔ لیکن وہ میری جھڑپ سے کتر کے دوسری نکل گئے اور لوگوں میں، یہاں میں خاموشی چھا گئی۔ یقیناً یہ ناپید ہو گئے۔ کابست بڑا اجتماع تھا۔ وہ دو میں جو جالوش کی تالیف تھیں انگوٹھاں گرنے سے بھی مجھے یہ منظر دکھایا تھا مگر جالوش کے ملائے میں انکی تعداد بے شمار تھی۔ اور وہ کسی غار میں قید نہیں تھیں، آنا و تھیں گویا جب جالوش چاہتا، انھیں طلب کر لیتا۔ اس واقعے سے میرے قلب پر جالوش کی عظمت کی چھاپ گہری ہو گئی، میں نے اپنے دوست پر نظر ثانی کی۔ مجھے یاد وہ تھا چاہیے تھا اور اس سے زیادہ اعتباراً ممکن نہیں تھی کہ میں انتظار کے کرب سے بچنے کے لیے اور جالوش کی خوشنودی کے لیے ریاضت میں عرق موباسوں جب جالوش کو فرصت ہوگی، وہ مجھے طلب کرے گا چنانچہ میں اپنی جھڑپ ہی میں ملے مگر ہو گیا۔ جاہلین روشت جیسے خال انھیں کے لیے یہ عزیز متعین متعذب و سوزناک ضرورت حال سخت پریشانی تھی مگر اس کے سرا چارہ بھی کیا تھا جو جبر و مبر، استقامت اور حرکت ہی میری خوبیاں تھیں۔ اس کشش میں مجھے ایک بہتر راستے کی تلاش ہو ضرورت کرنا تھی۔ یہ اسامی نہیں تھا جالوش کے بازو اداں اور گھول، مخالفت کے شبہ سازوں میں، میں سرور دلائل کو تاجہ تارہ جالوش کا علم خاندان تھا جس کی جہت کا نام تھیں ایک بہتر راستہ تھا اور اتنا مال کی تلاش میری بڑی کی علامت تھیں۔ میں نے نظر داکو بھول کر نہ لڑا کہ جیسے اپنا اشتہار دیکھ کر اور کرنے کی نالی سے یہ نیاز چھوڑ دیا گیا۔ میں نے اس خیر مرز میں میری قسمت کے فیصلے کرنے والے تھے سریاں میں جس قدر بھی جاہل ہوتا تھا اور لڑائی، جب چالوش طرف سے بازو اس کے منہ میں لانا چاہتا تھا کہ کوئی تھا اس وقت میں نے سمجھا تھا کہ میرا نام ہو گیا ہے۔ اب جو زندگی تھی اسے میں ایک رعایت سمجھتا تھا چنانچہ یہاں کے رہنے اتلا سے بروز آنا جس کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

دوسرے دن صبح، میں اپنی ریاضت میں منہک تھا کہ احساس ہوا، کسی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے اور مجھے اٹھانے کے اور ارکا رہا ہے۔ میں نے سختی سے اپنا ہاتھ پھیر لیا مگر اس نے میرا گون بول کر اپنی ہاتھ دوسرے کچھے اپنے ہاتھ جوڑا اٹھانے پڑے میری اس مزاحمت سے میرے رخسار پر ایک آنا شدہ پڑا کہ میری آنکھوں کے سامنے ٹائے ناچنے لگے میں نے اپنے ہاتھ میں شبالی لے لی میرا خیال تھا میں وہ ناپید ہوا تھا شبالی سے ہوا لگا مگر اس سے پہلے ہی کسی نے اوپر سے میرے بال پکڑ لیے اس کے بعد اپنی پوری طاقت کے کچھے کیا اور میری ہڈی سے باہر بچ دیا آگے مجھے احساس ہوا جیسے کوئی مجھے مار رہا ہے۔ یہ صرف ایک احساس تھا، کوئی آواز نہیں تھی، میں آگے چلنے کا سہرا نہ کر ایک جگہ میرے قدم رگ گئے اور میں خود بخود زمین پر گر گیا۔ بے اختیار سر اٹھایا تو تارنیل کھڑا تھا۔ تم مزاحمت کر رہے تھے نے خوف ناک آواز میں کہا۔

”میں سمجھ رہا تھا کہ کوئی آواز نہیں ہے“ میں نے آ

”تم نے اپنے فرائض نہیں اڑائے ہو“

”میں سمجھتا ہوں، یہاں ان کی ضرورت نہیں ہے۔“

پھر وہ چلنے لگا، میری بھی کسی کتے کی طرح دو ہلکا سا۔ چلتا ہوا میری گالوں کے سامنے ایک کھنڈر تھا۔ تارنیل اس میں ہو گیا کھنڈر میں ایک بے نام گوبھی ہوئی تھی تارنیل نے بلند کیا۔ ایک ستون کے قریب کوئی سیاہ نام پر ہر شخص آہ تارنیل کے آگے موجود ہو گیا۔ تارنیل نے مجھے اور اسے کا اشارہ کیا۔ میری گوبھی کو پھیل گیا لیکن غور کرنے والا شخص مجھے کہنے کے لیے پر تارنیل ہاتھ میں میری گوبھی کے کھنڈر ہو گیا۔ وہ آواز سے میری طرف بڑھا کہ اس نے میرا تارنیل بگاڑ دیا۔ میں ستور خور کھا کے گرا۔ اشتعل شخص نے مجھے آسانی سے ہاتھوں پر اس سے زیادہ بے بسی اور کیا ہوگی جو اس کے ایک ہاتھ پر اسے تارنیل کی طرف نکھ کر مجھے پھینک دیا۔ میں عمارت کے پتھروں پر دھڑم سے گرا اور میری گوبھی ٹوٹ گئی۔ درد کا میری حالت اتیر ہوئی۔ یہ کیسا ذیادہ تھا میں اس کی کوئی تر یا تعبیر کرنے سے قاصر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب میں جالوش کا گناہ تارنیل اور وہ قوی اپنے شخص شہم زندگی میں کھنڈروں میں گرا اور اس کا ہاتھ لگا لیا۔ سارا جبر کیا گیا تھا۔

جالوش کے شاگردوں کو ایک کھنڈر لایا گیا تھا۔ میری حالت بدی تھی جو توری میں اگلے کے وقت تھی جب میرے گوبھی کچھ تھا ان کرکٹوں سے جالوش اور اس کے شاگردوں کا ایک عقد تھا جوڑ کی شہت سے بھر پور رہی تھی۔ میری گوبھی نے اپنے سر میں لایا میں نے بڑی شکل سے اس کو کاڑ کیا جالوش کے ہاتھ نے میں غصے اور ٹھٹھ کا کوئی حوالہ نہیں تھا جو سر اٹھایا جائے اسے برا داشت کیا جائے میں لاکھوں فٹ نیچے نشیب میں تھا۔ بھر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا میں وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اٹھنے کی طاقت نہیں تھی، ہوش میں ہونے کی کوشش کرنا تھا، ہوش چھوٹا جاتا تھا۔ جہل میں سے اٹھنے کا ارادہ کرتا، جسم انکار کرتا میں نے اس کیفیت میں خندہ پیشانی سے جالوش کا نام پکارا۔ جالوش اتیری خوش نوری کے لیے

تھوڑی دیر میں عمارت میں کھنڈر کی آواز آنے لگی اور کھنڈر کو قریب ہوئی گی، میں سمجھا اب کوئی نئی آواز آنے والی ہے سامنے دیکھا وہ دہشت سے میری چیخ نکل پڑی ایک بے حکم بہ عورت نمناقی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کے سر پر کھال بھری تھی اور اس کی ہڈیاں صاف نظر آ رہی تھیں اس کے کمر پر بوجھ تھے اور جڑ میں زنت باقی تھی وہ باہر نکلتے سوتے تھے سامنے بال بھرے تنگ کے قتلے کسی نے ستروانی ڈھانچے پر کھال چڑھائی تھی وہ شکل سے ایسی کہ، اسے نازیبا تھی کو میری آنکھیں اس کی قربت کے خوف سے بند ہو گئیں۔ قریب آگے اس نے اپنے چند زنت دکھائے اور میرے نزدیک بچھ گئی۔ میں چلنے سے منع نہ تھا، ہما جا کر نہا جا بھی لے دیکھتا اور کبھی آنکھیں بند کر لیا میں نے سوچا اس گندی بڑھیا کوڑھکا نے ہاتھوں تویر جمراتی ہوئی دور جا کر گے لیکن بڑھیا میرے نزدیک بیٹھنے کے لیے گئے میں ہاتھ ڈال چکی تھی اس کے کوڑھکا ستروانی ہاتھ میں آئی طاقت تھی کہ اس نے میرا جسم کھینچ کر اپنی آغوش میں ڈال لیا۔ جہاں کی بے نور آنکھوں میں شفقت کی روش تھا کہ ہوئی۔ اس کی کمر سے نکلنے کی جوشکش ناکام ثابت ہوئی وہ میرے کچھ تھوڑی جہل بھری اپنی آغوش میں لے لیا تھا میری سانس اس کی گندگی سے اکوہ ہوئی تو میں پھر بچنے لگا۔ اس کی ہڈیاں جسم میں چھو رہی تھیں اس نے میرے سر پر پانچواں ہاتھ پھیرا اور اس طریقے سے میری پشتے بول کر اس کا سینہ میرے منہ کے نزدیک چواتے میں اس کو ثابت سے لاپ گایا اس کی کوبھی بے جان چھاتیان پھینچنے کی طرف سے میرے سر پر ٹھک رہی تھیں اس نے اپنے ایک ہاتھ سے میری پیٹھ پر ہاتھ

کے میرے منہ میں لے لیا۔ میں نے اپنے زنت پہلے ہی سے بند کر رکھے تھے میں نے سوچا اگر اس نے اصرار کیا تو میں کمال دانوں سے لاکھوں گاں میں خلی کر مارا بڑھیا نے پیاسے میرے گال چپٹ لگائی۔ میں نے پیش میں گئے بڑھیا کھٹنے کے لیے نہ کھلا تھا اس نے جھٹ میرے منہ میں کھال آگادی۔ میں نے اسے انہوں میں پیچ لیا لیکن جیسے ہی میں نے اسے دھکیلا، ایک خیر سے ملنے میں جاری ہو گئی وہ آنا تھا صاف شفت درد تھا کہ میں نے فطری کے بعد میری زبان اسے چلنے لگی اور میں کسی کتے کی طرح ہلک ہلک کر اسے چپٹ لگا اس کا شکست ہاتھ میرے سر پر راز راز ہوا جو کی تھوڑی مقدار ملنے سے نیچے اتری ہوگی کہ مجھے برقی کمری اپنے جسم میں دوڑتی محسوس ہوئی میں نے غور دیکھا کہ میں کمر میں ہاتھ ڈال دیے اس کی گندگی مکروہ چہرے متعین اذنا لاتی کے باوجود میں اس نعمت سے تشنہ نہ بنائیں چاہتا تھا۔ میں نے خوب میرے ہاتھ کے درد پر اپنا پکیا کہ میرے جسم کے منتشر اعضا چلنے لگے میں نے ٹانگیں ہلا دیں، میں صبح و سارا بڑھیا کی آغوش میں چلا ہاتھ کاٹے پرانی آنکھوں کی ہڈیاں پھرنے لگی، اس کے پس میں ایسا شہ تھا کہ میں مجھ سے ساگلا اور میں نے اس کی آغوش میں سوال یا بھر پتہ نہیں ہو کہ چلی گئی جب میں اٹھا تو میرے جسم پر کسی ہاتھ کا نشان نہیں تھا میں پوری طرح جانتی کہ وہ جہاں تھا لیکن میرا ہاتھ مجھے پہلے سے زیادہ سلا کر دیتا تھا۔

میں نے کھنڈروں میں آواز لگائی جالوش! میں تیری بڑی کافال ہوں!

اس وقت مجھے محسوس ہوا کہ یہ لوجہ ستانہ ہے اس میں انا کی آغوش ہے میں نے اس میں تیرے کوئی اور کما۔ جالوش! اتیرا غلام حاضر ہے۔ تو اسے اپنے برتن شاگردوں میں شامل کرے۔“

میرے دل کو تسلی نہیں ہوئی خاموشی ہی سب سے بہتر کام تھا۔ جالوش کے لیے سارے غصہ بیج میں جیسے آنا لایا بگاڑ میں تمام لفظ حقیر ہیں، میں نے کھنڈر ہی میں بسیرا کر لیا اور وہیں پڑا ڈال لیا۔

اس واقعے کے بعد مجھ میں مزید استقامت پیدا ہوئی تارنیل دوسرے دن اشاروں اشاروں میں مجھے خاکے ایک سے دال میں لے گیا جہاں ہر طرف بڑے بڑے عظیم کس نا تھپ تھے، ایسی ہی ایک پتھر میں نے قدر خطار میں مساکر کیا تھا۔ اپنی تپڑوں کی مصروفیت یہ تھی کہ جو منظر دیکھنے کی غماز کی بجائی، وہ ان پڑھ کر آنا اس الزام کی

ہے۔ بیزا کے سرکار کو بھی جالوش کے طمس خانے کا مہمان نہیں ہے۔
 اس کا مطلب ہے کہ بیزا کی آبادی میں داخل ہونے کا
 میرا عزم مقدس جالوش کے آیام میں ملنے والے کے جرم کا ثبوت
 نہیں جتا۔ میں نے امداد دینا۔ اسے مقدس قانون میرے ہی حق
 میں اس سبب دی کے لیے میرے جہاد احسان مندوں کا۔
 میں نے صرف ٹھونسنے کے لیے قانون میں سے اس جہاد میں
 اعلان کیا تھا۔ اس نے مجھے اجازت ہی دے دی، فلور کو ایک نذر
 کی امید پر اجوبہ ملی۔ اتنی مدت میں امریکا کو سزوں میں کیا جا سکتا تھا
 لیکن امریکا کے اداں ضرور ٹھکانے لگاتے جا سکتے تھے۔ وہ میرے
 گلے کے نوادہ تھے گا اور جریرہ اسار کی مسند کی سند میرے
 سینے پر تھی دیکھو کہ تو اس کی نیندیں آرام سے نہیں گزریں گی اور
 اور اگر اسے کہیں پرینتہ جہاد میں کوئی جالوش کے علاقے سے
 آ رہا ہوں تو اس کا کیا حال ہوگا اور دربار۔۔۔ میں نے ساری را
 انتہائی کرب اور بے چینی میں لائی۔
 صبح کا ذب کے وقت میں جہاد میں سے باہر نکل آیا ایک
 سپاہ نام باہر میرا خطر تھا میں نے اسے باز پرس کی، وہ میرا سر
 تھا جو دونوں کے درمیان بہت کم گفتگو ہوتی تھی جالوش کے علاقے
 کے آداب اُنکے تھے کہ یہاں زیادہ گنگو پندہ نہیں لائی جاتی۔ وہ مجھے
 ایک پوچھ رہا تھے سے لے گیا، صبح صادق کے وقت اس نے مجھے
 اشارہ کیا کہ بیزا کی آبادی کا راستہ ہے یہ ایک سہری تھا وہ
 اتنی جلدی بیزا کی آبادی میں داخل ہونے کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا
 میں ایک سرسبز علاقے میں تھا، میں نے جہاد اڑا رہا تھے کہ تشددی
 کے لیے زمین پر چھوڑ دیا میرے ساتھ تیزی سے چلنے لگا اور ہم
 دونوں بیزا کی آبادی میں داخل ہو گئے۔ یہاں دوری اور بالگان کی طرح
 گھاس پھوس کی جھڑپوں کی جاتی تھی اور اسار کی طرح شان و
 شوکت نہیں تھی لیکن یہ کوئی بہت بڑا جزیرہ معلوم ہوتا تھا ساری
 آبادی سوتی ہوتی تھی۔ میں آبادی کے وسط میں پہنچ گیا اور اس
 احساس سے میرا دل رواں دواں تھا کہ میں سو گیا کہ میں نہیں سوسا
 سوری ہو گیا۔ "سارا جزیرہ سویا ہوا ہے کوئی گنجان بھی نہیں میں نے
 بلک اڑا میں کہا۔
 "میں ایسی بات نہیں کہ کسی نے میرے قریب اسے گروہ کی
 میں ایک مہمان مستعد ہو گیا۔ میرے پیچھے بیزا کے ایک ایسا نام
 شخص کھڑا تھا اس کے گے میں جی جارا کا لکھا کھڑی تھی سینے میں
 بچہ کی صورت نقش تھی اس کا نقش یقیناً امریکا کے علاقے میں تھے سے

تھا سارا جم رنگا ہوا تھا۔
 "آپا جزیرہ بیزا کا پلا فرد نظر آیا۔" میں نے منہ کی اڑائی
 دلے اذراں میں کہا۔ تم کو کون جو ہے؟
 "یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں۔ زمین ہماری ہے تم جہاد
 جو۔ یہاں اجازت کے بغیر کس طرح داخل ہو گئے؟ اس نے خیر لہجے
 میں کہا۔
 "جو لوگ سہ سے ہوں۔ ان سے اجازت کس طرح لی جا سکتی ہے؟
 میں نے بے پروائی سے کہا۔ میں امریکا کے بجائے رنگے سے لڑا جا رہا ہوں۔
 "تھرا نام؟" وہ میرے خطاب سے کسی نذر کھڑا گیا۔
 "اس سے کوئی جواب نہیں دے رہا، البتہ اگر میں جواب دے جاؤں
 قبیلوں کا سردار اس سے اپنی مطلوبہ شے لینے آیا ہے۔"
 "میرا نام ناکری ہے اور میں مقدس سر اور امریکا کا نائب ہوں
 اور تم سے باز پرس کا پورا اختیار رکھتا ہوں۔ بناؤ تمہاری آمد کا قصد
 کیا ہے؟" اس نے سخت ملاحظہ لہجے میں کہا اس کی نظر میرے
 گلے کے نوادہ پر پڑی ہوتی تھی۔
 "جو تو سہ لگایا ہے۔ اس پر عمل کو سب سے میں نے ڈپٹ کر
 کہا۔ تمہارا سر اس کی طرف جتا ہے؟"
 "وہ جزیرے پر خود میں بنے پڑوں کے جزیرے ناگتہ
 گیا ہوا ہے۔ اس کی بیزا موجود ہیں اس کا بجائی معزز رنگا جی جہاد
 کا انتظام کرتا ہے۔ میں تمہیں حراست میں رکھتا ہوں کیونکہ انہیں
 کے لیے اس جزیرے پر یہی قانون نافذ ہے اس کے بعد میں تمہیں
 اپنے سرور کی خدمت میں پیش کروں گا، وہی تمہارے بارے میں صبح فیصلہ
 کرے گا۔ اس کی طاقت اور ذات بیزا میں سب سے اعلیٰ ہے۔"
 "تم۔ تم میں کون ہے؟" تمہیں میری حیثیت اور مرتبے کا
 خیال رکھنا ہوگا۔ میں کس نشانیاں درگزر کرنے کا ملدی نہیں ہوں۔
 "میں تمہیں حراست میں لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے
 حلقہ میں ایک درگزر کالی آٹا نشانیاں نیز اڑا اور اسے جاراں
 طرف بھیج دیا۔ مجھے شام تک یہ حالت میں رہی جالوش کے علاقے
 میں پہنچا تھا۔ وہ مجھے کسی حلقہ میں رکھ سکتے تھے کیونکہ وہ اتنے جہاد
 نہیں تھے۔ میں کی دھمکی میں بھی مسکرایے ایک احترام مضمر تھا۔
 "میرے یہی وقت بہت کم ہے۔ مجھے اپنے سرور کے بجائی
 رنگے کا پاس سے جلد ورسہ سیکھ سنانے سے فوج ہو جاؤں میں خواہ
 کے پاس چلا جاتا ہوں گا۔" میں نے پیش میں کہا۔
 "یہ توڑی نہیں، اسار میں، بالگان میں معزز سرور جاراں میں

بیزا کے جہاں امریکا کا حکم جاری ہے تم اس کے ایک مہمان کی تہیں
 کہے ہو جہاں کا گواہ ہو سکو میں تمہارا احترام کیلئے مردہ اپنی
 رکن کے لیے اس کی سزا موت ہوتی ہے۔ ناکری نے
 دنگ لہجے میں کہا۔
 میں نے پھر اس سے معاہدہ کی کوشش کی وہ چند برا لگایا۔
 میرے اپنے خود جہاں کی حالت میں سینے پر بند ہو گئے اور تمہیں صبح
 لٹائی میں لٹاؤں کے چہرے پر اپنی منہ کی کھول دی۔ ناکری جگے جگے
 کی طرح اچھلتا چلا رہا تھا۔ میں نے شالی سے اس کے جسم پر چڑھ
 ماری۔ وہ چہرے کے اور پیچھے ہو گیا یہ صورت جسم کو خوف زدہ کرنے
 کے لیے کافی تھی۔ وہ دہشت زدہ ہو کر مجھے جیتنے چلائے جو میرے پیچھے
 کی طرف جا گیا۔ مجھے لگوں کی بات تھی۔ جاراں میں موت کا سناٹا
 ملا رہا تھا۔ ناکری کے چہرے پر ہیرا پاں اڑ رہی تھیں۔ وہ کہتا ہوا۔
 اٹھا اس کے نقش کی غیر معمولی رفتار اس کی درگزر حالت کی ترسمانی
 لڑی تھی وہ منور منار کی؟ میں نے حکمت آمیز لہجے میں کہا میں تمہیں
 مانتا ہوں کہ بیزا میں کوئی اور نہیں۔ جاراں کی کشت آلی ہے۔ تمہارا
 دماغ کی کسی اور طرح مجھے بڑھ سکتا ہے۔ صبح جلدی ملے ہوئے پانچ سٹ
 دھڑکیں اُنکھوں سے فوراً نکلیں۔
 ناکری میرا جوش کے تیزی سے پک کر ایک گی میں گم ہو گیا۔
 میں نے قدم اُٹھ کر چلنے اور میں اس سمت چلنے لگا جہاں ناکری گیا
 قافلے معلوم تھا اسے ہی میں رنگے سے ملے ہوئے تھیں۔ میں کچھ
 ہی دور گیا تھا کہ اپنی فوجی حضور جگہ کے ساتھ دھاوا اور
 لڑتا ہوا میری طرف آنا نظر آیا میرے اس کے درمیان اتنا فاصلہ
 تھا کہ اگر مجھے سوجھے کے لیے کچھ وقت مل جاتے۔ بیزا میں اس
 وقت کسی بڑے موقع کے کا موقع نہیں تھا اور یہ غلاف قانونی بھی تھا،
 یہاں مقدس صبح فلور کو دیکھنا اور بیزا کے سرور کو دیکھنا تھا۔ میری
 طور پر کسی مہارت کا اعلان بیزا کے کاہن اعظم کے سامنے ہی کیا
 بائیکا تھا کہ میرے نزدیک اسے مل گیا اور کسی قدر فتنہ کیا۔
 پھر اس کے چہرے پر خفا شیعہ سو رہ گئیں۔ میں نے اس کی آنکھوں میں
 انھیں ڈال دیں۔ رنگا جی طاقتور جہاں تھا جس کے اعتبار
 سے وہی گنیش سے سے شاہرہ تھا اس کے کشادہ سینے پر جاراں لگا
 لگا ہو کر اور وہ میرے نوادہ موجود تھے۔
 "تم؟" اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ بیزا میں
 سیدی جاہل ایمان مقدس امریکا کی کلچر ان ہے؟
 "ہاں مجھے معلوم ہے تم بیزا میں میری آمد کا قصد جلتے سے

مجھے شاید مجھے وضاحت کی ضرورت نہ پڑے۔ شوال نے آخری
 میں فلور کو تمہارے حوالے کر دیا تھا جب کہ اس پر سب سے زیادہ برا
 حق ہے میں نے تم سے لینے آیا ہوں۔ میں نے سر دھجے میں کہا۔
 "کیا تمہارا دماغ خواب ہو گیا ہے؟ اسے شوال نے بطور
 تحفہ مجھے پیش کیا تھا اور یہ اقدام دیوتاؤں کے وضع کردہ قوانین کے
 خلاف نہیں ہے تم بیزا میں اس لہجے میں بات نہیں کر سکتے۔ وہ
 اشتعال انگیز انداز میں بولا۔ فلور اب مقدس امریکا کی تحویل میں ہے
 میں نے وہ جہاد عزت اپنے جہاں کی اسوگ کے لیے دی ہے۔
 "اور گلے سے میرا مصلحتی بنے گا جب میں باقاعدہ لے لوں
 مبارزت دوں گا، میرا خیال ہے اگر وہ کوئی دھڑا لٹیشن شخص ہے
 تو خود ہی سزا یافتہ ہے علیحدہ ہو جائے گا جیسے اسار کی مڈ ٹوٹا
 نے جاراں کی بوسٹ کے لیے تخت خالی کر کے اسے سرفرازی کیا ہے۔
 میں نے منہ سے کہا۔
 "کیا تم امریکا سے مقابلے کے خواہش مند ہو؟"
 "کیا یہ غلاف مغل بات ہے؟"
 "تو تم بیزا کے کاہن اعظم سے رابطہ پیدا کرو۔ وہی اس کا
 گے گا اور وہی وقت تم بیزا کی تمام آبادی کے قتل و کشتار میں شرکت
 تھا اشتعال انگیز نا قابل برداشت ہے یا تو کاہن اعظم کیس جہاد ورسہ
 بیزا کی سرحدوں سے نکل جاؤ۔ رنگے سے ملنا خواہنا غداروں کا۔
 "میں صرف فلور کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں جلد ہی واپس
 آؤں گا اور امریکا کی تمام خوبصورت عورتوں پر قبضہ کروں گا۔ مجھے
 فلور کے پاس لے جلاؤ۔ میں نے ٹھکر سے کہا۔
 "فلور مقدس امریکا کی ملکیت ہے میں اسے سرفرازی نہیں
 کے بغیر تمہیں نہیں دے سکتا۔
 "میں اسے دیکھنے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔ تم ایک بڑی غلطی
 کر رہے ہو رنگا جی مجھے غور سے دیکھو اور مجھے کی کوشش کرو۔ میں تمہارے
 لیے بے ترین قربانیاں کر سکتا ہوں۔ تم یہاں کے سرفرازیں جہاد میں
 تمہیں بھیجی تھی میں دن کی سزا ہوں یا اندر اتنی کر سکتا ہوں۔
 "موت۔ ہولناک موت۔" وہ سینے پر ہاتھ مار کر کہتا تھا بیزا
 کے کاہن تم دیکھ رہے ہو، میری سب سے بڑی روایک اپنی دیدہ و سہی
 کر رہا ہے۔
 "میں فلور کو دیکھنا چاہتا ہوں تم شہید باری کر رہے۔
 میں نے اس کی حرکتوں سے کوئی تاثر نہیں سمجھتا تھا۔ امریکا کو کشادہ
 مرحوب کرنے کے لیے رنگے سے ملک ہلا سامعہ ضروری تھا۔

”دو نہیں لڑی۔ میں نے ہتھیار سنبھالے۔“

وہ کانپنے لگی، اس کا ہونکا ہوا جسم دیکھ کر میرے ہاتھوں میں اور
مٹتی گئی۔ سامنے اس کو نہیں تھا۔ بستی پر موت کی کسی خاموشی طاری ہو
گئی تھی اور تمام لوگ اپنی جھوٹریوں میں چھپ گئے تھے۔ تو مجھے اریگا کی
آغوش کا، کھڑے ہوئے میں اس کے نرم و نازک شانوں پر اپنا ہاتھ
رکتے ہوئے کانپتے نہیں یاد رکھوں گا۔“

وہ دو ٹوک اور ڈھنگی ہوئی سیسے کے ساتھ چلنے لگی۔ اس کا سادہ
قرعہ تھا اور ذہن پر غور کی گڑھی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ: ”جی ہاں، میری

دھوم ہو چکی ہے یا بستی کے لوگ میرے گلے کے غوار دیکھ کر دہشت زدہ
ہو گئے ہیں۔ اس نے جھپٹتے ہوئے دوسرے مجھے اشارہ کیا اور اریگا کا چھوٹا
سامل دیکھ کر میں حیرت زدہ ہو گیا۔ وہ نامساعد و طرز کا مکان تھا جیسے
مذہب دنیا میں قدیم طرز کا بنگلہ ہو۔ سامنے ترقیب سے خوشنویں قطعی
تھیں۔ سبز کھٹ کر خوش نما نیا نیا تھا مختلف رنگوں سے چھپیں اور دیوایاں

ڈنگی تھیں۔ تین تین ایک پرانے ایک دو طرفہ دروازے ہیں کسی مکان کی یہ
ساخت تھی۔ ایک عجیب سی مکان کی بناوٹ۔ سہولت میں مذہب دنیا کا
کوئی ذہن کار فرما تھا۔ وہ فلور کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ اس سے
آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ فلور پر نازک سوار اریگا کو بہت

عزیز ہے۔ اس نے اریگا پر اپنا رخوب ہایا ہے۔ فلور کا اریگا کی خاص عزت
میں ملکر ہونے کا شرف حاصل ہے اور اس نے اس کی زندگی سے پوری طرح
منہاجت کر لی ہے۔ میں بیزاری اور نوجوان لڑکی کے کھانوں پر ہاتھ ڈالنے اور
عمارت کے اندر کا قہقہہ بڑا تھا۔ اسی فلور پر کوشش ہوئی اور پوری خوب صورت

خوشیوں کی وہ مکان بنا کر کہنے کے لیے سب سے بڑا بیدار بن گئے۔ ہر
عمل کی حسیاتیں جانتی ہوئی باہر نکلیں۔ اریگا نے سڑک ایک جالی بچھا رکھا تھا
میں وہ خود کھڑا تھا۔ گر بات تمنا سے پہلے اریگا کی سرداری میں عظمت

کے مترادف ہوتی۔ بیزاری میں ہر چیز کے لیے اس طرح اپنے ایک قوانین تھے۔ اب
ایک سہرا ڈانڈا اریگا کا جاسکتا تھا۔ میری نگاہیں جدید رنگ کے اس مکان کا
طواف کر رہی تھیں۔ میرے دل کی کوئی چٹکانہ مجھے نگاہ ضبط کرنا مشکل ہو
گیا۔ میں دیکھ کر محرم کھڑا ہوا۔ اپنے اوپر مسلح سیاہ فاموں کے جوہر سے
مجی بے غمراہ فاموں نے چھلنے ڈانڈے کے زرنے میں سے اپنا تھا۔ دستہ

کھڑے تھے۔ میں نے نہیں کھینچ دیکھا۔ شیدہ میری کسی حرکت یا کئی پیش کے
منتظر تھے۔ ہمیں میں اریگا کے محل میں داخل ہونے کے بہرے تو نہیں کرتا ہوں
ہر جرات بھی کر سکتا تھا۔ لیکن اس انکار سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ البتہ اریگا
کی اس مستندی اور خوف سے میرے اندر آتش اشتیاق اور جذبہ لادو۔

وہ کسی وقت بھی کر سکتا ہے۔ میری غضب آنک آواز سے وہ مشتعل نہیں ہوئے
شاید میں ہی بدلتی ہی تھی۔ میری تھی گلی کا یہ اثر نہ ہو کہ انھوں نے
اپنا دائرہ توڑ دیا۔ میں اس راستے سے گزرتا ہوا اریگا کی آغوش کا وہ
دوسرے ہاتھ لگایا۔ یہاں تک کہ وہاں سب عبادت گاہ پہنچ گیا۔ راستے میں نے اس
نوجوان لڑکی کو کچھ دیا تھا۔ مجھے کانٹوں کی چند تین تین پیٹیاں دیا گیا۔ شام پہ

تھی اور عبادت گاہ میں جگہ جگہ شعلیں روشن ہو چکی تھیں۔ جب کانٹوں پر
علامہ کے تجربے میں میں اور وہ تھارہ کے قواس کی آواز گونجی۔ جلد ہی وہ
اریگا کے سامنے متھلے کے لیے تیار ہے۔ اس نے سر اٹھایا۔

”دکھ“ ”جیسے خستہ یار میں نے پوچھا۔
”سات سوچ کے عروج و زوال کے بعد۔“
”یہ بہت درک بات ہے۔“ میں نے متھلے کے کہا۔
”وہ عبادت کے لیے وقت چاہتا ہے۔ وہ آج ہی ناگتہ ہے۔“
دراصل کے قوانین کے مطابق اسے یہ ملت دی جاسکتی ہے۔

”کیا وہ اب تک ناگتہ میں تھا؟ میں نے مذہب سے پوچھا۔
میرے ذہن میں چٹکانہ لپکیں۔ فلور اسی کے ساتھ ہوگی۔ اسی لیے
طبیعی عکس فانی نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے علامہ سے فلور کا کوئی نہ
”ہاں ناگتہ میں ساروں کی قدیم عبادت گاہ کا وہ اکثر رخ کرتا

ہے۔“ علامہ نے جواب دیا۔
”وہ کب تو قریبے ورف ہے۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ اس کے ذرا
وقت شروع ہو چکا ہے۔“
”اس کا فیصلہ تو ان کے گے کوہ کے سرخ رو کرتے ہیں۔“
”اور تپنے سے بہتر شہرہ میں دایا میں نے تنک کے پوچھا۔
کانٹوں کے لیے معاملے میں کوئی اثر نہیں ہے۔ سکتا ہے۔ وہ انار

ولا اور اس نے میری جانب مٹتی سے دیکھا۔
”اس کی عقل پر پردہ ڈالنا ہے۔ میں نے جھنجھلا کر کہا۔ وہ اپنے
لاکھ کا جھانچ کر کھڑا ہے۔ کیا بات سمجھ نہیں ہے؟“
”میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ کانٹوں نے اظم نے جذبات سے عاری لیے

”آہ سات سوچ،“ سات صدیاں ہیں جو میں غفلت کر رہا
نہیں نے اپنے آپ سے سرگوشی کی۔ میری نے خود ہی کانٹوں کاظم سے
تعارف کرنا شروع کر دیا۔
”میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وہ درمیان ہی میں بول پڑا۔
”اور تم آئندہ کا قیام ہی قیاس کرنے پر تیار ہو؟“

جواب میں اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ ایک ترک اور بڑ
تھا۔ میں نے اس کے سچا پہرے پر کچھ پڑنے کی ناکام کوشش کی
مگر یہ انھوں میں اسرار پر حیرت دیتے۔ ”چھوڑو۔“ میں نے کہا۔ یہ
مجل از وقت ہے۔ مجھے تمھاری مجبوری کاظم ہے۔ میں کی ہواں پنا
سوزی کے حیرت انگیز نما پر اور لویہ و لوم کے کھنکھرتے ہوئے

میں بار اس کے ہوں پر کمر کھینچنے لگی۔ ”نور۔“ وہ تباہ سے
لاں میں تھانے پر شری سے سونگے گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کمال
ناک چھائی ہے۔ علامہ کو عیش باطل عالموں کی سکھائی ہے۔
”خود علامہ۔“ میں نے خوش گوی سے کہا اور اطمینان سے

اپنی پساکے ٹیپے کا پل میں میں تھا۔ یہ ہے۔ اتر میں کر سکا۔ جو
ہر دو جب تھا۔ میں بیزاری میں داخل ہوا تو آغوش سے خود تھا کچھ
کی بات کانٹوں میں رہا۔ میں نے مسندت خوانہ لے لی۔ میں نے کہا۔

اس نے اپنے قریب کہا۔ ہر گز میری طرف بیزاری میں نے اُسے
منے گا۔ یہاں نہ صاف کہنے میں نے کتنا شرم کیا۔ ”میں بھی کی عجیب شخص
ہوں۔ انکا لاکھ طلب کا ڈیڑھ ہوں۔ اسی طلب نے مجھے محو محو کر لیا ہے۔“
میں نے اپنے اپنی سرگوشی کے بہتر حسد و افکار سے اور اورانی
علامہ کے حق کے لیے گلاہ کر اسکا کہنے لگیں۔ یہ ہے۔ یہاں

چاہتا تھا کہ اریگا تو کئی یہ ملت لے کے بڑا وقت مال پر لے۔ اس نے بھی
اپنی باتوں کے قہقہے دوستانہ فضا میں مجھے ملنے۔ اس کے دل کی بول
کے معاملے میں جانے کی حسرت تھی۔ میں دہیں سے آ رہا تھا۔ ایک بڑا عظم
کے دور کی مٹھلی آئے سامنے بیٹھے تھے۔ ہم نے بیزاری میں ہونے والے
مٹھلی سے متعلق کوئی بات نہیں کی۔ لیکن اس کی بے تعلقی کے انداز سے مجھے

چھین کر لگا۔ وہ میرے چوک کی اہمیت و عظمت سے واقف ہے۔
اس دن کے بعد سے فلور کی دید کے اشتیاق کے سبب میں نے خود کو
عبادت گاہ کے اندر ہی محصور کر لیا۔ میری طرف دوبارہ سڑک اور درگاہ میں
سے کوئی میرے سامنے نہیں آیا اور نہ ہی میں نے فلور کو دیکھا۔ میں ہی ایک
دہشت ہوئی تھی۔ قہقہے بیزاری درگاہ دور دور سے میرے قہقہے میں بیٹھے

تھے۔ رنگ اور درگاہ میں مجھے اشتیاق دلائے اور پیر نہ کہے قوانین کے
فلاں کی قوم اٹھانے کا بہتر شکر اشتیاق کا تھا۔ میں اس کے مجال میں نہ
سلا میں نے جی میں جانا ہی ترک کر دیا۔ ایک ہفتے کی یہاں کی روایت جیسے جیسے
گورگی کی جہنمی دوز میں عبادت گاہ میں میری بولنے لگا۔ طلب علم اور

میر کی دیکھ کے کانٹوں جو جوق در جوق میرے گرد گھومتے ہوئے گئے تھے۔ وہ
دراصل سے قربت اور سادہ عظم جانوں کی خوشنودی کا اور مجھ سے جانا
چاہتے تھے۔ میں انھیں ایک ہی شخصیت کا ساتھ تو تھا۔ یہ اس سے اس
کا بہتر اشتیاق میں کیا کہ عبادت گاہ کے لیے وہاں کے رہنے والے تھے۔ وہ
ہر گز نہ کہ میں نے غفلت ہو کر میرے قریب بیٹنے کی کوشش کیا کہ نہ اور

یہ کہ وہ کھنکھاتے ان کا غالب علم میں ہی فضا تھا اور انڈیاں سے اپنی
یہ نامہ ساروں کو شاکر کرتا تھا۔ یہ سات صدیاں میں نے انھی لوگوں
کی نسبت کی کر رہی۔
”میں نے اس طرح اس طرح سوزی طور پر لگا اور جب دستور
عبادت کے مکان مجھے سامنا کر کے وقت سے پہلے میدان میں لے
گئے۔ یہ ایک کرم مٹھی کر دوا کرنے والا شخص میدان میں پہلے سے عروج

ہو۔ اس وقت میدان میں بیزاری کی آبادی نے اپنا شرم کا مقام متاویہ کے
مقررہ وقت میں سامنے خاموشی پر تھی۔ ہر طرف لوگ دائرہ بن گئے۔ جیسے جیسے
کانٹوں کے سامنے ہو کر آگے چل رہی تھی۔ میں میں وہ کچھ ڈالنے لگے تو دھواں

اٹھ کے سامنے میدان میں بول جاتا تھا۔ کانٹوں میں سہرا درگاہ کھڑی میرے
جسم پر میدان کی مٹھی میں تھیں کہ ایک شرم سا شاد کانٹوں کے ہاتھ
جہاں تھے وہیں رک گئے۔ وہ وقت سے پہلے لگا ہے۔ کسی کانٹوں کے

کانٹوں میں کھلی سی جگہ تھی ایک صحت مند شخص سر کھاتے ہمداری
طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی گردن میں مختلف المانی اور جڑا کا لاکھ کو پڑی بول
دی تھی اور کانٹوں میں بڑے بڑے بڑے ہوئے تھے۔ وہ مکمل طور پر
ایک سیاہ فام شخص تھا۔ کوئی کی طرح کالا، آہ تہی وہ ان کو بول کے کہیں
رک گیا۔ وہاں ہم لوگ بیٹھے تھے اور مجھے رستہ سادہ تھے۔ علامہ اُسے دیکھ کے

کھڑا ہو گیا اور جرت سے بولا۔ اریگا نام کیا پہنچتے ہو؟“
اریگا کا نام سن کے میں نے اُسے ٹوکے۔ دیکھا۔ میں اپنی ہر گز سے اُٹھ
گیا۔ وہ بیزاری کا سوار تھا۔ جبید توانا، جبیدہ اور بیزاری میری نظریں اُسے اندر
سے ٹول رہی تھیں۔

اریگا نے کانٹوں کاظم علامہ کے جواب میں اپنے گلے سے المانی اور
جڑا کا لاکھ کو پڑی آندری شروع کر دی اور ارضیں خاموشی کے ساتھ کانٹوں عظم
کے سپر کردار یا اس کا کھانا کر لیا۔ کانٹوں کاظم کی انھیں عجیب سی تھی۔
”اریگا۔“ وہ شش آواز میں بولا۔ اریگا نام نے فیصلہ کر لیا ہے؟“

”ہاں؟“ اریگا کی پاس بھری اور اڑا بھری۔ میں نے یہی راستہ
اپنے لیے بہتر سمجھا ہے۔
”تم دست بردار ہو رہے ہو؟“ کانٹوں کاظم نے تعجب سے
پوچھا۔

”مجاہدین یوسف ہی بیزاری کی سرداری کا اہل ہے۔ مقدس طواف
میں سے ملان چاہتا ہوں۔“ اور خود کو عبادت گاہ میں قید کرنا چاہتا ہوں۔
اریگا کھنکھتہ خود لے لیے میں بولا۔

”اوہ تمھارے غلی سے بڑا کا سارا ہے۔“ علامہ نے اُلٹے
ہوئے کہا۔ ”تمھارے زوال کا وقت آچکا ہے۔“
اریگا نے کوئی نہ عمل ظاہر نہیں کیا۔ میرے چھلنے کے ایک طرف کھڑا ہو
گیا، ابھی تک بیزاری کی آبادی میدان میں جمع ہو رہی تھی، انھیں کی معلوم تھا
کہ فیصلہ ہو چکا ہے اور اب وہ اس تلاش سے لطف اندوز نہیں ہو سکیں
گے۔ جن کا انتظار انھوں نے رات دن تک بے مینی سے کیا ہوگا۔ بڑا بھال اریگا

چاہیے تھے بعد میں کاہن اعظم کے سامنے اپنا دھوا پیش کرنا چاہیے تھا اس وقت رنگ بزمیاریں تھا اب سے پہلے بھگیاں کو کشادہ بنانا چاہیے تھا یہ ساری باتیں بعد از وقت تھیں، ان پر سوچنا مزید بے عقل تھی۔

عبادت گاہ میں ظلام نے میرا استقبال کیا اور مجھے ایک باہر پھر بزمیاری کی سزائی پر مبرا کیا ددی۔ میں نے سرسری طور پر اس کے کلمات سننے اور کسی نتیجہ کے بغیر چونک کر بھاگ کر پلٹ کر آنا اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ پیش میں آئے۔ "ہیں، یہ ممکن نہیں ہے۔"

"کیوں ممکن نہیں ہے؟ عبادت گاہ میں بزمیاریں واقع ہے اور ارگیکاز بزمیاری کا باشندہ ہے۔ میں اسے عبادت گاہ سے کسی وقت بھی باہر لاسکتا ہوں۔ میں نے شہنشاہ انگریز کو بھیج دیا ہے۔"

"اس عبادت گاہ پر میرا حکم چلے گا اور ارگیکاز میں اس کا باشندہ ہے تم کو دینا اس کے لانا تو خائن سے سرتیلی کی حرکت کو گنہگار تو نہیں دانی کو گنہگار۔ ظلام نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"میں ارگیکاز کا خون چاہتا ہوں۔"

"تھیں اس کی عبادت شہنشاہی جانتے گی۔ ظلام نے اسی انداز میں کہا۔

"میں بزمیاری کی سزائی سے دست برداری کا اعلان کر سکتا ہوں۔"

"تم کیا چاہتے ہو؟ وہ تکی سے بولا۔

"میں کیا چاہتا ہوں، تم میری بات جانتے ہو، کاہن اعظم ظلام اسنو اگر تم اپنے منصب کے خلاف ارگیکاز کے سلسلے میں بے جا عداوت کے جوہر متحرک ہو رہے ہو تو تم سے دینا خاص سبکی لگے گی۔"

"میں جانتا ہوں، میں جانتا ہوں اور میرا جانتے ہیں کہ کاہن کی تھی ترقی کی شخص نے نہیں کی جتنی تم نے کی۔ وہ نے لی سے بولا۔

"تھیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم کس شخص کے گھنگو کہہ رہے ہو۔ میں نے بے پروائی سے کہا۔

"میں تم کو براہ کرم ایک اقبال کا مقرب خاص، میں جاوڑ میں ظلام میں چار جزیروں اور بلخ قبیلوں کا سربراہ ہوں، میں دیوتاؤں سے کر سکتا ہوں کہ وہ بزمیاری عبادت گاہ میری تحریک میں لے کر آریاں کے کاہن اعظم کو نذرانی کی تحریک پر بلاؤں پر ریاضت کے لیے بھیج دیں۔"

"تم اس میں کیا کیا ہو سکتے ہو تھیں کوئی دیکھتا ہے وہ زچ ہو کے بولا۔ میں نے معلوم کر دیا کہ ان دنوں اس وقت تک خاندان میں کچھ بزمیاری عبادت گاہ کے کاہن کا درجہ حاصل نہیں کر لیتے اور میری بگوئیں آتے تھے۔"

"میں بزمیاری کے ایک سدا کی حیثیت سے تم سے ایک مشورہ جانتا ہوں اور تم بزمیاری کے ایک کاہن ہونے کی حیثیت سے اپنے سربراہ کو بہتر مشورہ دینے سے باز رہو۔ میں نے کہا۔

"کیا تھیں کسی شے کے کی ضرورت ہو سکتی ہے جو وہ طنز سے بولا۔

میں نے اس کا کوئی نظارہ انداز کر دیا اور چاہا میں ارگیکاز کو عبادت گاہ سے لاسنے کے طریقے معلوم کرنا چاہتا ہوں، تم اگر میرے ساتھ تھیں تو ان کی ضرورت کے تو تم ایک نامناسب انسانی فرض انجام دوسکتے۔

اس کی زبان میں دھڑکنی تھی۔ میں نے نہیں جانتا۔ میں نے جانتا تھا کہ پھر پھر چکر وہ عبادت گاہ سے باہر جا کر ایک پسند کے یا کسی نہ جانے۔

ظلام نے بزمیاری سے کہا۔

"کیا بزمیاریں ارگیکاز کی عظمت کا ہم سر کرنی اور شخص ہے جو ارگیکاز بزمیاریں ہر اعتبار سے سب سے اعلیٰ شخص تھا۔"

میں نے خاموشی اختیار کر لی اگر میں دست بردار ہوجاں ہوں اور ارگیکاز سرداری کے منصب کے لیے عبادت گاہ سے باہر نہیں آسکا مگر یہ بھی وقت ملے جسے جب سے یہ یقین ہو کر میں بزمیاری کے خلاف دور ملک گیا ہوں میرا دماغ ارگیکاز کی ذات کے گرد گھومتا تھا اس وقت شروع میں ظلام اور میرے درمیان تلخ لڑائی ہوتی رہی۔ آخر مجھے اسی نتیجہ پر پہنچا ہوا کہ ارگیکاز عبادت گاہ میں سب سے زیادہ محفوظ ہے اور اس وقت تک کہ اس سے بزمیاری کی زمین سے نہیں نکلتا جب تک کہ اس اندر موجود ہونے میں کاہن کی نظر کے شے سے مشروب کا کیا ہے۔ اپنے من میں تیزی سے گلیا اور شخص نے بچھکارنا ہوا بولا۔ "یہ کیسی ہے۔ آتا ہوگا۔"

پھر دفتر میں اٹھا اور میں نے نہایت مذہب لہجے میں ظلام کو مخاطب کیا۔ "میں ارگیکاز میں ارگیکاز کے مل بٹھا ہوں جو۔"

"کیوں نہیں؟ وہ جھجک کر بولا۔

"تو اس سے میری ملاقات کا اہتمام کر دو۔"

"وہ عبادت گاہ میں میں موجود ہوگا۔ تم اس سے کہیں بھی مل سکتے ظلام نے بے دردی سے جواب دیا۔



میں ہل چیت کے لیے نہیں آیا، میرا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک اور جزیرے کی فتح کی آواز اپنے گمے میں ڈالوں اور فلورڈا کو تھاری دست برد سے جات لادوں۔ آخر تم نے مکمل وقت میں ایسا فیصلہ کیا جس میں تم خود بھی غور سے اور فلورڈا بھی تم نے نہیں غور کیا، یہ ایک نیا ادبی ہو۔

"زنگاری کی عبادت کے بغیر فلورڈا کر لے گیا ہے۔"

مجھ پر تھیں کا دورہ پڑا۔ "خوب یہ کہ ایک دلچسپ مذاق ہے۔"

"فیصل مجھ پر نہیں کیا چاہیے۔ وہ فیصلہ بڑا شک سے بولا۔ اگر کیا ہوتا تو کیا میں جزیرے یا شہر میں فلورڈا کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔"

"ہاں، یہ بھی ہو سکتا تھا۔ میں نے اس کے بیان سے متاثر نہ ہونے کے باوجود کہتا رہا۔

میں نے فلورڈا کو اٹھانے کے بجائے اس کے ساتھ مل کر اور جزیرے کا لنگر کے سوار کی بیٹھنے سے تم محفوظ رہے کیونکہ اس سے زیادہ تمہیں بڑا جانی حریز تھا جو فلورڈا سے جڑ کر تھا اور تم دونوں ہی اس کی اسی اور زمین کی سب سے میری جانتا تھا۔ آخر تم دونوں نے ایک کے قریب میں دست بردار ہونے کی شہنشاہی نشان دہی کی۔ میں ارگیکاز بزمیاری سے عتاب سے بچنے کے کام لیا۔ گاہ چار جزیروں پر میری حکمرانی ہے وہ میں داخل ہونے کی حرکت نہیں کر سکتا۔ میں بزمیاری سے قریب دیکھ کر جانتا تھا کہ ایک بدمعاش کب میں اپنے لوگوں سے ملے بہت سے میں تمہاری عزت کرتا ہوں میں ذہن اور شہر کے قدر کرنا چاہتا ہوں۔"

مجھے نہیں معلوم کہ کیا کہہ رہے ہو، اگر تم جیسے ہو کہ زنگاری کے فلورڈا میری امثال کی قی تو تم مکمل پر ہو۔ مجھے ابھی ایسا اطلاع ملی ہے کہ زنگاری اور فلورڈا نے یہ پروچہ دینے میں۔ وہ وضاحت کے انداز میں بولا۔

"کوئی بات نہیں، کوئی بات نہیں۔ میں نے اس کے گلے میں باہمی ڈال دی۔ میں تمہاری وضاحت تسلیم کیے لیتا ہوں۔ میں تم سے مجوزہ زنگاری کے مستقبل کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اب بزمیاری کی حکومت اور دیگر امور سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔"

"تعلق دہلا ہو سکتا ہے۔ میں نے اس کا احوال دینے کے لیے کہا۔

مجھ سے اس کی وہ دہم نہیں ہے۔"

"مجھ سے نہیں ہے، میں نے اس کا چہرہ دیکھا اس لیے کہ فلورڈا سرور نہیں ہے، تم میری فلورڈا کے کتنے قدر دان ہو۔ جانتے تھے اسے درمیان ایک قدر مقرر ہے۔ میں اپنے قریب کو ایک اعزاز دینا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری باتیں تو جسے سن رہا ہوں۔"

"یہ بہت اچھا کہ ہے جو کوئی میرے تعلق سے جو کچھ لادو ہے اس کو قدر و قیمت کا اندازہ نہیں شاید اس وقت نہ ہو کہ مجھ تک یہ بظاہر میں تم بظاہر میری دست کا شرمونہ کے تھیں اس وقت اس صحبت کی ایک ایک بات یاد آئے گی۔"

"میں تمہاری فیصلہ کا دل سے قائل ہوں۔ وہ مذہب انداز میں بولا۔

"میں سرور ارگیکاز بزمیاریں صرف دو اشخاص ایسے ہیں ملاقات میں

جی کہ ہم سر کوئی نہیں کر سکتا۔ ایک تم۔ ایک میں۔ میں تم سے عجز ہے، جماعت اور ذہانت کو اس عبادت گاہ میں مجھ سے کرنا نہیں چاہتا اور فلورڈا نے ہے کہ میں ہاں چھوڑوں گا کامان ہوں۔ چھوڑ دو آرم سے گزرنے اور ملحدی کو شہر دلوں کے گورڈا کا اندازہ کرنے کے بعد میں ہاں سے چلا جاؤں گا۔ مجھ ہاں کو لے جے گا؟ میں نے چننے لے اپنی زبان کو گامزدہ دی اور ملحدوں میں گھس گھسے کہنے لگا۔ "ہاں چھوڑاں کو لے سکتا۔ کوئی ناسرور؟ نہیں۔ ہاں مابریٹ نہیں ہے۔ اور دوسرے جزیروں کی طرح میں ہاں چھوڑاں کی تحریک ہوگی۔ سمجھ رہے ہو؟ میں نے پوچھا۔

وہ بزمیاری نے میرا چہرہ دیکھا۔

"اور میں نے سوچا ہے کہ میری نیا بات کے لیے تم سے بزمیاری ایک ذاتی شخص ہو سکتا ہے۔ میں نے جیسے نیا بات کی پیشکش کی تھی۔ میں نے فرخ دانی کا منہ ہار کر دے ہوئے تھا۔

"میں یہ کہتا ہوں، کیا تم میں کسی شخص میں ہو گیا اس کے معنی کی گری نہیں؟ میں اس کے چہرے کے اثرات کا غور سے جائزہ دیتا رہا کیا اس سے بے پروا نہیں نے تجھ سے پوچھا۔

معتدس کا بار دیکھے فلورڈا نے بتایا تھا کہ ایک ہم خوش ہو۔

تھیں صاف انداز میں قیوت داشتہ ہوتے تھے مذہب دینا کا ایک فرد کتنے کے بارہو دیان خود کو بھول کر مذہب بنالیے۔ میں تمہاری اس پیشکش کا اختیار کرتا ہوں۔ معذرت احترام سے اپنی معذرت کا اظہار کر رہا ہوں۔"

"کیا؟ میں ایک دم دھڑکنے لگا۔ میری پیشکش میں شکیلا ہے جو۔"

"تھیں نہیں خود کو اب اس کا الی میں سمجھتا ہوں اس نے بے باکی سے کہا۔

مقام ایک منظر دیکھ کر کہے ہو، میں تھیں سوچنے کا وقت دے سکتا ہوں۔ میں نے اپنی باقی زندگی عبادت گاہ میں گزارنے کا اہم کیا ہے۔"

"کیا تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟"

"بھیلے خدا اب نہیں ہوں۔ اب میں تھیں کے ساتھ چلی۔"

"میں تم پر کڑی نہیں سمجھتا کہ تو مجھے زیادہ دے دیکھتے ہیں۔ میں غیر معمولی ذہنیات پیش کر کے تھیں ان سے قائل کر سکتا ہوں۔ سحر اعظم جاوڑ کی خاندان سے بھی بڑا متقی ہے۔"

"دیوتا اگر یہ جانتے کہ تو میں اپنا سر جھکاؤں گا۔"

"اور کیا ارگیکاز مجھ پر ہاتھ کرنے کی کوشش کر دینا ہوگا کہ رہا ہوں۔ میں نے یہی جواب دیا کہ تم نے کہا۔

"معتدس جاوڑ اب مجھ سے نہیں بڑھتے۔"

"ابھی میں بزمیاریں موجود ہوں۔ تم مزید سوچ سکتے ہو۔"

"وقت گزرنے سے میرے فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔"

ارگیکاز نے میری خوش کلامی اور دمی کے باوجود صاف جواب دے دیا تھا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اسے نہیں بیٹھے فیصلے میں لوں اور میری لیے مسوا ہو جاؤں یا پھر یہ تھا کہ میں اپنی آگ میں جلتا ہوں اور

یہ کہیں تک جھگڑے گا؟ یہی سمندر میں دیوانہ وار اس کے پیچھے جاگا رہا اور سمنڈ اسے دھڑ دھڑھکا کر اسے تھکا کر اس کے پاس یقیناً کوئی ایسا یقینی عیب تھا جس کے ذریعہ وہ اپنی پشت کا ملہ بچھ کر لگا تھا۔ اور گانے نے اسے اپنے فرار میں سے کوئی ایسی چیز فراموش کر دی تھی کہ میرے پیچھے سے پہلے ہی جزیرے سے فرار ہو جاتا تھا۔ پہلے میں قیاس کی بنیاد پر اس کا تاقب کرتا رہا مگر میں نے اس کی کس کس طرح کی پیروی نہیں کی تھی۔ جہاں جہاں وہ چلتا، میں نے اس کے نقش پاشاں سے ساتھ، اقصاں ملاں، سرواں ملاں ملاں باضواں تھواں، چھوواں تقریباً بھی جڑوں پر چپکے پھل کے نیوہاں اپنی میرے گلے میں ڈال دی تھیں اور میں حیرت انگیز انداز میں تھوٹتا ہوا چاندی ہولی جزیرے میں پہنچ گیا مگر اب ایک جزیرے نے ہمارے کوئی پہلے جزیرے عزت کی موت نہا پڑ گئی تھی۔ میں نے اس کی خوشامی کے مطابق عزت کی موت سے سزا دی کہ وہاں مجھے کو دیکھ گئی میری گردن مالوں سے چھینے لگی اور میں زنگار فلزائے جنوں میں تاریک بیاض کاسب سے متفرق شخص بن گیا۔ اس مقام تک دو کے باوجود زنگار میرے ہاتھ میں آتا، اپنے نہروں جزیرے سے تھام میں مےس کی سمت کا بھی اندازہ نہیں ہو سکا۔ میں نے پھر کیا کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو یہ سن کہ سنہری مڑے سے نور جاچکا تھا کہ میں اس کی نشان دہی کرنے میں ناکام رہا۔ جی تو تک میں نے کنگ جلاتے بیتان کے ساحل پر پائیوں سے اس کے سعلق ہو جتا رہا لیکن وہ کسی ایسی ہی معلوم منزل کی طرف نکلی گیا تھا جو میرے علم ہی علم اس کی حد باہر تھی۔ میں نے ایک نفسی اور ذہنی محسوسان کا شکار ہو گیا تھا بیتان میں مجھ پر دوایا گئی تھی میری عقل کسی نے بند کر لی تھی۔ میں نے اس کا تھا کہ کسی طرف کو چھڑوں سے جزیرہ توڑی دیاں چلا جاؤں یا اور جزیرے سے بچ کر گئے کیسے گئے ہو جتا چلا جاؤں؟

مگر زنگار کا کہن ہو گیا کہ یہ سوال میرے ذہن سے کھجورے سکاند چھٹ گیا کہ زنگار کی کاشانی مذہب نے کیا کے پائیوں سے کیسچی کی جا۔۔۔۔۔ اور اس خیال سے میری آنکھیں بڑھنے لگیں کہ گھڑا کے حاملوں نے اس کا رخ اپنی زمین کی جانب کر دیا ہے اور خشت دیا میری اور انسانی کی کیفیت میں میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ نہ تو کیا۔

اور میں نے سچا میں جزیرہ توڑی سے کسی مقصد کے تحت آیا تھا میں نے تاریک برائے ظلم میں ایک عام شخص ایک غمناک شخص کے جاتے اتے مصائب کیوں برداشت کیے؟ یہ سب میں نے کیوں کیا؟ یا میرا کام صرف جزیرے سے فرار تھا یا غلغلہ انقلاب میرا مقصد تھا؟ غلغلہ مذہب دنیا کا ایک خواب کتنی چربی نہیں کھینچا۔ مارا لائی جا چکا میرا کچھ بدل گیا نہ وہ قطب راہ زدہ سوچنے کا آغاز۔ مذہب دنیا میں اگر دیا ہی ہو تو کنگ اپنی آنکھیں بند کر لیں گے جب ہر شے ٹوٹ کی ٹوٹ کر کیوں اھصاب پر ماری ہے؟ جو غلغلہ کی غلغلہ میں کھیل رہا تھا میں جاتا تھا اس لیے میں نے اسے حل کر کے تھم دیا کہ مراد جو موت اس کی سے عادت ہے یہ سب

افغانیہ کے دور کی پُر سرشار زندگی عرصہ مکمل رہی تھی جہاں اقبال کا شعر
کاروانہ قادیان خیال میرے وہی ہے سمنی لڑائی میں انھوں نے آخر سے ہے
اب کیا ہوگا؟ کوئی کچھ سے کرکشی میں بوجھ رہا تھا کیا تھا کلامِ عمل پر کیا؟
یا کرتے تھے خفا و خشم یا تھا خیال یا جا کچھ تھے خیالوں کو مارا کھلا کھلا کرتے پر
فرمان رکھا تھا کہ یا جا کچھ تھے نہ عصب حاصل کیا کرتے کہ یا کھلا کھلا کا دور تہ
تھامی ایسا ہے اور جاتے ہے؟
مجھے جنسِ مظلوم کیا ہوگا؟ میں نے چلا کر کہا اور نے لاپرواہی
انگلیاں ٹھوس لی تھیں۔ میں کچھ سوچا نہیں پہچانتا میں نے قرب سے کیا کیا
میں کچھ سوچنے پر تیار ہوں؟ میں کچھ نکال نہیں چلا۔
میں نے خرد ادا مذاق کیا اور ان وقت انگریز خیالوں سے نجات
کے لیے سمنی لڑائی کو گویا کشتی میرے ہاتھ سے بھر گئی میں نے اندر دُوب
ماجا یا اب کیا کشتی بھر میرے قرب آئی نہ میرے دور گھر نہ گئی نہ خیر
نہ اسے بچا یا اور میری زندگی کا رہنما کرتے ہوئے نہ گئی۔
۱۹۱۶ء

ایک مدت بعد دوری کی نظر ازبک تھی مُردنک پہلا اور امال
اور ان کے بعد کنگا جنگِ قزوین سے میرے خوںِ شمشیر جھرنے تھے
میرا دل تھا کنگا میرا آشاہ تھا کنگا تھائی دھر سے دھرے ساحل سے کنگا
ساحل پر غریب تھائی تھی اور میرے دل میں شورشِ جہاں تھا ساحل پر اُترنے
کے بعد میں نے کئی جہاں پر کھینچا یاں اور گھری گھری ماسیل میں میرے
استقبال کو کوئی نہیں آیا تھا تیار یہ میری خواہش کے مطابق تھا کہ کوئی
توئی میں ہیاناں اور دھوئے اور نہ لے لوں گے کھینچ کر نہ کثرت کھینچا
چاہتا تھا میرے ساتھ میں جنگ میں داخل ہو گیا اور میں نے جنگ میں میرے
کے ساتھ ایک خدمت کرمانے میں بھیجے کہ چند مسلسل فوجت تک
اور کھل کر تری ماسیل میں گئے۔ اس دور میں مجھے ہمدانک کے ملنگی میں فرانس
ہوئی جیسے میں دقت سے پہنچا گیا ہوں۔ جیسے ابھی میں نے تری کی
زیریں پر تھے بڑے کا خراج ادا کیا ہو میرے ہم سفر میں لڑنے ہونے لگی
انہیں سے بڑے آوازوں کہا: ہاں مجھے اس کا خیال سچا ہی میں زندہ ہو
اور جب تک تیری طلب مانی ہے اور جب تک تیری نگاہ میں اتفاقات
کا لکھنؤ تھی ہے میں تیرے لیے یہ بھی سرکوں کا۔

میری کا اواز کھل کر جنگ میں پہنچا گیا اور دقت میرے کانوں میں
اطاعتِ تیرن کہ یہ کیا جا رہا ہو گئے کنگا مارا جنگ میں کئی گھنٹہ کی کاخ
کے آگے تھا جیسے ہندوستان کے کل ترک ملک سامنے آئے تھے ہوں
ابھی کہ جوشِ جنگ میں میں طوط اُڑنے لگی کہ کنگا لڑی پر یہ جہاں پہنچا
کے ہوں سے آنے لگی میں نے یہ جینی سے خوں کے پاپا بھر مھر
دیکھا اور دقتِ فوجی اتھوئے میرے کانوں میں شربت ڈھیلیا پلچر خوں
کے رنگ کا تھا تھا لڑائی پر جہاں ترکشیں کہیں لگی تھیں وہاں جو میں
کچھ نہ دیکھا وہاں جہنم کے ہل چلاں سے ڈھکے ہوئے تھے۔

ترشیدہ لوگوں پر ایک تذکرہ لکھی تھی وہاں نے ہری باوندیا کے چہرہ
پر تھیں۔ اس کی آنکھ سے جھلکا یہ عقدہ چشم ندولی میں بخت پر ہلکا ہلکا
تھان کی دھلک پانی کی سے ہری آنکھوں پر بار بند ہو جاتی تھیں میں
یہ نگار وہ دیکھ کے منکر رہ گیا وہ ایسا بھلے کی سر پر سے عجائبات کی ہیں۔
اس لغت پر سے میرے دھنگے گزرتے ہو گئے اور میں اپنے تباہوں میں نہلا
میں اس کے سینوں میں چھپے اور بادلوں میں اُن کے چہرہ اُٹھنے سے لیے
دوٹا، وہ ترنیاں کرتی ہوئی مجھے نہیں دیکھ لوگوں میں نقصان میں کنگام ہو
گئے اور میں جاننے کہ کیا ان کے دل سے سے یہ خرد راز اور اس قماشے
اس لغت و کرم پر خور کر تارنا۔
اس کے دل میں شش و پنج کی حالت میں تھیں سے اُن کو ایک سر پر نہلا
جنگل میں تیر رہندی کی وجہ سے عقدہ چشم ہو گیا اور چہرہ تری کا سدائی علاقہ
شروع ہوا۔ میں ایک اور ملک کو کہہ کے میرے ہر پر ہلکے تھان کی مجھے تنگ کر دیا
سے تہذیبوں میں میری خواہش تھی کہ میں سرتا کی کاشت پر اُن کے گلے
میں سارے عالم کا روشن کا عینیت۔ مجھ سے کلام اُڑا لے اُن کا دل اس سے تھیں
بند کر کے پھر دیا۔
”بتاؤ نکلی ہے“
لیکن میں تو کی طرف چند قدم ہی بڑھا تھا کہ میں نے سمجھا اور اُس
مرنگا میری طرف جان کر اس پر تھما ہوا کہ ہے جا رہی بدست باستی جا رہا
پہلے میری بدست سوز۔
میں نے جو شش و سترت میں جواب دیا۔ مرنگا مرنگا میرے ٹپے
دوست تمام کیسے ہو گا۔
لیکن میری کھانسنے دھواں لکھ کر تھان کی بھی میں نے لڑا اور اسے
منسلک کر دیا تھا۔
میں نے سچی کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا اور اُس طرف جانے
لگا جا ہی بند ہو کر اُس مرنگا غلام کی پائی بھی کی ہوئی کے ساتھ کشت
کرنا تھا۔
میری رات تیر ہوئی۔
اور ایک غمخوار سے میرے وہ جڑواں کا حوا کر لیا۔ کیا میری تمام مرنگی
میں تو دلی میں کوئی انقلاب برپا ہو گیا ہے ؟
ابھی ابھی اس جنگل کی خانوں میں نغز اُن میں میں اُٹا تو کی پر جس حال
کیزوں کی تفریق لکھنوں نے کوئی بھی بھیری تھی اُن کی کتاب نامہ بدل
نہلا ہو کے میرے دل و دماغ کو صحرانے گئے تھے یہ اس بات کی علامت
تھی کہ میرے طویل سفر کو صرف قبولیت بٹھائی گئے اور میری کامیابیوں پر
بستہ بندی کا اُٹھ گیا گیا ہے۔ خود میں نے جان لوٹ کر خانقاہ کے طلسمی
عکس نہیں سرتا کہ جو وہ دیکھا تھا جس سے علوم و جہاں کا تری کا سارا
نظام جوں کا توں معلوم ہو ہے۔ ایک مدت بعد تو کی کی سوزی ہو میرے ہر
کے تھے تھی اور اس بار میں پہلے سے نہلا وہ ناؤ و سوز و شغف لکھ کے اُٹھا

کسی میں اتنی جرات نہیں تھی جو توری میں جابر بن یوسف کا احوال غضب کو سکے کیا وہ شخص ایک ذلت آمیز صورت کا خواں تھا؟

پھر سزا، میرا پر اسرار دوست کا کیا جانتا تھا؟ کوئی ایسی خبر تھی جو مجھے بھی نہیں دہاں ہوئے سے پہلے سنا دینا چاہتا تھا۔ وہ سرشاری، وہ ایک اضطراب آمیز صورت جو توری میں قدم رکھنے پر مجھ پر طاری تھی، اس کی جڑ تشریف لے لے لی تھی۔ میں جنہو بہت میں سرنگ کے غار کی طرف بڑھتا تھا ایک لمحے تک غلام اس کی موجودگی مستقبل کے بارے میں اس کی خوش فہمی کا برکت تھی اس حالت پر ایک کیفیت ہی مسکراہٹ میرے بے مروتوں پر پھیل گئی۔ خدا کھلا ہوا تھا۔ میں دذنا ہوا اندر داخل ہو گیا اور میں نے سرنگ کو اسی حالت میں دیکھا جس طرح توری سے خارج وقت اسے چھوڑ گیا تھا۔ وہی اس کی غصوں و شست اور آنکھوں کا مورچہ کی نیب شدہ قہر کا راز تھا۔ بالکل ساکت و جامد جیسے کوئی مجرمانہ کی دیوار پر جھمی ہوئی راہی، شکستہ چہرہ، ہاتھ پر شکن کا دوا بعل حال۔ یہ سرنگ تھا میں اسے غصے سے دیکھتا تھا اور اس کی جنبش کا انتظار کرتا ہر چہ میں دے قدم اس کے قریب چلا گیا۔ غلام نہ تکت کا بڑسکون مگر جب تک سنگاٹا لگی تھا میں نے سرنگ کی آٹھانے کی کوشش کی۔ اسی لمحے سرنگ نے اپنی آنکھوں کا زلیو بدل دیا۔ مجھے وہ آنکھیں اس بار بہت گہری اور پراسرار تھیں۔ چند لمحے ہم دونوں ایک دوسرے سے رنگ میں ملتے خاموش رہے۔ پھر سرنگ لگا آنکھوں کی سرخیوں مادی پر تھیں اور اس کی ٹھوس آؤنا فاسد کے پڑانے میں کوئی تبدیلی جابر۔ مجھے میری جھمی کو تم صبح سلامت واپس آجاتے تھے۔

”ہاں میں نے بے پروائی سے کہا۔ میں نے واپس لوگ ہوں سرنگ اتم شادو تم کیسے ہو یا کسی غار میں زندگی گزارنے کا ارادہ ہے؟“ میرے لیے مجھ میں طرز کا غصہ شال تھا۔

”میں تمہاری آؤنا فاسد کا انتظار کرتا تھا۔“ سرنگ نے راز دلا دیا۔ مجھے یہ سن کر کہ مجھے معلوم ہے تم یہی بات کہو گے جو انکس ہے یہ کیا تم نے تمہی میں جانے سے پہلے ایک ہی بات ذہنی فیض کرنے کے لیے اپنی رومان کا مٹا شایا کیا تھا؟ میں نے بے دلی سے ہوجا۔

جواب میں سرنگ نے بل نہیں ملائے۔ زمین سے تڑکی کی ایک پچھلی ہیر کر اسے غار کے بلانے کی جانب اپجال دیا۔ میں نے وضو کے نیند افکار میں لہراتے دیکھے سرنگ نے حسب عادت ملامتھور کیا تھا۔ ادا کی طاقتیں اب غار کے اندر ہماری پائیں نہیں ٹسکتی تھیں۔ میں برتن کوئی تھا۔ مجھ توقف کے بعد سرنگ نے مہر کوکت توری اور عیاری ہیر کو آؤنا میں دوبارہ غلط ہوا۔ تمہارا سینہ اور تن دائر ہو گیا ہے۔ تمہارے لیے یہ رشتہ فخر کی بات ہے مگر کیا ہمیشہ کے لیے تم نے اپنی گردن اتنے دو جھ سے آؤنا کرنے کی ضمانت لی ہے؟

اندر میں جواب دیا۔ معزز سرنگ! میں نے اس زمین کے شکاراں نشان آپ کو ڈھانے کی سعی کی ہے اور اس وقت جب تم مجھ سے مخاطب ہو ایک وقت کئی جابر بن یوسف تمہارے سامنے کھڑے ہیں۔ میں کوئی ایک شخص نہیں ہوں۔

”میں نے تمہاری پیشکش کر لی ہے۔ وہ بے نیازی سے بولا۔ یہ ایک قابل غرات ہے۔ تم نے میرا ارادہ اور قریب کر دیا ہے۔“

”تم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟ میں نے پناہ لیجے میں کہا۔ مجھے بے تم کوئی اہم بات نہیں کہو گے۔“

”ہاں یہی سبب جابر! وہ مردہ ہجرت مجھے اعتماد دیکھے ہیں اور ضروری نہیں جو بات میرے لیے اہم ہو تمہارے لیے مجھے ہو مگر میں نے سبب کی کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔ یہ درخواست نہیں ایک ضرورت یہ خواہش نہیں ایک حکم ہے۔ ایک شے کا بھونکے کو حکم۔ کو تم سارا جالوں کی رفاقت سے سرگراں ہو گئے تھے۔ ہوا اس پر اسرار دنیا میں تھا مشابہات تینا جرح تانچہ میں اور تمہاری زندگی بجانے خود ایک مجرمانہ یہ تمام قوتوں اور سرفرزانی میری توقع کے میں ملحق ہیں۔ مگر میں بھی میرے شورش اور بدلتوں کی ضرورت ہے۔ وہ بہت سنجیدہ تھا۔ ہر شخص کی طرح مجھ سے مخاطب تھا۔ میں اس کے انداز مخاطب سے خاموش ہونے لگا۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ وہ اتنا اٹھانے کہنے لگا۔ کہ کام تم بڑے تم نے منزل مالدی ہے۔ ابھی بہت کام رہا ہے۔ اب تم پوری طرح ایک مسلح شخص ہو سکتا ہو۔ دیکھو ہوں کہ تم میں اور مجھ نے جو لہجے ہو فیصلہ کے ساتھ ساتھ تمہاری عمر میں امتداد میں ہو۔ جب تک یہ عمل نہیں اس وقت تک کوئی بات آسانی سے تمہاری عقل میں نہیں لگنے کی تھیں۔ یہاں تک کہ میں نے ایک دیر جہاں کر دیکھی ضرورت پڑتی ہے کی اور اپنا فرض نبھاتا ہوں گا۔“

”تم بالکل نہیں ملے۔“ میں نے سکرانے کہا۔ مجھے شہرہ ہوئے کہ تم رزری سے اس شخص کو تمہی میں تو میں نہیں جانتا۔ یہ لوگ تمہاں مستقبل خوف دلاتے ہیں۔ میں اور ان کی بڑی کا احساس جانتے ہیں۔ سرنگ غار میں بیٹھے ہوا وہ تمہی میں دیکھا جس نے دیکھا ہے۔ وہ نہیں جو میں نے سنا ہے۔ تمہی میں باشت و عبادت کے متعلق خوش فہمیل اور اعتقادوں کا شکار ہو گئے۔ تمہی میں نے سمجھا کہ کیا میری آنکھوں میں جھکا آنکھوں نے جالوں کا طعنے غماز دیکھا ہے اور خود جالوں کا دیکھ لیا کہ میں نے کتنے میری آؤنا فاسد ہو گئی۔

سرنگ نے اشارہ کر کے مجھے خاموش کر دیا۔ میں اس کے سے کسمانے لگا۔ زیادہ اتیں نہ کر سیدی، آؤنا فاسد سے بولا۔ سب مٹا ہوا، شو میرے عزیز۔ تم ایک وقت بعد میری توری دیا جالیے ہو۔ جو سوچ ہے بڑے ہو میں جالیا ہوں تھیں تھیں کر دیکھو کتا ہوں ایسی کئی نجات ہے اب وہ وقت قریب آچکا ہے جس کا ہوں سے منتظر تھامیری خفت راہیگان میں تھی۔ مگر کرنے دانق منا

وہ فانی کیا کویت جلد ہم یہ حقور کے نجات حاصل کر لیں گے۔

”ہو نہ میں نے بڑی سے کہا۔ وہی بات۔ کو بکارت کین جانتے تھے ان لیے میرے ساتھی میں مزاحم ہو گئے تھے، پھر میں نے تڑکی سے اسے خطاب کیا۔ میرے بڑے دوست سرنگ کا ہم ہو گئے ہو سوچے اور بڑے ہو جلائے۔ اسی غار میں تمہاری بدیاں نمر بن جائیں گی۔ اور تمہاں اب بھی مرشد و معتمد ہو گا۔ آؤ میرے ساتھ باہر آؤ۔ تمہی میں کی کالط افشاؤ

”سب ایک سرب ہے سیدی۔“ سرنگ نے کہا۔ کمال سکون تھا۔ تمہاری آنکھیں صرف چہروں کی اشکال دیت تھیں کی صلاحیت تھی۔ میں عمر اور خاصہ کو سمجھنے سے محروم میں میں کا یہ رنگ میں تھکتے ہوئے طعم کا غائب اور تم نے خود کو محلی کے کینہ تر قیوں طو پر پیاں کی تین بڑھاتی ہے اور آسمان رنگ شلے گا ہے۔ اس حقیقت سے آگاہی کے جوہر میں نے طعم کا ایک دائمی ظہر کے طو تسلیم کر لیا ہے۔ طعم کا کیا ہے آج ہے کی نہیں طعم کس کی ذرا بڑا تھا ہے۔ تم مجھے خوب ظاہر سے لکھے اور لطف اندوز کرنے کے بجائے ان میں دلاب جانے کی صلاحیت رکھتے تھے میرے غصے میں جٹا سکتے تھیں میں تمہاری آنکھوں کا پردہ ہلنے کی قدرت رکھتا ہوں۔ یہی ہمارا داری طاقتوں کا سہرا جالی تمہارے گردنا جارا ہے میں تم سے بحث کرنا نہیں جانتا۔ صرف یہ کہنا جانتا ہوں کہ ان قوتوں اور اس کمال کی لہر کوئی بڑی توقع کا نام نہ لے سکتا۔ وہی ان کی ضرورت ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ اب اس کی ضرورت بڑھتی ہے۔ تمہارے پیش نظر ایک ہی مقصد رہنا چاہیے کہ تم اس طعم سے آزاد ہو گے۔ مہذب دنیا میں واپس جاؤ گے۔ پس میں یہی کہنا جانتا تھا۔ اگر تمہارے رائے میں تمہی میں خود رزید کر گئے۔“

”ہا۔ میرا مقصد میں نے چلا کر کہا۔ خوب کیا اب بھی کسی حجت کی ضرورت ہے؟ میرا مقصد یقیناً تم جانتے ہو۔ کیا تم ہو گے مجھے جڑیے سرگنے سو گم وراثت کرنے، انک بڑی زمینوں کا طعم دیکھنے اور ستم اٹانے، بکری کو گدھ کوئی سے اپنے ہاتھ لٹکے اور اتنے دور راز سرگنے صلاب کیلئے کی ضرورت محض اس وجہ سے پیش آگئی تھی کہ میں مہذب دنیا میں واپس جانا چاہتا تھا۔ نہیں میں بہت پہلے اس طرف سے واپس ہو چکا تھا۔ میرے پیش نظر تھا اور وہ تھا اس ذات اکانا اس حسن کمال اصول۔ وہ جو اس طعم کی بھلا ہے جو حسن و جمال کا دریائے میں نے بدلتی ہوئے کہا۔

”اور میں نے تمہارے گوش گزار کرنا چاہتا تھا۔ تم اس کے قریب کی ہر رعایت حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے رہو گے اور ابھی اس کی عجب سے دست بردار نہیں ہو گے۔ اس کے لیے تمہاری دیوانگی میں کی تھی نہیں لگنے کی تم اس شہر میں دل میں اپنا چراغ روشن کر گئے۔ تم اس سنگل کوئی طلب صادق کی گری سے پھلاؤ گے۔ تم ابھی موسم پاناؤ کے ہو گئے نہیں چائی۔“ پھر ایک دن میری بات تمہاری سمجھ میں آگئی۔ کہ میں سورقوں میں تمہی میں فیصلہ کر گئے جو میں جانتا تھا۔ یا

یوں کہ لوگوں کو دھول صورتوں میں میرے جاسے حق میں برآمد ہو گا۔ اس سے پہلے یہ نامیں خاک کو پہلے تم اس کی رفاقت کے دیکھے تھے۔ اب تم میرے اب تم نے اپنا سبب اور بجالیے اور اپنا ایترا اس کی نظروں بڑھا لیا ہے۔ اب تم آسانی سے اپنے جذبات متعلق کر گئے ہو اور آسانی سے نمی پیچھے پر ہتھ کھینچتے ہو۔ ایک دن تمہاری عقل میری عقل سے ضرور مغایرت کرے گی۔ میں مہذب دنیا کی داپھی کا اسی لیے ذکر کرتا ہوں کہ ایک گوشہ تمہاری عافیت کا ضرور رہنا چاہیے ممکن ہے تم کسی دیکھ گئی سے سوچے مگر مجھ کو زیادہ سنجیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے ابھی وقت اتنے قریب بھی نہیں آیا ہے۔

”تم بہت بے سنی باقی کر رہے ہو سرنگ! میں نے تمہی سے کہا۔ کیا تم ہوش و حواس میں ہو؟ ایک طرف تو آؤنا فاسد کے طلب سے دست بردار رہنے کو منع کرتے ہو۔ دوسری طرف داپھی کا ایک خیال ذہن میں رکھتے ہو۔ زور دہت ہو۔ ایک طرف تمہی سے کہو کہ وقت آگیا ہے دوسری طرف تمہی سے کہو کہ تمہی سے کہو کہ یہ طعم داسر کا فانا ہے۔ جو ہماروں طرف سے بلاؤں میں گھرے جتنے ہیں۔ کبھی کہتے ہو کہ میں نہات کی کوشش کرنی چاہیے۔ کبھی احتراں، کبھی انکار شادیہ تمہی میں گئے ہو۔ تم بہت بڑے ہو گئے ہو۔“

”میں نہیں۔“ سرنگ نے سولہ میں جواب دیا۔ بل تمہاری عمر پہلے سے کم ہو گئی ہے تمہی میں گراؤں طاقتوں کے نشے میں بہک سکتے ہو۔ میں آتا ہوں اس نشے میں خود کو حلاؤ دینا۔ بہت معمول جانا کو شارا نام کیا ہے۔ بات ذہن میں لگنا کہ تارک بڑا ظلم کی حقیر لغتوں کی طرف اور بہت سی مادائی طاقتوں کی آنکھیں کی جلی ہیں۔ ایک دن سرنگ نے مردہ جھرتے ہوئے کہا۔ ایک دن.... ہو گئے کہنے کی گیا عناصر کیوں ہو گئے؟ مجھے بتاؤ تم نے کیا سونگھا ہے، بولو چپ کیوں ہو گئے؟“ میں نے اسے سمجھوتے ہوئے کہا۔

”میں کچھ نہیں سمجھتا۔“ سرنگ نے دہنی سے بولا۔ اس کی نگاہیں میرے چہرے سے ہٹ کے موتی پر جم گئیں تھیں۔

”تم مجھے پریشان ہی کرتے جتے ہو۔“

”وقت۔“ سرنگ نے دنگ آڈا میں کہا۔ ”صرف وقت فیصلہ کرے گا کہ میں نے کس کو کتنا پریشان کیا ہے؟“

میں نے اپنے فکروں میں مرنے لیا۔ مجھے احساس ہوا کہ سرنگ کو میرے لیے سے دکھ پہنا ہو گا۔ میں چند لمحوں میں تیار ہوا۔ پھر میں نے معذرت خواہ دیکھے میں نے کیا۔ شاید میں غلط کر گیا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔ میں معمول کی عادت میرے عین ہوا۔ تمہی میں نے مجھے آؤنا فاسد کے فکروں کے نرغے سے نکالا تھا۔ تم نے ہر موقع پر میری سبب کی ہے۔ میں رزگارتی ہوں میں نے تمہاری بڑی کا خیال بھی نہیں کیا۔ سرنگ! میں نے خوشامد افشاؤں کیا۔ سرنگ مجھے صاف صاف بتاؤ تم مجھ سے کیا چاہتا ہے ہو؟ میں کچھ نہیں سمجھتا ہوں میں صرف آؤنا فاسد جانتا ہوں میں سے

120

تھا۔ چنانچہ میں نے اس قول پر بالکل سے غصے میں حرکت کی۔ میں جسد و
میرے عقب میں اس قدر کا ایک سیل چلا۔ کابینہ عظیمہ سوال اس نکلنے
میں کہیں کم ہو گیا۔ خیر اور دروازے بھی پری نگاہوں سے اوچل ہو گئے۔
میں اپنے مکان کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا۔ سرتیانے اس کا
علیہ تبدیل کر دیا ہے۔ پتھر کے دروازے کے باہر چھل کھلے ہوئے ہیں
اور شاہ دروغ بھرے ہوئے ہیں۔ سرتیانے، فروزین، جولیا اور شاہ سیاہ
فام کینڈول کا ایک دستہ اپنی تمام تر حشر سرائیوں کے ساتھ مجھے اپنی جگہ
میں لینے کے لیے مضطرب تھا۔ میں نے سرتیا کی دلی سرتیا کا جلوہ دود
ہی سے دیکھا۔ اس کی صحت پہلے سے اچھی نظر آتی تھی۔ سرتیا کو فروزین
کا چہرہ چمک اٹھا۔ وہ اپنی دلی جو میری دست برد سے غور و فکر تھی
تھی۔ قریب چمکے مجھے اپنے آپ پر اعتبار نہ رہا۔ میں نے ایک کسے
سرتیا کا چمکنا سراسر اٹھا دیا اور اس کی پیشانی پر آن گنت برس
ثبت کیے۔ اس وقت میرے دل میں اس کے لیے کہیں سے اتنی محبت
سمٹتی تھی کہ میرا اندھا باندھنے لگا۔ میں اسے اپنے سینے میں چھپا لینا
چاہتا تھا۔ مگر میرے فواد اس کے نازک بدن کو مضیض پتھارتے چنا پڑ
میں اس کے شائع خرابی کی طرح ہاتھوں پر اٹھائے رہا۔ وہ فشرنگی تھی
کی طرح سٹھلنے کی تندی جبار اتر آئے۔ اس نے نکلتے ہی کہنے۔
"اے کیا تمہیں اپنی آنکھوں پر کشیدہ ہے؟
"تو ہاتھوں دھو رہی ہو گئے۔ جو اس کی آنکھوں میں قدیم دن و نیاں
متم ہو چکی ہوئی ہو۔
تم اتنے دنوں بعد کیوں آئے؟ آس نے شکایت کی۔
"میں جزیبہ پر جزیبہ سے نچ کر آ رہا ہوں۔ میں نے سچا کہا ہے۔
کے لیے ضروری ہے کہ برتری ہی سے رہا جائے تو تم دیکھو۔ میرا سینہ
کیسا بھاری ہے۔"
"کیسی اول معلول چیزیں لکے ہیں۔ میں کیا یہ تمہیں بھی لگتی ہیں؟
"اے، یہ عقلیت و طاقت افزائی و فرائضی و مردانگی کی علامتیں ہیں۔ یہ
اس بات کی علامت ہیں کہ جابرین یوسف ایک بہت بڑا درخت بن گیا
ہے جس کی جھاڑی میں تم اطمینان سے چلیں گے کسی تو میں نے اس
کی زمینیں اڑاتے ہوئے کہا۔
"اس تمہیں نہیں جاوے گی۔"
"لوگوں کو فخر جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ یہ تو پورے حکم آتا ہے۔ اور پر
کا حکم لانے کی جرات نہ تم میں ہے نہ مجھ میں۔ میرے سرور ہونے کے علاوہ
غلام بھی تو ہیں؟
"پتہ نہیں۔ یہ غلام کی رات کب ختم ہو؟
میں نے اسے زین پر بٹھوایا۔ فروزین میری طرف مشتاق
نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ان سب کے حسن و جمال میں کوئی فرق نہیں لیا
تھا۔ تاہم بڑے عظم میں شہاب کی طرح چل رہی تھی۔ فروزین کی آنکھیں
اور گہری، چہرہ اور سر ہو گیا تھا۔ یہی حال جولیا اور شاہ سیاہ کی نظر میں

کی مشورہ اور اچھا کے معنی خیر انداز میں پوچھا۔ اس پر سرتیا نے کہا کہ ارادہ
اس کے اپنی نفس نگاہ پر ہے۔
"میتھی، اب بھی وہی حال ہے۔"
"تھانے دل نے اسے ایک کون فیصلہ نہیں کیا؟
"اب تم آئے ہو تو دیکھو کیا ہوتا ہے وہ نگاہیں جو چمکے ہو
میں میںیں پسند کرتا ہوں۔"
"جس کا تم مجھے اجازت دی ہے میں اس پسند کیا گیا
چاہتی ہوں وہ تمہیں ہاں کے سرور اور جواہر میں تمہاری طرف
"اوہ۔ تم تو بالکل نہیں دیکھ رہی ہو۔ میں نے جواہر میں اپنی اجازت
کی توسیع کرتا ہوں۔"
"لیکن میں نے یہی کوئی اجازت حاصل نہیں کی ہے۔" جولیا
دریاں میں اس کے کہا۔
"تم نے رانڈ کی طرح کرنا چاہا؟
تمہاری یادیں، تمہاری باتیں، تمہاری رفاقتوں کا تصور کہ تم
کہیں کوئی پابندی عائد کیا گئی تھی لیکن تم نے جبراً خود اپنا کر
جولیا اور شاہ کی بیوی بنی۔ اس سرتیا معصومانہ انداز سے کہ
تھی جیسے اس کی بھوئی کچھ نہ رہا ہو۔ پھر مجھے ڈاکہ جواہر میں نظر آیا۔
نے اسے پاس بلا کے کہا۔ "وہ مبالغہ تھی۔"
"لوگوں سیدھی تھی مجھے متوجہ دیکھ کے وہ کھلا کر بولا
دغور۔ "وہ شاید بھائیوں کے جزیبہ سے لڑا ہو چکی تھی۔"
"وہ تمہیں ایک نیک، باوہمی، کیا تم نے اسے کہیں دیکھا؟
"نہیں اس کے دیکھنے کی حسرت ہی رہی۔"
"سیدھی بھانجے جانے کے بعد بڑی ادا اسی رہی۔"
"ڈاکہ جواہر، تم شافقت کی باتیں نہ کرو۔"
"شاید تم نے صدقہ دل سے میرے سامنے گاہ صاف نہیں کی
نہیں، مگر تمہاری باتوں پر شہید ہو رہا ہے۔"
میں بڑا ہرجت ہوں۔ تم کہاں سے کہاں پہنچ گئے؟
جابرین یوسف ہم سب تمہاری وجہ سے زندہ ہیں، سیدھی کیا ہم اس
کو جزیبہ جواہر میں گئے۔
یہ بھی تو سبت دیکھ رہے ہو جواہر یاں پر مزہ لوگیاں دھوت
ہوئی جگہ آدھیں اور کم عیسا ہوں پرست شخص موجود ہے۔ یہاں تو
پاس کی گئی ہے؟ سب سوچنے کی باتیں ہیں کیا وہ رشتے جن میں
دنیاں بکڑے ہوئے تھے فانی رشتے تھے۔ وہ سب بتاتے ہوئے۔
میں نے تم وہی روایت بیان دہر سکتے ہو۔ زندگی وہاں بھی گزارنا تھی؟
مجھے گور رہی ہے سب کچھ مچھولی جاؤ اور خود کو حالات کے سپرد کر
تو کیا اب ہم بھی وہاں نہیں جا سکتے؟
میں نے سرتیا میں ایک اقتدار اٹھایا۔ "وایس؟ اندھے راس
دھونڈتے ہیں؟ ڈاکہ جواہر، تمہاری حیثیت بیان ایک اندھے کی تھی

میں نے تو روشنی پائی ہے۔ کیا تمہاری آنکھیں ہماری سیر میں
نہیں کر رہی گی؟ ڈاکہ جواہر نے پرامید لہجے میں کہا۔
"سیر میں آنکھیں چمکا چکا ہو گئی ہیں ڈاکہ جواہر؟ میں نے سب سے
کہ میں نے آنکھ دیکھا ہے کہ اب تم جزیبہ دیکھنے کی تاب نہیں
سرتیانے میری آنکھیں پر اشارہ سے مجھے اندر آنے کو کہا۔
اندر دیکھے نہیں، کئی کمرے تھے، پتھر کے کمرے، پتھر کے کمرے
سے آگے تھے، سادہ مسلمان دیکھ کے قریب میں پر گیا۔ باہر تیار
اس کی مذہب ساتھیوں نے یہ سادہ اور صاف مکان کی تقریر اور آرائش میں
سرتیا کی محبت، جواہر ایک چوکی پر جواہر یا گیا اور سرتیا میرے پسپوئی
پر کھڑی۔
"لوگیاں زین پر بیٹھ گئیں۔ میں باری باری ان سب کی خیریت دیکھنے لگا۔
غزوی رہیں، زہرا اور زار سے بھی اپنے کا اپنے اندھ داخل ہو گئے اور
سمرال کی آنکھ کھل کر بھڑک اٹھی، پھل گوشت کے پائے زین پر بٹھائے
تھے۔ میں نے زارے کا بھڑکے کے ایک بڑے گھڑے کو کھانا بنا کر بھڑک
گئے تھے۔ گھر سے شہر پہنچے لگا اور میرے اشارے پر سادہ فام جولیا
جواہر اور زارے اور فواد نے زین چاٹ چاٹ کر اپنی ساقوں پر کھانا
شروع کر دیا۔ پھر دھکتی ہوئی لوگوں نے مجھے ایک کھانا پیش کیا جو میں
نے فروزین پر لٹا دیا۔ وہ چھٹی ہوئی تھی، اس کا سادہ بدن ایک کھانا
کمرے میں فٹتے فٹتے گئے۔ فروزین کا سرخ و سفید عریان سر پر مشروب
میں بیٹھا ہوا اور دلکش ہنسی کا تھا۔ قطعے اس کے جسم پر پھرنے کی طرف سے
ہے تھے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے دوبارہ اپنے پاس بٹھایا اور دیکھنے
دیکھنے سے نظروں پر زبان لگا دی۔ سرتیانے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ سیدھی جابر
تم کیا ہی طریق سیکھ کے آئے ہو؟
فروزین کی سبکی ہوئی فخر کی طرح میرے قریب میں تھی اور
مجھے اس کی حواس باطنی، سرسبکی، وحشت دیکھ کے اندھ لخت آ رہا تھا
میں جاپنا تھا کہ اس کے سرخ بدن میں بھڑک دھوکہ دوں اور لیتے ہوئے
خون سے مزہ لوگ دوں۔ سرتیانے مجھے دھان سے اٹھایا اور زین کی لڑکھڑائی
کھل کر نہیں سکتا۔ میری آنکھ کے سلسلے میں بھی ہوئی، بزم کابینہ عظیمہ سمرال
کا اندھ سب درجہ پر رجم ہو گئی۔ تمام رویاں کیے بعد مجھے کمرے سے
پل گئیں۔ میں نے سمرال کو خود سے لوگوں کی شہرت پر بٹھایا اور اپنے گلے
کے گھر ہاندا کہ اس کے اس کے سامنے رکھ دینے وہ اطمینان ٹھول ٹھول کے
دیکھنا۔ اطمینان میں سے ہر ایک سے وابستہ کمانا سادہ بزم و مسافر
کا فضیلت کی منظر میں جواہر اور فواد کا اطمینان چھوٹی کا فواد سمرال نے
بھڑکنا تو مجھے دیکھا یہ حیرت انگیز رویاں ہیں۔ سمرال نے اپنا
ناؤ اٹھا کر کہا۔
"اور میں نہیں۔ یہ تو فادہ میری علاقہ میں ہیں۔ میرے دن فناء
نہیں گئے۔ میں نے اس میں جلا کا کالی حوادث کا فادہ جالوں کے طعم
فلکے کی ساری ریاضتوں کی تحصیل سنا دی۔ میں باطنی طور پر بھی خود کو

بست آسودہ غمگس کرتا ہوں۔
جیسے سادہ غمگس کے علاقے میں داخلے کی اجازت مل جائے اس کا شل
تاہم بزم عظم کے رگڑیہ آنکھوں میں جواہر ہے۔ سمرال نے اٹھارے کہا۔
"اور تم نے اعزاز حاصل کر لیا ہے؟
میں نے جالوں کی انکشاف جالی میں اور بدن ایک بڑے عظمی
عدوت کے خشک پستانوں سے شیر طاقت پیا ہے۔ لیکن تو ہی میں آگے
ایسا غمگس ہو گیا ہے جیسے مجھے اسی مصائب سے گزرنے اور توانا یہاں
میں حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہاں ذکاوتوں کا اظہار ہو سکتا
ہے اور ذاتی مصائب حاصل کرنے کے بعد تعمیر کا جلا کے دلانے میرے
وجہ کے استقبال کے لیے دوا رہے۔ مجھے یہاں میں سامعوس ہو گیا ہے۔
میں نے کس کس کا کہا۔
"میں میں جابرین یوسف، زوری میں تمہاری خالی الذہنی
کا یہاں اس کے لیے جا رہے۔ یہ تھا علاقہ ہے۔ یہاں اپنی طاقتوں کا اظہار
کے لیے گئے۔ وہ مقلدے پر کوئی حق ہو نہیں سکتے۔ یہی میں تمہیں اس
علاقہ کا طاقتور شخص سمجھا رہا ہے۔ تمہیں کسی سے دشمنی کرنا کوئی کم
بات ہے؟ اب تاہم بزم عظم میں بہت سے حق پر کار نہیں ہو سکتے
تم ایک ناگاہی شہر شخص کی صورت میں ابھر رہے ہو۔ ڈاکہ جواہر، جبراً
علم کی طلب کا یہی جوش را تو آؤ، آنکھیں تمہاری طرف اٹھیں گی۔ وہ
بیانی سے محروم ہو جائیں گی۔" سمرال نے بلاغت میری صحت سمرال کی۔
"کیا تمہیں اس کی طرف سے کوئی اشارہ ملا ہے؟
مجھے جواہر کا جبریزہ زوری کے سرور کو عزت و تحکیم سے جتی
میں لایا جائے کیوں کر اس کا مرتبہ بڑھ گیا ہے؟
"ہو۔" میں نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھے کہ نہ تم فرائض لب
کشا کی بھی نہیں کی جا سکتی ہے۔ یہ تو دیکھو دیکھو۔ میں صرف ایک کم کیوں
جدا نہیں کیا جاتا؟ تاکہ میرا سرا کی خدمت میں پیش کش کرنے کی
سماعت حاصل کرو۔
تم اپنی زندگی سے بڑا اس معلوم ہوتے ہو۔ ابھی وقت بہت پڑھنے۔
سمرال نے زہی سے کہا۔
"سمرال! اس کی خدمت میں میرا بیانیہ نام پہنچاؤ کہ وہ سوتی تو ہیں
اپنی راسخوں کی منہایت نہیں دے سکتا اس سے کہ وہ ڈاکہ اور اس میں کوئی
دولہ۔ میں نے کہہ کر کہا۔
"میری پیغام رسائی سے پہلے ہی وہ تمہارے قلب کی ہر کیفیت سے
آشنا ہو گئی۔ میں نے وہ خود ہی تم سے رابطہ قائم کرے۔
میں صرف آفاقی بات بات کرتا تھا۔ لوگ کابینہ عظیمہ سوال فناء
سے اسے مال دیتا تھا۔ ابھی مجھے تو ہی میں آئے دیر نہیں ہوئی تھی لیکن
مجھے یہ حس جواہر تھا جیسے میں رسول سے یہاں ہوں اور رسول سے آفاقی
کی طرف سے سلسلہ بیانیہ نہیں ہوتی ہے۔ اپنی مضطرب حالت سے
خود خوف دہ تھا کہ زوری آئے کے بدلے دیکھنے اس کے پاؤں کو برسر

دینے اور اس کے بدلے میں خوشبو ہارنے کا اشتیاق فرماں ہو گیا تھا چنانچہ
میں بلکہ بدقسمتوں سے اسی کا تذکرہ کرنا تھا اور دل پر لگنا نہ ہوسکتا
سے دھڑکنے لگا تھا۔ ایک بے اعتباری کی کسی کیفیت درونِ حشر
سلابت کر گئی تھی۔ میں نے شاید توری، آگ کے قطعی کی تھی۔ توری میں اس
کے قصہ کا دروازہ تھا۔ توری میں اس کی قربت کا احساس سما جاتا تھا۔ جو
بڑا جذبات نگ تھا۔ تھائی تھی۔ درمیان میں واقعہ یاد کرنے کی جو توری آنے تک
جوانی کے ساتھ میرے خاندان میں فرماں تھی۔ جب میرے لگنا تھا کہ میں
گردن ڈال کے درخت کے سائے بیٹھ جائے کہ طبیعت کر تھی۔ بدقسمتوں
نے میرے فواد میرے لگے میں ڈال دیے۔ مکان کے باہر میری آمد کا غلغلہ
تھا۔ سارا جبر و مرست سے بچ رہا تھا۔

تھوڑی۔ تم سمجھ رہے ہو؟
 کھمبولہ نے ان بات میں گردن ہلاتی اور کسی گہری نکیر میں ڈوب گیا
 میں نے تو ہی کی طرف دیکھا۔ مجھے تعداد میں بھی گھاس چھوڑنے کی فکر نہ
 تھی اور نظر دکھائی دیں! بعض دیکھ کر مجھے جزیرہ اسلام آباد آگیا جس پر
 سرخ و سفید چھوڑوں کے عملات بنے ہوئے تھے۔ جزیرہ تو دری علاقہ
 سے بنا پہاڑ تھا میرے دل میں شدید غماز ابھی تو ہی جزیرہ کو
 کی طرح خوب صورت ہو جائے۔ سبوس نے مابلوش کا ہار لے کر اقام
 دیا لایا اور میری آنکھیں آگ اگلنے لگیں۔ مجھ مرنے لگا۔ سوسو لایا
 نقروں سے دیکھو! اتحاد میری دلوائی پر کیا سوچ رہا ہو گا؟ شینا دھنسی
 کہ ان بچیوں تک نہیں پہنچا تو مجھے سارا غصہ جالوش نے لے لیا
 میں عداوت کر ہی تھیں اور میں سے کام لینے کا مجھے کم ہی موقع ملتا تھا
 اپنا ہاتھ نہ لایا اور سب کی جانب گردش کرنے لگا۔ کھمبولہ کسی میری باز نہ
 دیکھا، کبھی سب کی جانب میں اپنے دونوں ہاتھ مضامین لے کر ہار دیا کرتا تھا
 میں جالوش کا ہار دھو رہا تھا۔

کھس ہے یہ زہنی مٹ جاتے، ممکن ہے ہم سب تہم ہو مائیں، اب میں
وہ مل داپیں میں سے سکنا تھا کیونکہ اس کے شہر یہ تاجاگر میں سے کھنسنے
گئے تھے، مول کے ناول پختہ ہو چکا تھے، رفتے اور نو نوادی کرتے میرے انکوڑ
جین جو پہلے سے تھے شرف میں، فاشاٹک کے مناد: جواد مراد جو کبھی اٹھا انکوڑ
نے اپنے اٹھا کالوں پر رکھ لیے تھے اور نیزہ بڑا میں انھیں اٹھا اٹھا کے شرف
جگہ پر جھینک رہی تھی

سے کہا: اب تم مجھ سے خوف زدہ ہو جاؤ۔
 تم ایک بڑے بادشاہ کی بیٹی بن گئے ہو۔ وہ سراسر آسمان سے گولی۔
 یہ عیسٰی ایک ناکارہ شاعر ہے۔ میں نے بے پروائی سے کہا۔
 ”مگر یہ سب کیسے؟“ وہ جہنم میں مبتلا تھی۔
 مزید مذاق نہیں ہے تم اپنے لیے سب سے خوب صورت عمل منتخب کر سکتی
 ہو تاکہ باقاعدہ شہزادوں کی طرح رہو۔

انے کے لیے سب کچھ کیا تھا اور بہت حیرت انگیز تھا۔
 قوری کا اظہار یہ بدل گیا تھا صرف چند اشاعت و خوں اور خوں کے
 لیے دے گئے تھے تو یہ سب زین و ہوا کی معلوم ہوئی تھی مرنے والی قوری
 میں رات کے رات حملات کے قتل و شعلیں روشن ہوئیں اور ایک عجیب
 ساں پیدا ہو گیا صرف ایک ہی جگہ کہ اس میں سرخ مینہ دھیرے لڑوں
 کے خبر بہت گھول اور معلوم میں نظر آتے تھے اور بال مذہب و انکی بین
 و زکون کے واسطہ دیکھن یاہ نام نہیں سر ویاہ نام تھے اس رات
 قوری کی لوگ سونے پرانا وہ میں ہوتے تھے میرے لیے رنگ و صفا وہ
 سنگ منید سے بنی ہوئی ایک پر شکوہ عکالت ملکہ چمڑ دی گئی یہاں
 سر تانے داخل ہوتے ہی احکام جاری کرنے شروع کر لیے اور ایک بڑے
 دسین و عاقلین کے سر میں کہ دریاں ہی چکی تھی، مجہادہ گیا گیا علی
 شب یہاں تھیں یہاں ہوا تو خوشی باہر از گرم رہا۔ سیرتا اور مذہب و دنیا کی
 دوسری دیکھیں شہزادوں کی طرح میچی رہیں۔ چورچاواں اور اسٹالیا میں
 علی شاہی ہوئیں صرف قوری ہی اور سیرتا میرے قریب دوسری چکی پر
 مجھ سے۔

”تو کیا تم کو برا بھلا کے تمام عالمِ ہل کے بھی انکو دیا جائے گا کہ تم سے؟
 راجہ اعظم جالوش نے تماشا برداشت نہیں کیے ہوئے ہے؟
 ”شاید وہ کسی مناسب موقع کے منتظر ہوں گے۔
 ”تم اس مسئلے میں کچھ کر سکتا جوں؟ میں نے تیری سے کہا۔
 ”تم یہ تصاویر دیکھ سکتے ہو اور کوئی ایسی راہ تعین کر سکتے ہو جس سے
 اس فنکار کا غرور مٹ جائے۔“

ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے میرا حال یہ تھا کہ ساری روح کھینچ کے نکھوں میں لپیٹی تھی انھیں بے قراری سے اسے دھونڈھ رہی تھیں میں ہرگز سے بے نیاز تھا۔ اس کے عمل میں بے اجازت داخل ہونے کی جرأت اور اس کی نیندوں کو کھلانے کی جسارت تارکب براعظمی ملک کے لیے ناقابل فانی جرات تھی۔ میں اس شہر میں لب اس آتش دہن کے طلق سے آخری مڑاٹیں سننے کے لیے مضطرب تھا۔

پھر یہ ہوا کہ ایک کی فضا جھینا اعلیٰ مدائے ہول میں ایک نفیاتی ارتعاش سا ہوا جو میری قے انداز بدل گئے اور رنگ بنگے بالوں کے کمرے پر قبضہ کر گیا۔ میری آنکھیں منگنیوں کی جگہ مجھے اس کے لطیف بدن کی خوشبو کا احساس ہوا تو میں نے آنکھیں کھولیں۔ اس کا تخت زمیں پر اڑ چکا تھا اور بالوں اس کے چہرے سے بہت رہے تھے۔ اس بار کو مطلع سے وہ ہاتھ بالوں پر اڑاؤں کو دیکھتا رہ گیا۔ میں چند لمحوں کے لیے بالکل تنگ ہو گیا۔ وہ آقا باغی تارکب براعظمی کے عمارت۔ اس کی دروازوں میں شاؤں سے بھری کے کمرے کی قفس کی تفصیلات کی طرح اس کی آنکھوں میں کشش تھی وہ مڑتا ہوا عمارت میں صرف بھول میری نگاہوں اور اس کے بدن کے درمیان محال تھے اور بھولوں نے اس مرتبہ اس کا غلبہ نہیں بدلتا پھانے میں کچھ زیادہ ہی اہتمام سے کام لیا تھا۔ اس کے گلابی ہونٹ منہ کے سے غلام ہوتے تھے وہ سرسبز رہا تھی۔ کوئی تشبیہ میری ہی باقی۔ خود اپنے قدموں پر قائم رکھنا مشکل ہو گیا۔ میں نے مذہب انارز میں جھک کے لئے متحیر دی پھر مجھے خیال آکا کہ میری تارکب براعظمی ملک کے سامنے ہوں اس لیے میں زمین پر دراز ہو گیا اور اس وقت تک دراز رہا جب تک اس کی تہا میں نے زمین سے اٹھنے کا علم نہیں دیا۔ میں کھڑا ہوا اور اس کا ہر گیا۔ آقا باغی تنگست سے اپنے تخت پر فروکش تھی۔ جب میری نگاہیں اس سے ٹکرائیں تو ایک لمبی سی جیسے جسم کی کندی۔ وہ میرے غلطے ہوئے بدن کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں مجھے اپنے جسم پر بھیجی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں میں اپنی دلوں میں پرے حد نام ہوا اور میں نے اپنی

توانائیاں سمیٹ کے آنکھیں اور اٹھانے کی کوشش کی۔ ان آنکھوں میں میرے کرب کا سارا احوال مرقوم تھا مجھے یقین تھا کہ میرا اسرار اسرار احوال سارا ہوا تھا۔ میری ہر شے تو دل کی ملک کتاب تھا اور وہ ایک حشاش دھڑوہ تھی۔ اس نے ایک ہی نظر میں مجھے پڑھ لیا ہو گا کیونکہ آنکھوں کا جگ ایک سمجھے تھا میرے ہونٹ مرتضیٰ تھے۔ کبھی اس کی بھی تیز بھی اندر کبھی چمک مجھے اپنے چہرے کی ادنیٰ بدلتی کیفیتوں پر قابو نہیں تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو تنہا کی۔ جابر بن یوسف! کیا تو اس شان حال قہر سے متاثر ہو گیا ہے اور بھول گیا ہے کہ تو ان چہروں سے کبھی متاثر نہیں ہوا یہ تو کئی شاکت تیرے روحانی تعلق رکھان افراخانہ زبونی سے یہ وقت نکل جائے تیری رائیں تیرے دن تیرے ملنے ہیں۔ اس دور میں تو نے اور کیا کیا ہے تیری فکر تیرے سامنے ہے اپنے دامن میں استقامت پیدا کر اور زمین پر مضبوطی سے بڑھا جو کنا ہے کہ نے موت سے بڑی کیا ناز ہو گئی ہے

اور تجھے زندگی کی طلب کہاں ہے؟

اس کی نگاہ میں میرے گرد ہلے کی شکل نہانے میری ہونٹیں میں پھر اس کے لبوں پر ایک لطیف کمر بستہ نوا ہوئی۔ اس نے اپنا مہر میں ہاتھ لطافت کے ساتھ اٹھایا۔ اسی لمحے اس کے قریب کھڑی ہوئی دھڑوہ نے نہایت شستہ اور خوش انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ جابر بن یوسف! پندہ جزیروں کے معزز سردار! تم نے عجمت کے ہوا کنا سے تمام فیض میری فضا آقا بلان سے واقف ہے وہ انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تم نے اسرار میں شوقا سے عجمان اقتدار کی ہول اور جالوش کی فضا دکھائی۔ اس کا حاصل کیا ہے؟ درمیان پر تمھاری فوجیت کا ثبوت ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ تم ایک بندہ مرتے پر فائز ہو۔ جابر بن یوسف! اس نے آقا بلان کو دیکھ کے کہا مقدس آقا بلان تھانے سے سلام ہے آقا وہ لیکن وہ تمھیں کیا ہوئی اور ذی شعور شخص کی حیثیت سے دیکھنا یا جانتی ہے تم نے اس کی اجازت کے بغیر اس کے عمل میں داخل ہونے کی جرأت کی اور اس کی منشا کے بغیر اپنے آپ فیصلے صادر کرنے شروع کر دیے وہ یہ جرات تمھاری طلب کے صدق سے متاثر ہوئے معاف کرتی ہے اور امید رکھتی ہے کہ تم خود اس کی فضا کے مطابق چھلانے اور ایک مثال فرمائیت کرنے کی کوشش کرو گے۔

جیسے ہی میں نے یہ سنا، مجھے اس عمل کی جھپٹ اپنے اوپر گر گئی تھی ہونٹیں۔ میں جہاں کھڑا تھا وہاں سے میرا اس کا فاصلہ چند گزوں سے زیادہ نہیں تھا لیکن میں نے خود کو ایک اندر دو فاصلے پر کھڑا ہوا جیسے پہلے تھا وہ اب نہیں اس عمارت کی دیوار اور چوڑی اور مضبوط معلوم ہوئی تھی۔ دیوار عمارت جی وہ جہاں کھڑے پہلے تھا وہ تندر دوش تھا، سب کچھ کھڑا تھا اور رنگا رنگ ہر شے پر نظر دوس کے سامنے نمودار کیا۔ اپنی کامیابی اور کردی کا اندازہ اس کا احساس مجھے پہلے بھی نہیں ہوا تھا۔ یہ روز میرے اعصاب پر اتنا گراں گزرا کہ میں نے وہیں کھڑے کھڑے اپنا خیر سے ہم بھونکے کا ارادہ کر لیا تھا۔ میں نے نقاہت سے کہا مقدس آقا بلان کی شہر میں بیان برجان! تو

کچھ کہتی ہے میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں؟ میں نے خوراس کی طرف ہلکے سے کہا۔ اسے تارکب براعظمی ملحق العنان عمارت مقدس آقا بلان کے پردہ کے اور اس سے میری طرف سے یہ عاجزا دھاس کر کہہ دینے ہاتھوں سے میرا نشانہ بنانے میں بھی اس فضا کا بے اثر کا کاشا کی شخص نہیں بن سکتا کیونکہ میں نے یہ تمام منصب اپنی خواہش اور غرض کے لیے حاصل نہیں کیے بلکہ اس میں مقدس آقا بلان کی خوشنودی کا پلڑا تھا۔ میری غرض اور خواہش صرف اس قدر تھی کہ میں اس کے قریب کا نشان بنوں۔ میں اس کا ایک شان فضا چاہتا تھا لیکن یہ سب ایک خواب ہے مقدس آقا بلان تارکب براعظمی کے گراں ہے اور میری حیثیت اس کے ایک غلام سے بھی کم تر ہے۔ یہ وہاں تین تین ہیں جو اپنی پست دامنی کے سبب میرے ذہن سے بار بار غور نہیں۔ مجھے اپنی اس گستاخی کا اعتراف ہے اور میں اپنے گزشتہ سبب ان کا ناموں کے سبب تمام جزیروں کی سرداری ترک کرنا ہوں یہ علمی اور اپنے گھسے سے آتا رہا اور ان سب کے بدلے میں ایک ہی خواہش کرتا ہوں میں نے خبر کی طرف

شاہ کیا اور تمام افراد تارکب کا سپاہیہ مردان کر دیا۔ میری آنکھیں کھولی تھیں میرے دور کا بیڑ بیان کا اثر ہوا۔ آقا بلان کی شہر ہوئی پتیلوں نے کئی بار زادہ بدلا۔ اس نے خود ہی در وقت کیا دینے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ایک لمحے سے مدت میں وہ دونوں تر جان غائب ہو گئیں۔ تجویز میں پڑا رہ گیا اب اس کے سر میں صرف میں اور وہ اٹھ کھڑے تھے۔ جابر بن یوسف! یہ آقا بلان نے کئی تو مجھے اپنے کاؤں پر یقین نہیں آیا۔ وہ آقا بلان تھی۔ ہاں وہ اس کا فضا تھا۔ اس کی زبان پر نام تھا، میں زمین پر گر گیا اور میں نے دھڑکے اس کے ہر قیام ہے۔ اس کے چہرے پر کرب کی علامتیں کھائیں ہر میں لیکن میں نے اپنے پیروں پر دراز کر دیے۔ میں نے اس کے سر کے لیے زخاروں سے اس کے گرد کی زندگی کو دیکھ کر براہ راست ہملا کی کاوش کی تھی۔

جابر بن یوسف! ہاتھوں میں ایک ساتھ ہزاروں ساز بگائے میرے جسم کے سامنے تارکب نے چھڑ دیے۔

مقدس آقا بلان! میں نے اپنے نہانے سے آواز دی۔ ہاں تیرا فلام خطر ہے۔ میری صورت دیکھو میری آنکھیں دیکھو میرا سینہ دیکھو۔ میں کہیں میں چاہتا ہوں چاہتا ہوں اب کیسے واپس جانا نہیں چاہتا تیری پچھائیں میں میرے لیے تمام جزیروں کی سرداری ہے۔ میں نے اس کے بالوں کو بے تحاشا بوسے دینے شروع کر دیے، مجھے ایسا غلام بھی تھی ہر گز اور مجھے ایسی آند تیری حکومت اور تیری بصارت دیواروں اور پردوں کی حد سے آڑے تھے میرے جسم کے اندر دیکھو اس میں کہیں کیا نہیں کہ بار بار ہوں؟ وہ خاموش رہی میں نے فزونی میں اس کی آنکھوں سے بھول تو نے شروع کر دیے۔ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں آقا بلان کے دربر دیکھا ہوں میں ایک جھوکے کی طرح اس کے سر پر چڑھتا ہوا تھا دیکھا مجھے مجھے جھوکے ہے کیا میں اپنا ماضی جھانپنے کا کام رہا ہوں؟ کیا میں نے بوری طرح تیرا خیال نہیں کیا ہے؟ کیا میرے اندر کوئی اور کچھ ہے؟ میں نے ذہنی انداز میں کہا، اب میرے بیان میں رابطہ تیرا چکا تھا اور مجھے خود میں معلوم تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں یا مجھے کیا لگتا ہے؟ کیا مجھ کو یہ کئی شخص اس سرزمین پر موجود ہے؟ میں نے اس سے کہا۔

وہ کہنے لگا، میں تمھاری وحشت کا اثر بردار ہے۔ یہ کوئی ظلم نہیں تھا یہ تو میرے اندر سے جھولن کا تھا۔ تارکب براعظمی کی سنگدل ملک کے چہرے گزرا جھلک گیا۔ یہ وہ آدمیوں کے برتی لالچے کا نتیجہ تھا میں نے سوچا۔ جابر بن یوسف! کہیں یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے۔ کون مانے پڑا کر ہوا ہے۔ یہ کیفیت ختم ہو، یہ جذب کی کیفیت۔ اس لیے میں نے سب کچھ بدلے۔ یہی مگر انما شروع کر دیا میں نے اسے اپنی باتوں کا احوال سنایا۔ میں نے اس کے بعد اعصاب پر مسلسل شتر لگائے۔ میں اس شخص شگاف ڈال دیا۔ اس نے میری مضطرب داستان اس طرح میری زبانی سن لی جیسے وہ کچھ نہیں جانتی تھی اور جب میں نے یہ کہا کہ میری مقصد وہ تیرے وہی میری کائنات ہے اور صرف اس کی ذات میری زندگی کا عکس ہے تو اس نے جلال سے ہاتھ اڑا دیے، میں نے وہ ہاتھ پھیر لیے اور انھیں اپنی آنکھوں سے لگایا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کتنے دنوں

ہاتھوں پر پشت کیے میں نے سنا ہے کہ انھوں نے ہاتھوں سے پریشان ہو مجھے کمر دوس میں تارکب براعظمی کے تمام عاملوں کو کھار کے انھوں کو نیست بنا کر دوں اور اس کے بعد کچھ اپنے قہر میں اپنے ہاتھوں سے جگائے کے لیے دو تاروں کو آدہ کر دوں اور ان عاملوں کو بے تحاشی طور پر اس کے ہاتھوں سے جگایا اور انعام دیا ہے۔ سو میں ہی تھا بے قریب کا مستحق ہوں۔ مجھ پر ایسی ناز نہیں کر کہ میں ان سب سے متاثر ہوا ہوں اور تھانے تو یک سر اٹھانے کی جرأت کر سکوں۔

میں نے اس کے تارکب کے لیے نظر اٹھا کے دیکھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور اس کا بدن اتنے قریب کس کا بدن آقا بلان کا میرا کون سوچ سکتا تھا، تو گویا وہ میرے غلطی کو مستحق رہی تھی؟ تو گویا میرے جذبات کا پورا احساس تھا تو گویا اس کے اندر کی عورت پوری طرح شاداب ہوا ہے۔ میں نے اسے قریب دیکھ کے بگھنے لگے۔ میرے ہاتھ میرے اھباب میرے حواس سینکے لگے۔

وہ ایک ملک ہے کون ملک۔ ایک عظیم وسیع دھڑلے پر اسرار سلطنت کی ملک۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ میرے سامنے تو ایک عظیم بار دھڑلے کی کائنات میں سب سے حسین تھی۔ ذہن کی کوئی تین صورت اس کا ماحول بھی نہیں تھی۔ میں نے اس کے خواب دیکھے تھے اور اب میرے خوابوں کی تیر میرے سامنے تھی۔ رنگ نہمت کا ایک خزانہ میرے ہاتھوں میں تھا۔ نہایت کی فکر تھی زخار کا ہوش تھا۔ میں آقا بلان کے پاس تھا۔ میں آقا بلان سے کھلا کھاتا۔ تارکب براعظمی میں اس سے بڑی معراج کیا تھی؟

جابر بن یوسف! اس کی کرب کی بیخ سنا تھی۔ دی۔ اس نے میرے ہاتھ جھٹک دیے۔ اس کا بدن لرزے لگا اور آنکھوں میں آگ ابلنے لگی۔ میں نے دشت میں اسے مگر خوش کرنا چاہا لیکن یہ سعادت حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ ہاتھوں کی ہستی نے اچانک جرم کو توڑا۔ روشنیان ٹھٹھانے لگیں اور فضا میں غلبہ بالوں کا رنگ ترخ ہو گیا۔ دفعہ امت بلا اپنے تخت پر کھڑی ہو گئی۔ اس نے مراہم کی سے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی۔ میں نے منظر کی اس اچانک تبدیلی سے پاگل ہو کے اس کا پیر کر لیا اس نے مجھے دھڑکھل دیا۔ میں نے اٹھنا چاہا مگر میرے وجود نے میرے ارادے کو شکست دے دی۔

کوسے میں چپیں گوج رہی تھیں۔ چپین۔ میں نے انھیں بھانپنے کی کوشش کی۔ یہ تو جالوش کی مخصوص جیج تھی جو میں نے اس کی فضا میں اس کے منہ سے سنی تھی۔

جامدوش کی چپین! آقا بلان کی بارگہ خاص میں سارا عظم جالوش کی اچانک چپوں کا کیا مطلب تھا اور فلاح کی حالت تیروں تھی؟ کیا میں کوئی عورت تھا، میں کو جالوش نے بر وقت دانت کے تارکب کرنے کی کوشش کی تھی؟ اور ان میں لڑتے بالوں کا رنگ ترخ ہو چکا تھا، لطیف دانتوں کی دستیں موزہ گداز میں ذہن کی تھی میں سر میں غرض یہ جسے حکمت چڑھا ہوا ہجرت

سے زمین سے برآمد کیے تھے۔ ان حملوں کی ایک فلیٹ میری مجلس نگاہ کی غلام تھی۔

اور میں نے خود کو اپنی غلامی میں سدا تھا اور ہاں بولوں بھی کوئی آزاد شخص نظر نہیں آتا تھا۔ اتنا اعلیٰ غلام تھی، ماحوش بھی تھا۔ ہمارا اپنی معمر بولی کی فاقہ کے باوجود پہلے سے غلام میں عظیم ہر فرد کسی دیکھ کر پابند تھا۔ دو بولیاں اپنے قہقہوں کے غلام تھے ہر شخص کی خاص منزل پر جا کے غلام تھا۔ ہر فرد کی طرف سے ہر فرد کا فاقہ تھا۔ باقی کو بھی غلام تھا۔ گھر کا بڑا۔ ماحوش بھی پہلے سے ہوا۔ اعلیٰ غلام حوالی کے سبب سے بس تھی آزادادی۔ مجبور آزادادی میں نہیں تھی کسی فرد کو نصیب نہیں تھی لیکن مذہب دنیا میں کیا تھا؟ وہاں بھی لوگ آدمی و رعایا کی رسم و رواج نگہ کیا تھے۔ یہاں بھی دیکھ کر تھا۔ کون کتنا ہے کہ اعلیٰ اس سبب غلام کے سبب سے تھرتھرتی ہے۔ وہ سبب و سبب کی ایک ہے۔ کون کتنا ہے کہ ماحوش ماحول میں سب سے بڑا ہے۔ بے شک یہ دونوں باتیں صحیح ہیں مگر میں نے اعلیٰ میں انھوں میں عجیب حسرت دیکھی تھی اور میں نے ماحوش کی قربت ناگہنیں ہی تھیں۔

وہ سارا مذہب تک نظر میری نظروں کے سامنے ہوا۔ ہاتھیں کوئی تو یہ دیکھ کر کہتا ہے۔ جب میں نے اس کے سینے میں سے پھول توڑے اور جب اس پر آزادادی ملتی ہوئی تو ماحوش نے کیوں مداخلت کی اور غلوں میں یہ نظر کیسے بدل گیا تھا۔ تو اعلیٰ میں بلا اجازت داخل کی اجازت لی گئی اور مجھے سیکھ کر اس کی طرف ایک گھر سے اٹھا کر دوسری جگہ چھوڑ دیا گیا۔ شاید تیار یہ جگہ کے عامل اور ماحول کی کمی میں اس کی جذباتی دا ابھی قبول نہیں ہے۔ شاید ماحوش اعلیٰ کا سب سے بڑا مطلب گاہے یہاں کا شخص اس کی جستجو کرنا ہے۔ اس کے کس کا سارا سحر ہے۔ ہر طرف رشک و تعجب اور دشمن دیکھتے ہیں۔ کیا میں ماحوش سے بڑا اسرار اور بڑا عالم ہوں؟ کیا میں انفرادی کے جبر و جبر کے بڑا اور جبر رکھتا ہوں، میرے راستے میں دولت و ثروت لوگوں کے کھڑے ہیں۔ یہ چنانچہ ہوتے کرتے زندگی گزار رہے گی۔ خیال کی کوئی ایک سمت متعین نہیں تھی۔ جب اعلیٰ مانے پہلے سے سوا آزادانہ شروع کیا تو ماحوش کے نالے کیوں برپا ہو گئے ہیں۔ یہ طرح طرح اپنے خیالوں کی سلا جاتی۔ ذہن میں آنے والی ہر چیز میں اس کی نگاہ و التفات کس کی طرف مرکوز ہے؟ یہ احساس کیا ہے؟ جاں بوش ہے کہ اس نے اپنے قہقہوں میں داخل ہونے کی جرات درگزر کر دی اور جبر طلب کیا اور اس نے میرا کیا کیا۔ اس کے شخص کیوں پر ملا؟ تو کیا اس نے اس کے پاس اسرار ملو میں مجھے طرح طرح سرفرازی۔ یہ سب مراب نہیں ہے مگر مجھ اور کیا ہے؟ کیا نہیں ہے، کیا ہے؟ وہاں جبر یوسف، اعلیٰ کے ہر شخص ہوش میں تھا۔ ہاتھیں کھڑے یہاں بیٹھا بیٹھا کیا داغ سودیاں کرتا ہے اور مشہور شیطانی بھی یہاں اس پر ملے۔ جابرنگ کا رخ کر اس پر بڑھے کی آغوش میں ڈوب جہاں گدازی کی گداز ہے۔ کسی بھی غلام میں نہ ہو جائے۔ کہاں کہاں بھر جائے اختر۔ اپنے گالوں پر طمانے لگاؤ اور بدل شخص تیرے ہاتھ پر لگا کھوٹنے

سے جھپٹے ہیں۔ ابھی اس موت و ذلت کا یہ فاصلہ ختم کرنے سے نہیں ہوا اس بار مارا کا کھوپڑی کو اپنے ہی سیل شروع سے نکلنے سے نہیں میں یہ مقدس فریضہ انجام نہیں دے سکا۔ کچھ میرے بال پر اسرار دیوی بکھری تھی۔ میں نے موزوں کیا اور درخت کے تنے سے اس منہ پر کے لیٹ گیا۔ درخت کی جڑ میں قہقہے جیسے میری ہیکلوں پر چڑھ گیا۔ لیکن وہ کات نہیں کے ان کے کٹنے کا پھر پراثر نہیں ہو سکا۔ مگر چونے میرا مرتبہ جانتے تھے۔ دیوی کی طرف سے کوئی پیش قدمی نہیں میں نے ایک بار منہ اٹھا کر پشیمانی کی جانب دیکھا۔ دیوی کی چھلک کا میری ہی جانب منڈل تھیں۔ وہ یقیناً میرے جیل سے ہوتے ہیں۔ ہم ہم آہی ہوئی۔ اسے سرنگے بھیجا ہوگا۔ میں آٹھ کے پیچھے گیا اور نگاہیں جو جھپٹنے میں نے پوچھا۔ کوئی کیا تازہ نا؟

اس کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے اور اس نے غصہ میں اپنا ہاتھ اٹھا کر کچھ اس طرح کا اشارہ کیا جیسے ٹھیرنے اور غم کی مشورہ دے رہی ہو۔

”کیا میرا وقت ابھی نہیں آیا؟“ میں نے طنز سے کہا۔ اس نے کسی قدر شوخی سے میری طرف ایک بچوں اچھا جی ہاں کہ اُسے اپنے بیروں سے سسل دون ٹیکن میں اس کے ان کے ذکر سکامیں نے بدل سے پھول اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور اس سالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ سرنگا کی دیوی چند ثانیوں تک میرے ڈ کا جائزہ لیتی تھی پھر اس نے اپنی انگلیاں مختلف شکلوں میں گھما کر جانب خاک چھینک دی۔ یہ خاک جب میرے جسم سے چھوٹی تو چھوٹے چھوٹی لاش پر بدنہ تائیے تھے، بے دم ہو کر زمین پر گرنے لگے۔ کچھ لمبے وزنی کا احساس ہوا۔ سرنگا کی دیوی کے چہرے پر یہ تمام اس رعنائی تھی۔ جیسے وہ ان تمام اسرار سے بے نیاز ہو اس کی بے نیاز کے جھجھرت ہوئی۔ اس نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں ایک کے جب میں نے اُس کا بازو پرکھا اپنی رد و واغور سے سنا ہی جا ہی سے لگے ملک کے اٹھک ہلنے چاہے تو وہ فضاؤں میں گم ہوئی۔ تنہا رہ گیا۔

سرنگا کی دیوی اس سبب غلام میں ہمیشہ میرے لیے روشنی بن کے نور اور سوتلی تھی۔ اس کے آنے سے قلب و ذہن میں ایک نر سرایت کرنے لگی۔ میں نے اپنے ذہن کو سلا سلا کر اور نہیں توڑنے خیال سے اتفاق کرنا چاہیے۔ نجات مانگنے ہے جو کچھ کوشش کیوں نہ کی جائے۔ سرنگا کی دیوی کے چہرے پر یقین کی ایک کیا طلسم کا یہ کارخانہ تو زندگی کے سب سے اور ایک ملک کا نام۔ انگڑا کے باغیوں نے کہا تھا کہ انھوں نے ایک زمانہ اس کی طلب دیا اور ان کا نام ہو کے یہ سارا نظام آہاہ دربار کرنے کے لیے آگئے۔

میں نے خود کو تلقین کی لیکن انعام و تقصیر کی صورت اسی وقت تھی جب سرنگا کی دیوی نے اس دیرانے میں اپنی بکھری تھی

میں نے اس کی ایسا اثر اس کی پھینکی ہوئی خاک میں کچھ ایسا جادو اور اس چاہا ہے۔ ہرے پھول میں کوئی ایسا ساحر نہ کر تھا کہ میرے تن و مزہ میں ہاں ہی ہو گئی۔ میں نے اپنا رخ سرنگا کے خاک کی طرف کرنا چاہا لیکن میرے دم و خور و توری کی آبادی کی طرف پھرنے کے لیے اسے اُس کے بعد میں نے صرف چند لمحے توری میں سکون سے گزرا ہے۔

جب میں توری کی تہی میں داخل ہوا تو سورج چڑھا یا تھا اور عکس روشنی میں نہانے ہوئے تھے۔ ایک شکست خوردہ شخص اس شخص کی طرح جن نے اپنی شکست دل سے قبول کر لی ہو، اپنا راستہ آہستہ آہستہ سڑک کر راقا۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں دوبارہ توری کی تہی کی طرف واپس ہو جاؤں۔ جو عین خود کو شکست دنا اور ذہن میں ناکام ہو چکا تھا میں ایک سوکھا غمناک اور نرم و رخص کی حیثیت سے توری کی گلیوں سے گزرا۔ کچھ دیر کی یہی کے لوگوں نے شور مچا یا شروع کر دیا۔ میری آنکھ کے سلسلے میں ایک طوفان جن مانا جا رہا تھا۔ میں ابھی ان کا کہاں تھا؟ اُسے ہی قابو لے کر تھوکر مارنے لگے۔ میں ہنس کر ہر گناہ ان کی بڑائی اور گرم جوشی پر میرے اوپر لی کوئی تیری اور پھرتی نہیں تھی۔ میں نے بہت کم لوگوں پر نظر ڈالا۔ غیف اور نام سمان کے سامنے سے گزرتا گیا۔ اور وہ مردان کی گم میں زمین پر لوٹنے لگے۔ راستے میں افراد اور زار سے بھی میرے عقب میں چلنے لگے۔ میں نے ان سے کوئی باز پرس نہیں کی، میرے پیچھے توری کے لوگوں کا ڈنکا اور سیلاب تھا۔ میں نے عمل میں داخل ہوا تو یہ سیلاب و دیم گ لیا اور افراد اور زار سے بھی گئے۔ میری طرف سے کوئی حکم نہ سن کے وہ باہر کی گئے۔

اندر ریتا، فردوز، مذہب دنیا کی دوسری لوگ اہل اور سبب نا اور زار میں اپنے سامنے ہو گئے۔ پھر دیکھ کر میری طرف پھینکے۔ سرستائے میرا دایاں بازو اٹھا اور فردوز جھپٹے ہوئے میرے بائیں طرف ہوئی۔ ”میں کہاں سے جا رہا ہوں؟“ میں نے پوچھا۔ وہ نے اشارہ کیا۔ ”میں نے تمہیں بتا دیا۔“ میں نے پوچھا۔ وہ نے اشارہ کیا۔ ”میں نے تمہیں بتا دیا۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، البتہ میرے لبوں پر ایک خفیف سی سلاخ تھی۔ سرستائے میرے جواب کی کھنکھرتی۔ وہ میرا بازو جھپٹتے ہوئے ابھڑنے لگا۔ میں نے اس کی طرف سے پوچھا۔ ”میں نے تمہیں بتا دیا۔“ میں نے پوچھا۔ وہ نے اشارہ کیا۔ ”میں نے تمہیں بتا دیا۔“

فردوز میں میرے سامنے آئی۔ تیرے لیے یہ نرم خور تہی تم میں پہلے تو نہیں فردوز کو کو کلام دیکھ کے مجھے حیرت ہوئی۔ بے اختیار مجھے ہنسی آئی۔ یہاں لڑائی کی ہلکا باجھ ہے اس لیے میں اس جانب ہر ہی تھی میں نے

اس سے پوچھنا چاہا۔ کیا تم میرے پاس میں اپنی ہلکا ہلکا ہے؟ لوگوں نے تھوڑے کچھ نہیں پوچھا۔ اس کے غمناک غمناک سے نظر ہلکا کے میں نے کہا۔

”شاید میں تھکا ہوا ہوں۔“

”میں تھکا ہوا ہوں؟“ اس نے استیفاء سے کہا۔

”ہم تھکا ہوا ہوا کرتے تھے؟“ جو ایسا اور اشارے کی تکلف کے بغیر کیا۔

”کیا تمہیں کسی مشرب کی ضرورت ہے؟“ قص کا ہتھکا ہوا ہے؟

”میں نے پوچھا میں نے سب کے جواب میں ہاتھ اٹھا دیا۔“

”میں تنہا جا رہا ہوں۔“ میں نے ان سے کہا۔

”کوئی تھی؟“ انا ڈپٹی سے بیک؟“ سرستائے زندہ لیے میں بولی۔

”میں تمہیں کسی طرح کی ضرورت ہے؟“ جو ایسا اور اشارے کے بغیر کیا۔

”میں نہیں میں نے ان کا کہا۔ میں میں موجود ہوں۔“

”میں نے پوچھا میں نے سب کے جواب میں ہاتھ اٹھا دیا۔“

”میں تنہا جا رہا ہوں۔“ میں نے ان سے کہا۔

”کوئی تھی؟“ انا ڈپٹی سے بیک؟“ سرستائے زندہ لیے میں بولی۔

”میں تمہیں کسی طرح کی ضرورت ہے؟“ جو ایسا اور اشارے کے بغیر کیا۔

”میں نہیں میں نے ان کا کہا۔ میں میں موجود ہوں۔“

”میں نے پوچھا میں نے سب کے جواب میں ہاتھ اٹھا دیا۔“

”میں تنہا جا رہا ہوں۔“ میں نے ان سے کہا۔

تو تیری جو تریب و خلق کا منبع تھیں اور ابھی میرے سامنے سے
 ہر کے گزرتے تھیں میں بڑی کشتی سے لگاتار اپنے آپ میں گرا رہا تھا۔
 ہر گزرتے ہی چوکی ہی پر ہندو بائیسے انک کا سلسلہ دلت و تومباہیں
 نے اپنے سر میں سلاخی ہی محسوس کی۔ ہڑڑا کے دیکھا تو سر تیار سے بالوں
 میں انگلیاں پھیرتی تھی۔
 "ہم؟ ہمیں نے چنے چنے کر کے کہا۔
 "ہاں میں ناشا پھیں میری ضرورت ہے" اس نے سر سے کہا۔
 "ہاں؟ میں نے یہ خیال ہی کیا تھا کہ تم کو بھی نہیں ہو؟ آؤ یہاں
 بیٹھ جاؤ یہاں اس طرف؟ میں نے اپنے ہونٹوں کی طرف اشارہ کیا۔
 وہ چپ چاپ میرے قریب بیٹھ کر اور میری آنکھوں میں جاننے
 لگی۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے سیدی؟ آؤ دل گرفتہ انداز میں بولی۔
 میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس کی آنکھوں میں
 آنسو تھے۔
 چند لمحوں میں مجھے اپنے سینے پر گرم نظروں کا احساس ہوا۔
 میں نے ہلو بیل کے اس کا چہرہ اٹھایا۔ اس کا چہرہ آنسوؤں
 سے تر تھا۔ "تم رو رہی ہو سرتیا؟ تم کسی لیے رو رہی ہو؟"
 اسے اپنے آپ پر قابو نہ رہا، اس کی آنکھوں سے نازا قطار
 آنسوؤں کا بارش ہونے لگی۔ تم کو کھانسی یا بہت لڑائی۔ رو رہی ہو۔
 میں نے کمزور رو رہی ہو؟ میں پوچھا۔ یہ ہلکا سا پٹ اور بچے کے کسی
 نظم کے بغیر نہ دیتی رہی۔
 پھر میں نے اس کا چہرہ قریب کیا۔ آنسوؤں سے اس کے رخسار پر
 تھے میں نے ان نظروں سے اپنی تشنہ زبان کو گرتی شروع کر دی۔ میں نے
 اس کے تمام آنسو لیے۔ مجھ کو "میں نے یہ شکل تمام کہا، میں اب اس
 نہیں ہوں گا زندگی میں یہاں میں جس کو کسی کی گورہاں کی کسی اور کسی
 آرزو کی ضرورت کیسا ہے؟ میں پوچھا۔ وہ بھی کچھ کم نہیں ہے؟"
 "یہ سب کچھ ختم ہو گا؟ وہ بچوں کیسے ہو لیں۔
 وہ کہہ جانے؟ میں نے اس کی طرف سے کہا، "میں نے سنا ہے؟"
 "کیا سب کچھ اس طرح قائم رہے گا؟"
 "بظاہر ممکن ہے کوئی تبدیلی آجائے۔ کوئی معجزہ رونما ہو جائے۔
 ہو سکتا ہے، تم بھی پناہ مانگو اپنے چہرے دیکھو۔ تم کو کتنا ہنسنا بیہودہ
 ہی معلوم انداز ہے؟"
 "یہ کیا بات؟ میں نے بڑبڑا دیا۔ اسے اب مہمانا چاہیے؟"
 "وہ؟ میں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ تمہاری تھکتی ہوئی کماؤ پر صرف
 تمہارے زندہ ہے۔ اس کا یقین اسے زندہ رکھے ہوئے ہے؟"
 "مہمانانہ وہ کہن صاحب مدین تھا جب ہم نے افریقہ کے اس
 علاقے کا رخ کیا تھا۔ یہ میرے باپ کے مانعہ کا فتور تھا۔ وہ اس بات پر
 غور تھا کہ ایک نادیدہ دنیا میں ہمارا ہے۔ سرتیا رقت انگریزوں کی
 خاموشی ہو جاؤ۔ ایسی باتیں تمہارے منہ پر کتنی نہیں ہیں۔ تمہارا دل

تمہاری محنت اور سہمیگی میں ہے۔ وہ وقت جو تمہارے ہر انداز میں ہے فرض
 کر دیا۔ کوئی ایسی مصیبت تم پر نہ پڑے دنیا میں آج بھی؟ تم مہندز ہو جاؤ؟
 "کاش اس کے بدلے ایسا ہو جاتا۔"
 "تم ایسی باتیں کر دیتی ہو میرے آنسو میں نکل آتیں گے اور میں یہاں
 نہ جاسکتے۔ سرتیا رقت آنکھوں میں دھکے دے رہی تھی۔
 "تم بھی روؤ۔ خوب روؤ۔ میں تمہارے سامنے آنسو ہی ماناؤں گا۔
 شدت جذبات سے اس کا گلزار بھیگ گیا۔ سیدی؟ آؤہ سرگرمی میں بولی کیا
 تمہیں یقین ہے کہ اب نجات ممکن نہیں ہے؟"
 میں نے جواب دینے کے بجائے اپنی انگلیوں سے چوکی کے گرد
 بنایا اور اس کیسے کہہ دیا۔ میں سرتیا، یہ میرا یقین ہے۔
 "ہم کبھی واپس نہیں جائیں گے؟ اس نے تصدیق چاہی۔
 "یہاں تمہارا زندہ رہنا اور اپنی موت کے ساتھ زندہ رہنا سب سے
 ہے۔ بلاشبہ میں تمہارے باپ کی فضیلت کو براہِ عمل سب سے بڑا اور وہ عظیم
 دلی ہو تمہاری جگہاں ہے۔ تم نے غور کا شرف دیکھا یا؟ بناؤ تمہارے دل
 ہو کر آج آئی؟
 "میں اس زندگی سے موت اچھی ہے۔ یہ سرتیا نے غور
 یہ رنگے ہوئے چہرے کیا ہیں؟ میں نے سرتیا سے کہا۔
 "کیا مطلب؟" میں نے اس کے لبوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔
 "یہ کیوں ایک دن مہمانانہ ہو کر ابھی سے کیوں اپنی موت کا
 جشن منایا جاتا ہے؟ تم موت کو تمہیں روک سکتے؟
 "یہ تمہاری طرح تک کہ کلام بنائیں گے اور تم صدیوں تک اسی
 نظماں میں ان کی آواز ہو کر؟"
 "یہ سب کیا ہے سیدی؟ وہ دشت میں بولی۔
 "یہ نہ ماننے کیسا ہے؟ ہم کہاں ہیں؟ کون سے زمانے میں ہیں؟
 ہم ابھی میں سفر کر رہے ہیں یا مستقبل کی کوئی زندگی ہے؟ کچھ پتہ نہیں ہے۔
 ابھی تک ایک جاہل شخص ہوں۔ جو باتیں میں نے مانی ہیں، انھوں نے
 میرا ذہن اور دل لٹھا دیا ہے۔ میں تمہارے سامنے کوئی تشریح نہیں کر سکتا تھا
 تمہارا احترام باپ نے نہ مانا ہے۔ ممکن ہے وہ کسی دن کوئی شہرہ منان
 کیونکہ اس کے پاس ایک عجیبی طاقوت والی عورت ہے؟
 "وہ دلی ہے؟ سرتیا احترام سے بولی۔
 "دلی؟" میں نے اشارت میں سر ہلایا۔
 "سیدی؟ جاؤ ایک بات کہوں؟ سرتیا نے اپنا چہرہ میرے آنسوؤں
 سے آزاد کرتے ہوئے پوچھا۔
 "کہو؟ میں نے سارے سے کہا۔
 "اگر مجھے تم سے کچھ کہنے کا اقتدار ہے تو مجھے کہنا چاہیے؟
 "تمہیں پرانا پتہ ہے؟ میں نے گرم خوشی سے کہا۔
 "تم نے یہ خیال نہ اظہار کیا تو وہ مجھے ہونے لگی۔ میں نے اس کی طرف
 یہ خوں ریزی اور خون لکڑیوں کے سینوں پر بے دریغ پھر گھونپ دینا

جلا کے ان کی لاش سرگرمی نہایت خوں پینا، یہ درد منگی، اس کا تھکے چہرے
 ہم اس وحشی سے محاطت نہیں کھیتی؟
 "یہ عبادت ہے، یہاں یہ کیا جاتا ہے، ہمارا کا کا مقدس روح
 غریب قباہوں سے خوش ہوتی ہے۔ ہر انھیں یہاں رہتا ہے تو یہاں کے طور
 و طریقے سے منکر کیے ہوئے میری فتح یہی ہے کہ میں نے ہر مسئلے میں
 پیش قدمی کی ہے۔
 "پھر کبھی تمہارا دل کا رویہ مزبور پر قرار رکھ سکتے ہو؟
 "تمہارا مطلب ہے، تمہارا قصہ سرتیا نے سنا ہے؟ میں نے خوشی
 سے کہا وہ میری بات سمجھتی اور شرمناک بنی ہوئے شرم کا شرف دیکھ کر کوجی
 ہاتھ ہے۔
 اس کی نظروں میں نہیں اور اس کے منہ پر غامضی کا پہاڑ لگا۔
 "کیا صوبہ رہی ہے؟ میں نے اس کے کان پر کھینچتے ہوئے کہا۔
 "کچھ نہیں؟ وہ ایک دھوکہ بازی ہو گئی۔ مجھے خوشی ہے کہ تمہاری ماں
 دھوکہ بازی کیا میں تمہارے کوئی نیرنگیوں میں پھنس گیا ہے؟ اس نے شکل
 سے یہ الفاظ دیکھے۔ میں اس جاشی کی نظر سے دھڑکا۔
 "تمہیں تم مجھے باتیں کر رہی ہو؟ میں نے اس کی زلفیں کھینچیں۔
 "سیدی؟" وہ پوچھا۔ میں نے بولی کہ تم ایک بہت بڑے جادوگر
 ہو گئے ہو۔ میں سمجھتی ہوں، تم نے یہاں کے حیرت انگیز مظاہر سے متاثر ہو کر
 نجات کی کوششیں ترک کر دی ہیں۔ اگر وہ جادو اس سے جوت میں رہو۔۔۔
 میں نے اس کی بات کا ردی؟ تم نے نہ لگا کے لیے میں بات کر رہی ہوں۔
 "ہاں۔ ہم سب مذہب دنیا کے لوگوں کا ایک ہی گروہ ہے۔ ہم سب کا
 ایک ہی مقصد ہے، جو ایسے جری ہوا صومہ شخص کا یہ مقصد نہیں ہے۔ نہ ماننے
 تم خیال میں ہو؟"
 سرتیا نے ایک ساتھ اتنی باتیں مجھے آج تک نہیں کی تھیں۔ آج
 اس کے بیان میں بڑی عجیبی قسم کی "ہاں" میں نے فیہی فیہی انداز میں کہاں
 ان لوگوں کی خاطر سب سے گزری ضرورتوں کا مجھے سرتیا کی ہر بات یاد ہے۔
 مٹا سے جلد لوگوں کا لیکن جب تمہیں دنیا میں ہلکا جادو کی آواز
 سے بہت دور ہو جاؤ گی تم ہندوستان میں ہلکا جادو کی۔
 "تم کوئی سادہ رہنا چاہتے ہو؟ وہ سسکا کے بولی۔
 "تم باہفت کھوری ہو؟ اس کی خوب صورت لڑکی کو دیکھنا باتیں ضرورتاً
 پانچ گیارہ نہیں تھکے ہوئے ہیں۔
 "مجھے یہ جواب نہیں آتا۔ وہ شرم کے بولی۔
 "میں تمہیں معاف کر رہی ہوں؟ میں نے سرتیا سے پوچھا۔
 اس نے میرے کچھ ہنسی انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔
 "تم کو کدو کی گنتی ہو۔ ہاں، پہلی بولی دلی کی طرح جب وہ بیکل میں
 تھا تو اس نے مجھے سادہ زندہ کر دیا تھا اور وہاں تم نے میرا فرار دودھ کر دیا
 تھا۔ لڑکا لڑکا ہوا دودھوں کا غذا خانہ ہے۔ اور سب سے بڑی جادوگر تم ہو۔
 "اگرچہ میں نہ دوسرے کے بولی۔ ہمارے ساتھ مذاق میں کھاؤ۔ کتنا تھکا

ہو گیا تھا؟ ساتھ سکون سے کچھ کھاتے ہوئے؟
 "میں انکار نہیں کر سکتا۔ وہ میری انگلی پر کھانے لگا۔ اپنے کو رخا میں
 نے گئی۔ کینیز اسے دیکھتے ہی احترام سے کھڑی ہو گئی۔ سرتیا نے اشارہ
 کیا اور پتہ نہیں میں نواز واقام کے محل میں مشروبات، گوشت کے پارے
 سجادے لگے۔ جولاہا دارشا اور فرزند کو بھی بلایا گیا۔ جولاہا مارشا پلے سے
 چھٹی ہوئی تھیں۔ جب یہ سب کچھ ہو گیا تو دوسرا نام ان لوگوں کا تہذیب
 شروع ہو کر میری انگلیوں میں کھل ہو گئی۔ میں ان گلزار محل میں خون
 کی مقدار ڈال رہا تھا۔ خون کے پورے پورے تھکے سامنے کھڑے ہوئے۔
 جس کے منہ پر ارباب نے یہاں چھلک جانے لیکن میں منہ پر دھکے سے
 لطف لیتا رہا۔ جولاہا دارشا نے سرتیا اور فرزند کو مراکت دیکھے دیکر فرزند
 پیش قدمی کی۔ وہ میرے کانوں سے گل کے پتوں کی طرح دھانے کی بک
 یہ دھکے ہاتھ مارا۔ ناؤ کوئی کچھ؟ میں نے میری آنکھوں میں ہمارا ہاتھ
 لگا دیکھا۔ دھکے میں میری تھیں اور سادہ نام ان لوگوں کے پرے کے بعد دیکھنے
 ہمارے سامنے قفس کر رہے تھے۔ اچھا مجھے ایک خیال آیا اور میں نے دارشا
 سے پوچھا۔ دارشا وہ میری زبون شرم ہو گئی۔ میں نے نظریں کیا؟
 "خراؤ۔ وہ پاگل آدمی۔ وہ تو بالکل بلبل گیا ہے۔ تمہارے جانے کے
 بعد اصرار ہو کر ہوتا ہوا نظر آیا۔ پھر اس نے بس کی طرف گاہے گاہے اشارہ
 کر دیا۔
 "اب وہ کہاں ہے؟ میں نے سرتیا سے پوچھا۔
 "مجھے کہتے ہیں کہ وہ درسی کے چہرے سے دور سارے سے ملحق
 جنگل میں کبھی بھی نظر آتا ہے۔ دارشا نے جواب دیا۔
 میں نے ہی وقت قفس بند کرنے کا حکم دیا۔ تم اس کے بائیں
 میں اور کیا مانتی ہو؟
 "وہ کچھ نہیں جانتی، دارشا خوف زدہ ہے میں بولی۔
 شراؤ کے دوسرے مجھے پوچھا۔ کیفیت طاری ہو گئی۔ میں نے فوراً
 فرار اور زارے کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔
 "وہ مجھ کو انھوں سے پوچھا ہے۔ جب سے تم نے عینا کو اس
 سے جدا کیا ہے۔ سرتیا نے بے باکی سے کہا۔
 "میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔
 "اب اس میں کتنے ہی چیزیں کیا ہو گئی ہے؟ دارشا نے کہا۔
 "کیوں؟"
 وہ مجھے اس کا حلیہ تفصیل سے بتانے لگیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ
 ان لوگوں کے تمام مسئلوں پر باقاعدہ گفتگو کی ہے اور وہ مذہب دنیا میں
 واپسی کے متعلق ہی سختی رہی ہیں۔ تھوڑی دیر میں فرار اور زارے
 موقوف انداز میں اس شہنشاہ میں حاضر ہو گئے۔ دیکھئے گھور نظر
 آتے ہیں۔ جو بیان نے سرگرمی کی۔
 میں نے اسے تیز نظر سے دیکھا۔ وہ کھانے پر ہم گئی۔ فرار
 اور زارے نے مجھے شراؤ کے متعلق تفصیل سے بتایا کہ وہ کسی ماہ سے

توری کے سامنے جنگل میں ریاضت کرتا رہتا ہے اور اب اس کے گھر میں جا رہا ہے ایک کھوپڑی بھی رہتی ہے۔
 ”مارا کا کاکا کھوپڑی؟ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟“
 اس کے ساتھ ہی مسکندہ ذہن میں ایک بھونچال سا کیا۔
 ”کچھ ایسے ہی جیٹی پر بھی کر میں گنگا نشاٹ کی اس نرم سے فزائیا گیا۔
 مرتبہ نے مجھے روکنے کی کوشش کی مگر تیری جابر اقم نے اقتدار کا وہ کیا ہے؟“
 ”ہاں“ میں نے سنی اس ٹی کرتے ہوئے کہا ”میں صرف اسے دکھانا چاہتا ہوں کہ اس نے اس عرصے میں کیا کام حاصل کیا ہے۔
 وہ امریکی فوجوں شروع سے پڑا پڑا ہوا تھا۔
 ”وہ ہماری دنیا کا ایک آدمی ہے۔“ مرتبہ نے کہا ”گروہ تم سے کسی طرح برتر نہیں ہو سکتا۔“

رات ہو چکی تھی۔ توری میں رات کے تمام رنگے عروج پر تھے۔ گلیوں میں اب پہلے جیسا شور نہیں تھا۔ اس لیے کہ محلات تعمیر ہو چکے تھے اور توری کے لوگ ایک شاہہ مکروں میں اکٹھے ہو کر رات نہاتے تھے۔ دن تباہ تھے۔ میں رات گئے توری کے ساحل پر پہنچ گیا اور میں نے سمورال کی دی ہوئی مالے شراؤ کی سمت معلوم کی۔ ملا کے لانے روشن ہو گئے۔ توری کا ساحل میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ میں اندھیرے اور خشکی کی پردا کے بغیر تیرہ قدموں سے آگے نہ بڑھا رہا۔ رات گئے تک میں نے یہ فاصلہ کاٹ لیا۔ شراؤ کا کہیں پہنچ نہیں تھا۔ میں نے جنگل میں ہلک لگائی۔ ”شراؤ بہت ڈنیا کے نوجوان، توری کا سرکار جابر بن یوسف آیا ہے۔“

کوئی آواز، چہار نہیں ہوئی۔ یا تو وہ بہم گیا تھا یا کسی غار میں مقیم تھا۔ میں نے اپنا پانی اور ذرا نم پتھر چھوڑ دیا۔ جلد ہی وہ مجھے ایک چھوٹے سے غار میں لے گیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو غار میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں اندھیرے میں غار کا رخ کیا۔ اندر جا کے میں نے ایک عجیب و غریب کھانسی شراؤ کی آکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتے آگ کے گرد سائے جھلکے تھا اس کی پتلیاں آگ کے سامنے ہلک ٹھیری ہوئی تھیں۔ میرا سینہ بھی جھلکے گا۔ ایک زبردست شفت کاظم تھا کہ شراؤ ریاضت کے ابتدائی مراحل سے گزر چکا تھا اور اس نے اپنا شش طبع بنانے کی قدرت حاصل کر لی تھی۔ اس کا سرخ چہرہ زرد چمکا تھا اور اس وقت آگ کی پٹوں سے روشن تھا۔ میں نے جھنجھکی سے اسے دیکھا اور میرے ذہن میں نفرت اور ہمدردی کے کئی جذبوں نے بیک وقت بیٹھا۔ میں نے اپنا ہاتھ اٹھا اور وہ آگ ایک ٹھنڈے میں کچھ گئی۔ آگ بھی تو شراؤ کا استغراق ہی ٹوٹ گیا۔ اس کی پتلیوں میں جھلک ساید ہوا اور اس نے خوف زدہ نظروں سے دوڑ کے دیکھا۔ میں اپنے تمام ہاتھ و قدم کے ساتھ کھڑا تھا۔

اُسے شاید سکتے ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر کرب و حسرت اور وہ تیری سے میرا سینہ دیکھنے لگا۔ وہ کچھ فیصد سے جا بجا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ غاصی درجہ کو اس بائیں رات اور میں اس کش مکش سے لطف نصیب رہا۔ ابھی تک اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ چہرے پر ہوا صورت کا خیال آیا۔ اس نے لکھن کے عالم میں اپنے ہاتھ پھیلانے کی ”سیدی جابر جزیرہ توری کے معزز سردار اقم واپس آگئے ہوا وہ حیات سے ہوا۔“

”میرے توری کی جہیں“ پندو جزیروں کا سرکار جابر بن یوسف تھیں اسے موجود ہے۔“
 ”پندو جزیرے؟ وہ جھجک کے ہوا۔ میں اس آہنگ میں تھا وہ تھیں خوش آمدید کیے غور و حاضر تھا۔ اس نے خوش خلقی سے کہا۔
 ”تم مجھے ہو گے کہ میں واپس نہیں آؤں گا۔ اسی لیے تم نے ریاضت شروع کر دی یہی بات ہے؟“
 ”نہیں تم غلط سمجھ رہے ہو۔ بلاشبہ میں نے یہ ریاضت اس جزیرے میں سریندی اور عزت حاصل کرنے کے لیے کی تھی اور تمہاری مثال میرے سامنے تھی۔ میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔ میری تم سے خوشی تھی اور میں تمہیں اپنا ہم سر سمجھتا تھا۔ میرے رہنے سے تمہیں کچھ پہنچا تو میں نے اس کی تلافی کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن تم نے مجھے قریب آنے کا موقع نہیں دیا۔ پھر میں یہاں چلا۔ اور میں نے یہاں بڑا سکون حاصل کیا ہے۔ میں مختلف غاروں میں پناہ لیتا رہا اور ایک بوٹھے زائید نے مجھ پر ہرمان ہو کر مجھے سارا دن سکھاتے۔ اسی نے میری ریاضت کے غلوں سے متاثر ہو کر جاگنا کی کھوپڑی بطور عطیہ دی۔“

”اس کے بعد میں اس سے جدا ہو گیا اور میں نے اپنے لیے ایک غار کا انتخاب کیا۔“
 اب بھی اس کے لیے وہ دور لوری تھی جو میرے اندر پیشہ پیدا کرتی تھی۔ محاسن بامیری نفرت کا وہ عالم نہیں تھا۔ میں نے اس کی وادہ نہیں اور تو مجھے سنی اور جیسے جیسے میں مستی کیا، مجھے اس سے ہمدردی ہوئی تھی۔ ”کیا تم قدیم اقبالا سے جبرائے؟“
 ”نہیں۔ آجہ“ اس نے حسرت بھرے لیے میں کہا ”مجھے پندو دوبارہ حاصل نہیں ہوا لیکن سیدی ایچ تو یہ ہے کہ جسے میں نے اُسے دیکھا ہے، میرا سکون غارت ہو گیا ہے۔ اس نے کوئی ایسی چنگاری میرے جسم میں ڈال دی کہ جسم ہمیشہ جھلکتا رہتا ہے۔ وہاں سے کہہ رہا تھا میری سیدی اودہ اس قدر تیرے ہے کہ کوئی داغ اس کے حسن کے کمال کا تقویر نہیں کر سکتا۔ میں تم سے کچھ لگا کر اس ریاضت میں ایک پہلو یہی تھا کہ وہ کسی میری برتری سے متاثر ہو کر مجھے اپنے تھمنے طلب کرے۔ میں اسی دن کے لیے زندہ ہوں۔“

میں غصے سے اس کا اشتیاق مسترد ہوا اور مجھے اس پر ترس آنے لگا۔ ”شراؤ!“ میں نے نرمی سے کہا۔ ”آؤ مکمل ہوا میں چلیں۔ وہ فوراً میرے ساتھ چلا آیا۔ ”شراؤ؟“ میں نے ابتدا کی۔ ”کیا تم نے دل پر اس کا نقش بہت کر لیا ہے؟“
 ”میں بتا نہیں سکتا سیدی اودہ وہ بات میں بولا۔
 ”آجہ!“ میں نے گہری سانس لی ”مجھے تم سے ہمدردی ہوتی ہے تم نے جو کہا وہ سچ ہے اور تم نے جو کیا وہ صحیح ہے لیکن تمہارے گھر میں جا رہا کاکا کی صرف ایک کھوپڑی ہے میری گردن دیکھ رہے ہو کہ زور اور حکایت سے مجھے جہنم ہوتی ہے۔ یہ سب اس بات کی ضمانت ہے کہ میں نے اپنے تمام دن ریاضت اور شقت میں گزارنے ہیں۔“

”ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ تو کیا تم بھی... وہ کہتے کہتے کہ گیا۔“
 ”نہیں۔ میں جس تیرے پہنچا ہوں وہ تمہارے سامنے ہے میں ابھی تک اس سرزمین پر ہوں۔ توری کا سرکار۔ اس کے سوا کیا ہے۔ کیا تمہیں اپنا مستقبل میرے سینے پر نظر نہیں آتا؟“
 ”وہ میرا چہرہ دیکھنے لگا۔“ ”تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“
 ”میں تمہیں جزیرے میں واپس لے جانا چاہتا ہوں اور تمہارے ساتھ غلام ہو رہے ہیں، ان کا نام لگ کرنا چاہتا ہوں۔ بے شک جب میں نے تمہارے ہائے میں سنا تھا تو میں کو کوئی ایک کش مکش میں تھا لیکن یہاں آگے اور تمہاری باتیں سن کر میرا خیال چھٹ چکا ہے۔ تم میرے ساتھ چل سکتے ہو۔ میں نے اس کے کاٹھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔
 ”مست سے اس کا چہرہ دھل گیا۔ سیدی اودہ میں کیا سنا ہوں؟“
 ”میں تو وہ اچانک اس کا ہوا۔“ میں تو کچھ اور فیصلہ کر چکا ہوں۔“
 ”سب ایک مراد ہے۔“ میں نے کہا اور سرنگا کا چہرہ میرے سامنے آگیا۔ مجھے اپنے لیے پھر غور و غیب ہونے لگا۔

وہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ یہ سب کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اقبالا کیوں ہے؟ کیا میں نے اسے دیکھا ہے؟ میں اس کے گرد قریب ہوں؟ میں کہاں کہاں گیا اور میں نے کیا کیا کیا؟ مجھ پر دنیا میں واپسی ممکن ہے؟ اتنے بہت سے سوالوں کا جواب میں توری کی کھلی غفلتوں میں نہیں دے سکتا تھا۔ اتنے بہت سارے جواب مجھے خود نہیں معلوم تھے۔ میں نے اُسے اپنے ساتھ لے چلنے پر اصرار کیا۔ وہ جھجکا اور جیسے وہ مجھ پر اعتماد کرنے کی ضمانت چاہتا ہو۔ لیکن میرا اصرار بجا ہے۔ خود ایک ضمانت تھا۔ جب میں اسے اپنے ساتھ توری کی سستی میں واپس لا رہا تھا تو سوچ رہا تھا، میں نے اچھا کیا یا برا؟ میں نے ایک باہت محض کا مستقبل تباہ کیا یا اسے راستی پر لایا؟ اس کا جواب میں خود تھا۔ میں نے غصے سے پوچھا کیا میں ایک ملوث شخص ہوں؟ مجھے جو جواب ملا، وہ میرے اطمینان کے لیے بہت

جب میں جی میں پہنچا تو صبح ہو چکی تھی میرے ساتھ شراؤ کو کچھ کے سنی کے لگ بہت متعجب تھے۔ وہی شخص تھا جو توری میں سب کے زلیہ ملعون تھا جس کی گتہ مینا کیلے اس کے ہاتھوں میں لگا رہا تھا اور جی میں اذیت ناک کام اسے سوچے تھے۔ آج وہ میرے ساتھ تھا، میں نے اپنے دل میں لے گیا اور میں نے فزوں اور سرنگا کو ملے کہ کہ قراغ دل سے اسے پیش کر دی کہ وہ کوئی ملائی اپنے نفرت میں کہہ سکتا ہے۔ فزائیں میری لڑائیوں پر کچھ بگاڑ کر مجھے گھوٹا تھا۔ اور میرا تیرے ال احاطہ پر بہت حیران تھی۔

شراؤ کے لیے مل کا ایک کپکپ کو غصے سے کہہ گیا لیکن ان مغز فلیٹ کے بعد توری میں میرے لیے کام ہوا تھا؟ جیسے کہ ملاری محمد دنا اور اقتدار کا نظارہ کر رہا ہیں۔ انے اساتذہ زار اور باقی جزیروں میں کسی کی تحویک اور مقصد سے وقت گزارا تھا۔ تیری مل کا علاقہ تو یہ چکا تھا میں علم سے ان سیاہ فام لوگوں کے چہرے نہیں بدل سکتا تھا۔ میں نے ملن تھا کہ میں روز جب ملانی مقابل کا اعلان کرنا اور دوند کی وصف کے نگار ہو کر اسے اب میں کیا کرتا؟ میں کہتے تھے کہ رشتا اور کتنی با اثر شرب انش سے مل کرنا اور نرم و نازک اور گھٹیل کی صحبت سے کس قدر اپنے شب و روز کا مزید جزیرے کے مرکز میں کام چلا رہا تھا تو کمال میں پڑا اور مزید ماضی میں نہ گھٹکا۔ اتراں کا دل کیا ہوتا؟ گھر میں دن کا نانا اور ایک بے شاو خاطر کہیں سے مزید برتری حاصل کی ہے؟ مجھے بڑی سیر و کس کی کس کی سوا اور کیا تھی؟ ہر ایک با غلوں میں اتنے معلوم صاحب اور

عروج پانے کے بعد باغ و دہلیز زیادہ غلوں کی کثرت کے سوا اور کیا تھا؟ یہ تعداد بھی تو کس سا فرق پر پڑا؟ اس لیے میں شراؤ کو سنی لے آیا تھا۔ ال کا کالی لانا نہیں تھا جس کے ال کے گارے گارے صاف کر دیتے تھے۔ میں ایک طویل مدت تک خاکوش اور تنگدست نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اور یہاں غار میں اس کی قدر رکھنا دینا تھا۔ آگ کے منزل مغز نہیں آتی تھی اور منزل میں قرآن تک پہنچنے کا کوئی مقصد کوئی نتیجہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اقبالا سے کام نہ نانا واپس لے کر کے بعد اس دن اس کے تھوڑے پیش آگے دالے ہل ہلک و اعات کی آفتیش کی غور میں تھی جس کے اندر جیلے دالے جیلے جیلے پھر جیلے تھے اس میں کاہن اعظم کمرال کے پاس بھی نہیں گیا۔ میں نے نہڑ کے غار کا قصد کیا اور جھنگٹو، سراد و طس کی دی بائیں دی۔ یہاں گیارہ دی خفت دی اندھیرے جلا موضوع جیتے جیتے کے ذکر سے اب طبیعت آگاہ گئی تھی جاکو کش کے علاقے سے آیا ہوا یہ شخص خاص جابر بن یوسف خاکوش مینا ہوا جو بائیں جیتیت اس حق نام سے خلقت نہیں جی ہیں یہ یہ معمول غنت اور ریاضت سے مل کر تحصیل کے بارہ منیر کہاں اس کے داغ میں ساتھی ہوں اور اسے بعد میں معلوم ہو کہ اس کی کھلی کو دیکھنے دارو کھنجا برا کیا عذر دیاں ہے اور پھر کھانے کے لیے کہنے وہ محض اپنی خوشنودی سے لے کے لیا ہے۔

سرمال جی سے کہاں عزت مال کی وضاحت کے لیے نہیں آیا توری میں کہہ نہ ہوا۔ بڑائی کے پندو چاند نہر و صبر گزرتے تھے میں نے یہ کیا کہ اپنے زور کو دھنسی سے آگے لے کر ان کی نگہبان کیلے جو اپنا ڈنڈا پیشہ نہر کر لیتا

140

مجھے سر مال کے وہم و غماز یاد تھے جب اس نے میرے بالے میں
پیش گوئی کی تھی کہ ایک دن ایک نابینا بچہ میرے اقبال کا سا مطلع ہوگا۔
یہی جملے اس کی عبارت کا وہ کہن کا علم تھا کہ اس نے اس کے ہونے کو
مجھ کو یاد کیا۔ وہ بے شک تھی جہت بل بل رہے تھے؟ وہ عموماً یاد کرتا تھا۔
نابینا بچہ میرے علم میں آگئے چند روزوں کا سرکار کوئی نہیں ہے کیا ان کی پیش گوئی
قیاں آؤں؟ میری عزت کی کسی مددک نشانہ؟ یہی کرتی تھیں یا گئے کھارو
مجھ نے خدا کے ماحول کا چہرہ تھا ایک تو بیکل دولت و قیامت ماحول کا سا
ہیں کے ملاحے میں پرہیزگار اوستہ آؤتے تھے جس کی منہ پر لکھ سے طوفان
آجائے تھے جہدیں کا فاصلہ مومن ملے کر لڑتا تھا جو بزم نادر اہانت پر
نفسہ برے کی تالیاں لگا کر دیکھ لے لیں میں توڑی آگ تھا جالوش سے بڑھ کر
کس کا سر کیڑا بھیجے گا؟ اس سے زیادہ مرنے کی تمک کون بھیچے گا؟ وہ عموماً
انگڑا کے لیے لڑنے لبا لبا اس کے مڑا جاتے تھے۔ انھیں اس کا کوئی خوف نہیں
تھا یا انھوں میں ماحول میں بیٹے بڑے سا وجود تھے۔

میں نے مرچا تو کسی ایک کو تمام نہیں کیا میرے خیال کی اگر کش مجھے
دیکھا تو کہاں کہاں لگتی تھی گردن میں مجھے اپنے لیے پندار تے دکھائی
لیے چند واضح راستے۔ سب میں انھوں کی سمت جا رہا تھا۔ انھوں سے ایک
بازرگانی دلی نے نہایت دلائی تھی۔ بزرگانی دلی اب بھی بڑھتی اور
بزرگانی اس کے بلاد و ست تھا۔ اب انھوں دالے ہی سمت نکلی کر رہے
لیکن نہ رنگا نہ کچھ میری کہہ رہا ہوگا مجھے ضرور انھوں کی تہذیب میں سے
دیکھا جاوے۔

مذہب و دنیا میں کسی۔ اقبال کا حصول یہ دونوں متضاد باتیں تھیں
اقبال ان کے لیے نہ تھا نہیں لکھا تھا۔ فی الواقع ان میں۔ وہ تو متعدد کششیں
کے باوجود کام پر چلے گئے تھے چھری دہی کی کششیں کیے مارے تھے کہ نہ
کونے سے کھڑکے تابہر تھا۔ اس اندھ سے تو مہلدار بننے سے کچھ مال نہیں
تھا۔ توڑی کے مرے سے پہلے تو ایک غبار سے ڈرے ہو چکا تھا۔ ان میں گوشہ
نشینی کی تمنا کے بغیر نہ رہا تھا وہ غبار و رو بہ تھا۔ ادا لیں ہی میرے
افان میری سرد میری بے ہمتائی کا بل نہیں تھا۔ میں انھوں کے گرد
میں گھول رہا تھا توڑی کے باشندوں کے وطن تھے۔ کیا یہاں ہی میں اپنے خاں
سے پہلے جہان آباد ہو کر اپنی ذات میں عود کرنا؟ کیا میں توڑے اس کی
بے غنا میں اور بے ہولان کا فتنہ الٹ چکا تو منع ہو کر تار رہا؟



کشتیاں دن بڑھے انھوں کے سال پر پہنچ گئیں خشکی پر دور
وہ دیک کر لپٹنے لگتے عزم و تہمتوں کے استقبال کیلئے آئے۔ میرے
تھے۔ انھوں کی اہلیان پر سرسبز زمین وہاں چک رہی تھی۔ جب کشتیاں
خبریں تو ایک جہم دیا۔ انھوں میں کوئی نہ رہا۔ میرے جہت ہوئی نہ کہ ان میں سے
کسی کے چہرے کوئی حال کوئی ناصت میں تھا۔ ہر جہت خوشی سے ملک ہا
تھا۔ جبے انھیں پہلے سے اپنی شکست کا فتنہ جو غلابا توڑے تھے نہایت
تپاک سے آگیا۔ ادب کا حضور جو کہ ان کا لگا لگا تھا۔ بے غنا میں اور بے ہولان کا فتنہ الٹ چکا تو منع ہو کر تار رہا؟

جو ہمیں انفروری رہی چہ وہ ہجوم مرت سے ناچتا ناچت ہو گیا۔ ہم
ایک تہذیبی تھا کہ ایک سب اس گجبان کے طور پر کوئی شخص جو نہیں
میں آزادی سے گھم رہا تھا۔ ادا بنایاں ہوتی تھیں۔ انھوں میں حالت تھی
وہ تو بیکل دولت و قیامت ماحول کا سا
ہیں کے ملاحے میں پرہیزگار اوستہ آؤتے تھے جس کی منہ پر لکھ سے طوفان
آجائے تھے جہدیں کا فاصلہ مومن ملے کر لڑتا تھا جو بزم نادر اہانت پر
نفسہ برے کی تالیاں لگا کر دیکھ لے لیں میں توڑی آگ تھا جالوش سے بڑھ کر
کس کا سر کیڑا بھیجے گا؟ اس سے زیادہ مرنے کی تمک کون بھیچے گا؟ وہ عموماً
انگڑا کے لیے لڑنے لبا لبا اس کے مڑا جاتے تھے۔ انھیں اس کا کوئی خوف نہیں
تھا یا انھوں میں ماحول میں بیٹے بڑے سا وجود تھے۔

میں ہی اس خال کے ساتھ آؤی کی طرف چلا۔ آؤی میں دو گردہ
ملیر ہو گیا۔ انھیں دوبارہ فادر میں بیٹھ کرے ریاضت کی تھی۔ استقبال پر
چہرے ہی جا چکا تھا۔ انھوں کے سر وادوں کو دیکھ کر ان میں بے چارے
گردانہ نظر آیا۔ اس کی انھیں اندھ جی رہی تھیں۔ چہرے کا افسانہ بیکار
پڑی ہوئی تھیں اور اس کے افسانے کے سر پر آج بھی وہی خور
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: اس کی آواز میں تھا۔ ادا کا کا ایک
وہ نے تھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

یہ جہت انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔



ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

یہ مطلب انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

ماہرین یوسف: ادا گردن نے میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
سے آج میرے کتابے لکھیں۔ ادا انھوں میں بیٹھ دیا۔ میں تھیں تھیں۔ ادا انھوں میں
تھا۔ ادا تھا جس کی انھوں کے شے لپکتے تھے۔ عمار کا کا ایک ایک
حالت کے بعد گردن ہائیک ماس آیا۔ ادا میرے جہت سے دیکھنے لگا۔
ناکوش ادا میرے مہل پر سرکھٹ تیرنے لگے۔

گناہ شاید میاں میرے آنے کا مقصد ہی ہے میں تمہارے اور مقدس اقبال کے درمیان ایک اتحاد رابطہ بن سکتا ہوں۔ ہر حال میں گشت بعد میں ہوتی ہے کہ فلور کے باسے میں تمہاری کیا راستہ ہے؟

گرونا کسانے گناہ معزز جابر اہم، تم بھی تازہ تازہ دہاں سوار ہوئے ہو اس لیے تمہارے ذہن پر اقبال اور جالوش کا سحر طاری ہے؟ تم جیسے جو سمجھنا اور تمہیں سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ راجا جالوش کا عظیم روح کی خوشنودی کا مسئلہ تو اچھوڑا کر موجودگی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ راجا جالوش کی روح اپنے ان جلالت گزراؤں کے معرفت کی تائید پر آمال ہے وہ نہ ضرور آئے گا کہ جب ہمیں کی طور پر اس کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی۔ ہم جالوش کو شکست دے دیں گے۔ ہم اقبال سے اس کی مدینہ میں لے آئیں گے اور.....

میں نے کسی قدر اندازہ ہی ہے اس کی بات کا ڈی بی میں مذہب یا کی ولی فلور کے لیے پوچھ رہا ہوں؟

ہاں وہ شکست عہد عیسویں میں ولاد معزز جابر! میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں دیتا ہوں شاید تمہاری آؤ کی خوشی میں مجھے اپنی زبان پرتا ہوں رہا۔ جس وقت رنگا رنگے آنسو دہاں نہا لینے کے لیے ہم سے رابطہ قائم کیا تھا اس نے فلور کے لیے میں سے یہ کہہ لیا تھا کہ فلور کو کسی کے تصرف میں نہ دے دیں گے۔ فلور صرف اسی کی ہے کہ مجھے افسوس ہے، جابر ان یوت اہم جو محدود نہیں سکتے تم اس کے بدلے انگریزوں کی کوئی بھی عورت طلب کر سکتے ہو راجا جالوش کو کچھ اور نہ چاہیں کر سکتے ہو۔

مگر مجھے صرف فلور کا ہے۔ میں نے غصے میں کہا کیا بگاڑنا اہم شخص ہے کہ تم نے اسے اپنے اہل لانے کے لیے ایک عہد بھی کر لیا ہے؟ وہ انگریزوں کا ڈاکو انگریزوں کی طاقت میں کوئی کی طاقت ہو جاتی؟

ہمارے لیے سلطنت اقبال کا ایک ایک شخص اہم ہے اور پھر راجا جالوش طاقت و دفع ہے اس کے بھائی امریکا نے اسے پراسرار علوم کی تربیت بھی دی تھی۔ وہ کی جالی اور کچھ شخص نہیں ہے۔ وہ کسی وقت بھی ہمارے کام نہ سکتا ہے اور اگر وہاں بڑا مقام حاصل کر سکتا ہے۔

بہرہ بہ میں نے نفرت سے کہہ تم ایک معمولی شخص کے سکرے لیے جابر بن یوت کا راز اس کے لیے ہلو جابر بن یوت کی تلاش کا طاقت ہے کہ تم کو خود میں ایک نکتہ چہرے والے انشکار کو لے رہے ہو۔ کیا میں اپنی یا انشکار کی قسمت کو انواروں میں اپنے باسے میں صفائی سے آگاہ کروں؟ وہ مقدس جالوش کا کی روح جو پھر بھڑکنے ہے۔

اس کی ضرورت نہیں ہے معزز جابر! ہم تمہارے مقابلے آگاہ ہیں، تمہارا کچھنا ہوا سینہ مقدس غفلت کا ثبوت ہے۔ ہم نے کھلے کر گھڑا کی فلسفی دیواروں کے قریب پہنچ گئے تھے تمہارے پاس فقہان کی عظیم طاقت ہے جو ہم نہیں دیکھ سکتے اس کے علاوہ مقدس جالوش کا کی روح بھی تم پر ہلانے کے لئے نہیں کسی نہیں ہمارے پاس دہاں دہاں کیا ہے

تاکہ تم میں مل جاؤ اور ہمارے ہاتھ مضبوط کرو۔

پھر پھر میں نے شہر سے کہہ مقدس جالوش کا کی روح فرستائے کی خوب تلاشی ہو رہی ہے کہ اس کے مقابلے میں میں ایک جیتور شخص سے کیے ہوئے دھنکے کا پس ہے؟

میں مجبور ہوں کہ میں جلد ہی اس کا کوئی مل نکالوں کہ میں اپنے ساتھیوں سے شہر کروں گا کہ میں جلد ہی فلور احمادی عہد میں پیش کر دی جائے گی؟

معزز جابر! میں اس گزراؤں کی فوج تمہارے ہوں میں اس وقت انگوٹھیں سکون سے نہیں دیکھ سکتا جب تک فلور کا حال نہیں کر لیتا کہ انگریزوں نے اسے کایر لیتھو کی نہیں ہے یہ سچا عہد تو بہت میں ابھی سفر تکاں غالب ہے اور میں پہلے ابتدائی مراحل سے منہا جاتا ہوں۔ انگریزوں فلور کو پیش کیا جائے۔

میں نے تم سے درخواست کی کہ میں مجبور سمجھنے کی کوشش اگر تم سے کوئی نمونہ کر کے تو اسے نہ چال میں تمہاری گئے اگر تم نے خود شروع کر دی تو انگریزوں کے عاملوں سے کوئی کا احتیاط نہ مانے گا اور یہ جو اس سکون کا گوارا ہے میاں انتشار قبول جائے گا۔

لیکن میں نے غصے سے کہہ لیا کہ میں رنکار گزراؤں کا بیونہ ناوا یہ جابر بن یوت کا سہرا ہے کہ میں دیکھنا نہ دے کہ کون اپنے ہاتھ پر طاقت کی طاقت رکھتا ہے؟ میں نے درستی سے کہا۔

گرونا کی انگوٹھیں پٹ پٹانے لگیں وہ لہا لہاں گم ہو جاتا تھا۔ جیسے اس کا اندازہ مذہبیت خواہد ہو گیا میرے لیے میں اشتغال رہتا اور میرے لہذا میرے لیے ایک صلیب جو شخص نے سمجھا۔ جابر بن یوت اس جلال میں آئے کی ضرورت نہیں ہے تم اس ذہن پر تیار ہوتے ہوئے نہ ہو کر گناہ کے لیے کی ذہنی سے راہدہ عایت حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا کسی وقت بھی مل سکتی ہے کیونکہ تم اس سے دو نہیں ہو تمہیں ہمارے متبے کام کرنے میں سزنگانے آؤں اور انگریزوں کے باغیوں کی جگہ درمیان تمہیں گرفتار ہو جانے کا جو مشورہ دیتا تھا تمہیں اس پر غور کرنا چاہیے میاں سکون سے میرے کسی ذات اور شہادت کی باطل بھائی ہے گزراؤں نے شروع میں ہی منشا پر گزراؤں کو یہ کہ تم سے محتاج ہو جائیں گے اور ان میں زانی کا اندازہ مل جائے گا میں نے اپنے اندر بھیجے ہوئے اس صلیب جو شخص بائیں زردی سے تمہیں کہے۔ مجھے اپنی تربیتیں خود زہر لگیں۔ جو میں نے غصے سے کہا اگر پہلے ہی موقع پائی طاقت کا سکندر جھلکا تو آئندہ وہ مجھ سے زہر میں کی توقع کریں گے میاں جبراک طویل وقت گزرے گا اور کچھ ہو گا جو جھیل کر میں کے یاد دہانی میں ان تاجیر شہر ہے گرونا کے دو کہ تم سے میری زبان کو چوبے پر لگا رہے کیا ہوا عہد؟

میں نے گرونا سے کہا: اگر قریبی وقت فلور کو پیش نہیں کریں تو میں ہرگز ان کے قوانین کا احترام کرنے کا بند نہیں ہوں گا کہ میں ہوں۔

تیرا زامہ میں کرتا میں جانا ہوں کہ راجا جالوش مقدس روح اپنے ایک خدا

ن کا زیادہ خیال رکھے گی تم نے دہاں میں آنے کی کوشش کی تو پھر ہاتھ دیکھو گے کہ کو تمہارے مقابل شخص کھڑے ہو کسی اہم کاری سے ہٹے ہیں بات کر رہا ہے۔

گرونا کے پاس کسی میری بات کا کوئی جواب نہیں تھا وہ ماموشی بھٹی اور ملتی برداشت کرتا اور نہایت نرمی سے کہہ لیا: معزز بن یوت! مجھے اپنے ساتھیوں سے شہر سے کیے وقت نہ دیا ہے۔ میں کہیں جا رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی صاحب فیصلہ کرنے میں میری بات لے گا۔

مادہ میں تمہارے ساتھ ملوں گا۔ میں نے عہد سے کہا۔

آؤ۔ وہ کچھ جھجک کر ہلا۔

ہم وہاں جلد ہی اپنی کے دہاں میں تھے میں پہنچ گئے جہاں ایک بچہ بلات لگا کر گزراؤں کے متعلق علم عروج تھے میں دیکھ رہا تھا کہ گرونا ساتھیوں کے لیے شہر سے کیے لیے ہو گیا اور میں نے دیکھ لیا کہ گناہ کا کوئی رنکار اچھا کہ اسے درمیان میں ہٹا کر ہے۔ جو شہر گزراؤں نے تیرا بلوری جانب دیکھتے تھے ان کے علاوہ سے میری سرکشی کو جالوش ہا انگوٹھیں فیصلے پر پہنچتے ہوئے رہی وہ انگریزوں کے بدلے کے بدلے اور ان کی جانب رہنے لگا۔ کسی سٹاٹو کا کہیں ان کی طرف آ رہا ہو تو میں کمرے پہنچنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب میں ان کے درمیان اور انھوں نے ایک دوسرے کو سوال طے غلوں سے گھونٹا شروع کرنا زہر نا ایک عہد میں شخص نے گناہ اور شہادت کی سے زہر نا اور میں بلات لگا کر انھیں دیکھ لیا کہ ان کے متعلق اپنے گناہ اور انگریزوں کے متعلقوں کا دہاں میں اس شخص دہاں میں کا دہاں سے جیت کر اس نے سے یہ شخص کی درخواست کریں گے۔

دہاں کا نام میرے لیے یا تھا میں اس موقع پر میں ان سے اس کے لیے میں نے کچھ کہہ سکا کہ میں علم کا انہار نہیں کرنا چاہتا تھا یہ تھا کہ ان کی اہم غصے میں ان کا زہر وہ انتخاب کر رہے تھے اس کے نام انھوں نے خود سے کاغذ بھی استعمال کیا تھا میں نے اپنے آئندہ کے لیے میں نے جالوش پر جالوش کا دہاں میرے ذہن میں بکلی کی طرح ایک شیل بننے لگا کہ اسے زہر کا مقدس دہاں میں کی خدمت میں میری یہ گناہیں پھینکاؤں۔ وہ جالوش کا کہ ایک سید پر غلام کے لیے اپنا فیصلہ لے گا اسے ملو کہ اس کی اہم کاری کے پاس نہیں چاہیے کہ کون اس کا دہاں دے دے۔ میں ہر شام مقدس جالوش جالوش کا کی شہر کے مشن کو تمہارے جالوش انگریزوں کا شام میں تمہارے سامنے کیڈن انہار جالوشوں کی مقدس اہل کے ساتھ سرکشی سے تاب ہو جاتا۔

جیتے میں اس کا موقع نہ ہو گا۔

معزز معزز! ان کے چہروں پر شادمانی چھائی اس میں سکرانٹ میں شیل میں تھا میں تمہارے شہر گزراؤں کی کرتے ہیں اس کا موقع جالوش

حرف سے گزراؤں کی اقبال مندی کا جام نوش کر دے۔ بڑھنے اپنا ترح میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے ایک ہی سانس میں لی لیا اور باز سے باج میں بولتے ہوئے ہلا تا ب میں ملتا ہوں۔ مجھے گزراؤں کا یہ شہر راز دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ تم نے تھے علم کہ اس عہد میں میرے کھلے اور فیصلے میں کیا کیا مراتب حاصل کیے۔

میں نہیں تمہاری ہے۔ گزراؤں نے خوش دلی سے کہا۔

ان کا انکار اور جبران کی سب سے بڑی خوبی میں جو تارک بظلم میں اقبال کی نظر میں عوامی تھی۔ یہی وہ تھی کہ اقبال کی سلطنت کے سمر رسیدہ لوگ تمہارے انگریزوں کا رخ کرتے تھے یہاں غذاؤں کی بہت تھی اور غذاؤں کے ساتھ ماکوں کا وہ بہت مختلف تھا۔ وہ اپنی زبان اور دھن سکون سے ہر شخص کو پسند کرتے تھے میں ان کی خوش فہمی سے اپنے تمام سخت عہد ام کے باوجود اچھا ڈالنے کے دہاں سے چلا آیا کیوں کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے اپنے لہذا بدلے میں میں نے یہاں کا دہاں کے بعد مزید اصول سبب میں سمجھا تھا فلور کو دیکھنے کی آرزو شدت میں جی جیالوش لے رہی تھی۔ یہ لہذا حال تھا جو تیرا کی سز میں پدم رکھتے تھے تھا۔ وہاں جیسے ہی وہ ایک کک۔ جب اس کا خیال آ رہا تھا تو سارا دہاں ہر تمام منہم کرنے کوئی جاتا تھا وہ عہد کے گتے تھے اور بہت سی کتاب یاد میں تھے اس گگ لگادی تھیں۔ یہ سب اسی کی وجہ سے تھا۔ وہ نہ جرت میں دوبارہ تھی اور اس ہولناک مرکز شدت کا آغاز تھا۔ بہرہوت میں کی جیسین وہی سے میری شادی ہو گئی اور وہاں کی صاف و شفاف مرکزوں پر میں دھوم مچانا چھڑا تھا۔ دہاں کے شہر بکلوں میں ناہنیں مجھے دیکھ کر میری طرف دیکھیں۔

فلور سے اب میرے کیا رابطہ تھا؟ میں تمہاں وہ ایک شخص تھا جو مجھے اور کچھ اور تھا وہ ایک عہد تھی جو میری کئی تھی، وہ ایک عہد تھا جس کا انہار ضروری تھا وہ ایک طاقت تھی جو اس کے حصول کے لیے میرے عہد تھی۔ گزراؤں میری منزل تھیں۔ میں وہاں پہنچنے کے لیے میرے تازہ دہاں میں دور سے دیکھنے میں اس کا خیال آ جاتا تھا۔ در منزل تو بہت دور تھی اور اس منزل کے ساتھ میں تھا۔ میں یہ جلد جلد تمام رشتہ دہری کھتا تھا مجھے جہاں تک جانا تھا وہاں تک جانا تھا۔ وہی ایک جہر۔

اب جالوش ایک سنگ میں مجھے دہاں تمام ہر جالوش میں میرے پہنچا اور کسی شخص کے مل میں خود راہ و مختلف مل میں۔ مذہب نہیں انگریزوں کی سب سے حسین ورشہ کے درمیان تھے جالوش کا راز اور اتنے اذیت ناک مہرلوں کے گزراؤں کا دل دیکھ گیا، ہر تارک جو شخص مجھے طلب تھا اس کا نام اقبال تھا اور یہ شہر ناہنہ ذہن و علم میرے اور اس کے دہاں میں تھا تھے کئی یہی میں نے خود کو ایک امر اہل شخص سمجھا دیکھ کر اسے کسی کرنے مجھے متحرک کر دیا تھی یہ باسیر سانس انگریزوں میں

اس کا مطلب بہت ملین تھا اور اتحادی ملت کی راہیں جنگ میں ثابت ہو سکتے تھے یہاں ان لوگوں نے وہ سب کام کر سکتے تھے جو دوسری کے جنگ کا تعین کرنے میں عمل کرتے ہیں کیونکہ انھیں خاص عمر بازی سے بہت سے امیدیں لاحق ہو جاتے ہیں۔

برائی میں سے بیزاری میں کھلا لایمیرکہ مکان دیکھی تھا۔ میں نے تیری سے کہا۔
 "یہ ایک صحت چھینو اگر میں یہ ذہانت صرف نہ کرتی تو آج تم سے دوبارہ
 ملاقات نہ ہوتی۔"
 "اب تم کوئی بول نہ خراب آؤ اگر تم نے کوئی چاہتا ہے۔"
 "میں یقین آؤ کہ میں کرنے دوں گا۔ وہ چہرہ مجھے میں بولی تو ہرگز نہ

اسے اپنا سفر جاری رکھو گے جس طرح اب تک سفر کرتے رہے ہو۔ اس کے لیے
اور تھکے ہو کر گئے ہیں۔ تمہارے بہت قریب ہیں۔ تمہیں اس وقت تک
اپنے نزدیک نہیں پہنچنے دوں گا جب تک تم اپنا قصد کامل نہیں کر لیتے۔
میں تمہیں پہنچا دوں گا۔ میں نے اس کی بنیاد ڈالی ہے۔ تمہارے لیے۔
تمہیں یہ جانیں کہ اگر تم اپنے قصد کامل کو یاد دلانا چاہتے ہو تو
تم وہ طریقہ نہیں سیکھ سکتے جو اب تک تمہیں شریعہ کے لیے بتا رہا ہے۔ تمہیں
یہاں ایک نیا طالع ہے۔ تمہیں ان کو حاصل کرنا ہے۔ ان کی جڑیں مٹا کر
ہے۔ وہ طریقہ اب تمہیں یہاں سے ہو کر چلنا ہے۔ وہاں جا کر رہنا ہے۔ وہاں

طریقہ مذہب تک پہنچنے کو نکلنا بھی نہیں، انھوں کو مکے کے ساروں کی تہنیتیں مل گئیں۔
 اعجازِ نبویؐ نہیں ہے ممکن ہے کہ ان کی تم کو حکم کر لیا جاوے۔ یہاں تو میرا بی بی کی اجازت
 ایک مذہب تک نہیں گئے۔
 یہ مجھے کوئی گناہ نہیں پہنچا سکتے ہیں نہ سرکش سے کہا۔
 تم نے شاید ایک نئے خود کو حکم کرنا چاہو گے ممکن ہے کہ ایک اور طریقہ تم کو اجازت
 تیری پاس ہے حکم کرنا کہ یہ ہوگا کہ کوئی بڑا انقلاب نہیں آجائے گا یہ نہیں

امید ہے کہ یہ سب ممکن ہو کر رہے گا۔ اور جب وہ جہد کریں گے تو ان کے لیے ہر شے
سے کیوں نہ کی جائے؟
”تھا لا قتالہ ونبذ ذلک“ کسی شخص یا احساس سے نہیں ہے بلکہ آپ کا
بلاتل اور ناجاہلی توجہ پر غور ہوں سے ہے۔

• اور اُس نے اسی حالت میں اپنا نیند بھاری کیا ہے۔ فلان جو سب
بلال رہی تھی۔
• اٹھو! اگر دکانی گلیوں میں چلو۔ مجھے بس چوڑو بیرو خال ترک
کردو اور نہتے نکاش کر دو۔
• صبر صبر! فلاں! فلاں! اگر وہ ابھی مجھے تعین جی بھر کے کھینچے۔

”اے علیؑ کیلئے بہت وقت پڑا ہے۔ تو تھک کر لوٹنے لے۔“
”تم نے بڑا جنگ کیا ہے اب میں تمھیں تنگ کر دوں گا۔“
”تم مجھ پر کھڑے ہو کر دینا میرا خون انی جاننا میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ ہنسی
و نہ لے کے سلاسل پر تیرے ساتھ جی رہا ہوں۔“

[illegible]

153

وہ جس سے لیکن ہندوئی جاری تھیں کہ جو سنبھلنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں مل رہا تھا اسی لیے چارو ناچار میں نے غبر اپنے ساتھ لے کر چھوڑ دیا اور اسے بریل میں درج کر کے لڑکھوں سے دست بستہ کرنے لگا اور کاروبار کے سیکڑوں دن باغداد ہر گھنٹے تھے میرے لیے وہ میرے جسم کے قریب ہوئے ان میں سے ایک اس کا منہ میرے بلوچی زبان کو پاٹ گیا اور باقیوں کو میں نے ہکا دکے کے خود سے منہ کر کیا ان کے دوبارہ آنے سے پہلے میں نے نشانی لگے سنا تا کہ اللہ عسکرا کر کہہ دے خود وہ اندر ہر جا رہا ہے

[illegible]

مجھے غالباً بڑھاوا زین سے اُٹنے کی گمشدہ شہادت اور گڑبڑا
جہاں کی حالت بہت خوش کن تھی عموماً کے لیے میں بہت تازہ اور
جہاں خاصاً کی آنکھیں کھلنے لگی تھیں دوسرے بڑھے اپنی شکستہ حال کے
باوجود میری سمت فرار کرتے سے دیکھ رہے تھے۔
کیا برا؟ میں نے کبھی بڑھائی سے کہا تھا کہ تم مجھے کے انہماک کو اتنی بہت
میتے ہو میں بالکل خوش کی حالت میں جاتا ہوں۔
- نہیں - بڑھے کی ترش آواز بلند ہوئی۔ دیرپاؤں نے ٹنگن دمے
دلایے۔ وہ شکست سے دھج رہا تھا۔

مقدس جلا کا لکائی برسرِ یادِ دونوں طرف میں جاوڑوں سے تیرا بنائے
 کے اس کی جزیرہ خنود ہی مائل کو کھنگھال کر اس کے کھوکھلی اور ڈور کے لئے گاتے
 یں نے دانستہ بہت جسٹ نکلات اور ایسے کے کوکر میں اس جیسے کی ایت کے
 متعلق ان کی زبان کی کھانسنے جانا تھا۔
 دیا بنائے ہوگا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ وہ عمر سے لڑا یہ مقدس جلا کا
 کرتی ہیں گیا کہ ہم کو تار یک یا پھر یہ دعوت کرنے کے ہیں اب جانوں
 کے نہیں جیسے کی تباہی اس کے تعلق کی نشان دہی کرتی ہے جابریہ
 لیکن ابھی ایک اور شکرانہ دیا جا رہے ہیں جلا کا قاطبہ جیسے ہی اس آج
 میں ہو گیا۔ میں اور مشعر کے کو اس کے بدلے میں ہماری رو میں مذم بننا
 بنا خرقہ کا لکائی جی ہادی کھنگھال کے ساتھ تباہ کر دو اس کے بندہ شکرانہ
 اور لے جی کو اسے ختم شخص "وہ جاری سے لڑا۔
 قاطبہ کا جیسے ہی نے جسٹ سے کہا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اسے
 آگ میں جھونک دوں اور اراکھ میں تبدیل کر دوں؟"

ہاں۔ پھر لوگوں کا فتنہ یقینی ہے جاہلوں کے ساتھ اقبال کا لڑاکا
 جو نا اچھی ضروری ہے جاہل یوں افسوس املی کر کہیں ہے جاہل کہ وقت کی
 دیکھنا وہ چھوٹا لڑکا نہ تھک دھوکے کے گڑھے میں اپنی آنکھیں نہ جلاتے
 ہیں لڑکے رنگوں کو دیکھ کر ہل پڑھو وہی طاعت آواز بڑھا جہازات آواز
 آواز کی لڑکے۔

اقابلہ کا زوال میرے ہاتھوں؟ جابر بن یوسف کے ہاتھوں؟
 میں نے گرگوش کی امانتیں کبائیں یہ کام کبھی نہیں کر سکتا مجھے جابلوش
 سے نفرت ہے اقبال ختم گرگوش تو میرے لیے کار و مصلے گا؟

[illegible]

• جاملے اداؤں ہلاک ہی ملے گی دوزخیاں ہیں جاہلین کی پست
 وہ اپنے خطاب پر زور دیتے ہوئے لڑا: اگر اہل باکے زماں کا شکر انہیں ملا
 تو میں جو کرک طویل حیرت تک انظار کرک چوگا۔
 • اور اب تک تم کس اقتدار پر تلے کتے ہے؟ • میں نے طنز کرک۔
 • ہم اہل باک کی سلطنت کو زور دے گا کاکر تے ہے ہم نے جو جاتا تھا یہ
 کسی دن تھک جا کر کاکر ہماری عیادتیں پسند آجائیں اور میں عسکر کے بغیر
 فتنے سے بھر کر کاکر دے۔

ملا اس عینک بنای کے نیر ہی اس ایک پر قائم کیل نہیں ہے؟
گرتے رہتے ہو کہ ماحول ہی ایک پر علم ہی تمہاری راہ کی سب سے بڑی راہ ہے
ہے تو اس کی حرکت کا محفل تعین کیل ہے اور وہ بھی ماحول کے ایک کردار
کے ذریعہ تعین نصیب ہوا ہے اس پر قیامت کردار انا بلا سے مضامنت
کر اور وہ انحراد اور یہی علم ہی میں شامل کرے گی اور تعین معائن ہی کرنے کی
محکم ہے، تھوہا تھوہا نے شری سے قبل کر کے اور تعین اس کی محکم میں سکون
مسترا جابلے ہے
- انا بلا - انا بلا بلوہ انفرت سے بلا ہے ہم اس کی شکل مع کر دیں گے
اس نے ماحول کی پشت پناہی کو کہ جسے بہت سے عابدوں کی زندگی دنیا
کر دی ہے۔

و دیگر ہر شخص ایسا ہی اس محنت میں کر لیں کہ تیرہ سال کرنا چاہیے۔
میری بہرہ ورانہ اب تھا کہ ساتھ میں محنت میں سے ایک شخص بہرہ ورانہ
کرتا ہیں میں تھا کہ اگر تمام اہل محنت کے ذریعہ میرا ایک ہر شخص میں اپنی
ہوتی ہے لیکن اس کے بعد وہ ایک نرم خود مددگار ہے، میں اس نے تھائی سفارشات
کو لے گا کہ وہ تھا کہ میں اس سے بہرہ ورانہ و تیرہ سال کر کے میری بات و کر کے
بہتر ہے اسے بھی کہ ہر شخص کے لیے ایک شخص ہے، میں اس سے بہرہ ورانہ
صرف میں۔ میں یہاں سے اب بھی پہلے کے طرح فلز پر نہ تھا۔ یہاں پہلے ہی
واقعہ میں ہیں کہ میں نے تھا کہ میں اس سے بہرہ ورانہ میں تھا کہ میں
لاؤں گیا ہوں جو کہ میں نے تھا کہ میں اس سے بہرہ ورانہ میں تھا کہ میں
طالب ہوں اور میں اس نے تھا کہ میں اس سے بہرہ ورانہ میں تھا کہ میں
کی زندگی اس کے بہرہ ورانہ کی خدمت میں میرا بہرہ ورانہ میں تھا کہ میں
میں نہیں سمجھ سکتے۔

ایک ایسی دفعہ سے یہ سب کچھ احوال علی غریبوں کے سامنے رکھ دیے گئے۔

اس واقعہ کے مصنف کا کہنا کہ یہ ایک اور ادراخ کے بگڑنے پر لوگوں تک

تخل ہو رہی ہوگی اور یہاں تک کہ نیرت کا نایک شکر بننے کے بعد تارک

بیر غلو پر لینا کرنے کے لیے یہ مضطرب ہوں گے اس موقع پر حق ان سے ایک

سوداگر کسنا تھا۔ حق ان سے لانا ہوا کہ ایک کسنا تھا اور ایک تارک تارک

ہاں تک کہ اسٹاک ان کے ہائیڈرو ایکسٹریکٹور میں یہ سب ہے ایک ایسا

زیاچہ اور مصروف نہیں رہتا تھا۔ ہاں تک کہ اس کے سلسلے میں یہاں کا

مضطرب اور جارجا نے یہ سب کے لیے ایک تارک تارک تارک تارک تارک

طریقے کے ان کو فائدہ سے کسی وقت میں کسی بات میں حق ان کی

مال کرنے اور اچھوٹے اپنی مدنی صداقہ داری کا خبر کر کے لیے جاملوں کی طرح اٹھایا کا بترسی رکھ کر میریں تبدیل کر سکا تھا اس وقت میں قندیہ کشکس میں مبتلا تھا زانی غافقت اور بدلت جی سوتا تھا اگر جاملوں کے غم سے کی تباہی سے اس کا موت آنچڑا کھڑا شرط ہے تو چوبیس موت اٹھایا کے غم سے کی تباہی سے میری شرط بدلتی ہے اگر میں یہ دھڑا نہ کیا نہ سکون مال کر کے خود اٹھایا کے لٹل ہے خود اپنے دل میں خزا دلہا اپنا ہی غم لیا لہا ہے بہت بڑا چل سکتا تھا اٹھایا ہاں میں غم کا روتھکے جمع کر آٹھایا بنانے کے خواب بچھو لہا چھو کولہا میں اٹھایا کو کہہ بیٹھے کاظمو مل گیا اپنے لیے بھر کھانا مہذب دنیا کے ریسے سامتی ایک دنیا میں تباہی کے آرزو مند تھے صرف میں تھا بے راہی سے کوئی نہیں تھی جی مجھے اپنا وہ ملیہ میری بھگتی بھلائی بہت از غم کی کو کر کہ میں اس کا جلوہ کچھ لیا تھا میں نے دیکھا تھا کہ اس کی ترنہ شید کی کہاں کہاں تھیں ہے میں نے شہاب کی وہ آخری منزل دیکھی تھی، جہاں سے آگے راستے بند ہو جاتے ہیں یہاں خوشتر ہو جاتے ہیں، میں نے اس کی حقین کاٹھا لیا تھا میں نے وہ فخر تھا جو اس مال سے آٹھایا زانہ تھی دینر کسی فعد میں نہیں ہوئی تھی اس کی فخر کے لئے میں چٹھا تھا میرے ذہن میں اس کے بے دیکر کے لئے کاٹھکھا ہوا تھا میں اس کے جمال کا نظروں تھا۔ اس کی زلف کا ایک تانہ اڑھایا چھو جاتی تھا بہت کے تھوڑا بازو زلف کر میری دوشیل میں خراب شہاب کی ستیاں وہ سہاہ مرکز میں مگلا گئی وہاں میں او رہی گھیاں یہ سب اس کی ایک نظر کے سامنے ہے تیرت عین مہذب و دنیا میں اٹھایا لیا کی گزیر نہیں تھا۔ تو کہا میں اچھوٹا کے گروں میں غم سے دنی کے لیے اس کا بتر تاملو کرتا ہے میں نے اسے اور مدت سے بھیج لیا اور میرے اٹھایا پر بے قرار ہو گئے تھے۔

میں کتاب دیتا اور گیا دیکھا کرتے ہرگز مدعو میں رہا جس مجھے ایسے
 (مقام پر ہے اب جہاں کی زمین پر ایسے کی اختیار ہو۔ جہاں اس کا ضبط تھا
 نام نہ ہو ایک دراز ایسے بھری نے سیر عزم کی باطاعت وہی میں لوگ اس
 دوا دیر سے کہ میں ہم ہرگز جاری نہیں ہیں ایسے وفد مگانا تھا محکم کی
 لگا تھا وہ مجھ پر کھڑی تھیں۔ لختہ چلا گیا میں تھا، پلے جسے ہے۔ ایک

کچھ ہونے والا تھا میں نے جونی اڑھا کر زمین پر چڑھ دیا اور ابی جگہ سے حرکت
جونی اٹھ کر میرے آگے آگے چلنے لگا، جس جینز کی سر رقص سے آگے بڑھتا
آہستہ آہستہ دو دو گاہوں کا میں نے اپنے وہ پردہ پر عالم اور ساموں کی
تھلا دیکھی، میں نے پلٹ کر دیکھ دیکھا تو ان بھی ایک فاصلے پر عالم کی

اَلْقَلَمُ لَكَ وَجُوهٌ مِمَّا رَوَى الْكَلَمُ
اَلْقَلَمُ لَكَ وَجُوهٌ مِمَّا رَوَى الْكَلَمُ

سچے اور ادا رفت کے لئے تمام صلاحیتیں بروئے کار لائیں اور جو ہوگا اُسی پر کئی ضمانت نہیں ہوگی۔ شہادت اور ادا رفت کے لئے تنہا اس شخص کے بعد ہی متمم تھا تو یہی سب سے

خود کو یہ کہے ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ کیا فائدہ؟ بہتر یہ کہ یہ غفلت سے رہ جائے۔ غلطا اور قرب اور اعجاز میرا اذکیل حالت اور برتری کا ہے غفلت مفتی سے منع و والدین سے درخواست کا پائیدار کام ہے یہ کہہ سکتے ہیں ہاتھ بڑھتے ہیں خیالی چمک کی بریل میں اور ہمت مستعدی سے اس کی طرف لپکا، لپکا اور خیالی سے تجربہ بری زندگی کی شواہد سے کیل سنا تھا وہ یہ بات یاد دلانے لگی۔ اور میرے گری نندانی۔

[illegible]

کے آؤ! اٹھ اٹھ جاؤ، مجھ پر یہ کاٹ کھول دیں، دروازہ کھلاؤ، خوشبو کا ایک
 جھریجھریکاؤ کیا خوشحال کا ہر حق زیادہ بل سے بلانے کے لئے تھا، تیسری آنکھیں اب کے
 بلن پر پھلنی گئیں۔

اے کہ جس کے کہ سرگراں تانی نے میری خوشگلی منع کردی تھی مگر اس
 وقت نہ نہایت بہت زیادہ پر مقدار نظر آتی تھی کشت بدلی کی طرح تیار
 آؤ اٹھ اٹھ تانی سے تھی تھی کہ خوشحال کا میرے بلے میں میری خوشی کے طور پر
 گلزار کا مغرب مثال ہو گا۔ نہ کیسے آؤ ہمارا؟

سے سرحد واپس مشرق پر نہ نکلتے سے کہا میں کہ محنت میں نا اوشاؤ
 غمی کی آفریق تھی نہ تم کیا جانتے ہو؟

میں ملکہ کا مقصد میں سمجھا؟ میں نے عراقی کے کہا میرے بل کے بل

مکروٹ جھگڑتی تھی، شاید ہم کی بات کی وضاحت کے لیے آئی ہو؟
 - ہاں میں متفق ہوں کہ ان کی عزائم کا پتہ پڑھیں ان کے مقصد
 متفق رہا کہ ان کے علاقے میں طلب کیا ہے۔
 ”ادھر تیس تیر سو لاکھ کا بہانہ اڑاتے؟ کیا یہ کوئی حکم ہے؟ یہاں
 راز دارانہ انداز میں سوچا۔
 گنگوٹ

یہ ہیں۔ یہ تمہیں سچے دوستوں کی ضرورت بھی بتا رہے ہیں۔ ایک سال
 ہے۔ یہ ایک دوست نامی ہے۔ یہ شطرنج ہے۔ یہ تمہیں سچے دوستوں کی ضرورت بھی بتا رہے ہیں۔ ایک سال
 دوست نامی ہے۔ یہ شطرنج ہے۔ یہ تمہیں سچے دوستوں کی ضرورت بھی بتا رہے ہیں۔ ایک سال
 دانش مندی کی جستجو پر مشاغل ہیں۔ ان میں سے ایک نامی ہے۔ یہ شطرنج ہے۔ یہ تمہیں سچے دوستوں کی ضرورت بھی بتا رہے ہیں۔ ایک سال
 کلاس کے باہر جانا نہایت مشکل ہو گا۔
 حکمران نے۔ یہ شطرنج ہے۔ یہ تمہیں سچے دوستوں کی ضرورت بھی بتا رہے ہیں۔ ایک سال
 کہہ رہے ہیں۔ یہ تمہیں سچے دوستوں کی ضرورت بھی بتا رہے ہیں۔ ایک سال

مرد کے ان ماحول میں ان رویہ کو دیکھ کر یہ ہے کہ وہ کام اور دین کے
 شوقدار کی بجائے جیسا کہ جانتی تھی مجھے وہ ساری باتیں یاد آئے تھیں۔ وہ
 خلوت میں اپنا کمال کے شوق اُس کے کہتے تھے۔ مجھے یہ لذت سی ہوئی تھی
 پاس کی کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے ایک خفیہ مسکراہٹ سے کہا یہ تھی کیا
 بجائے مجھے بعد میں اپنا ناقصہ نظر ملنا پڑا لیکن ہے میں ابھی اس تبدیلی کا

”میں نے اس کی بکھر صرف تمہاری ہوس کے لیے ہے۔
میں نے رز سنبھالنے سے تیار ہوں، مگر خطا کی آواز میں لڑکھائی پیدا ہو گئی۔
میں تمہاری اور اوقات کی شمشک سے مدافعت ہوں، لیکن یہ شمشک بے جا کرک
میں نے تمہاری توجہ سے دور نہ ہوا۔ اقبال، میں جس کی تو قسم تو یہی جی جاتا
ہوں کہ یہ وقت تمہیں مجھ سے قریب رکھے گی۔“

وہ میری غیر بنیدگ سے اور متعل ہو گئی اور جب اسے یہ اندازہ ہوا کہ میں ال کے ساتھ تشرعیاں کر رہا ہوں تو وہ یکسر خاموش ہو گئی۔ عینو میں نے

اے مجھ بیٹے! کہ اگر میں تمہارے ساتھ اس مکان میں جاؤں تو تمہارا کیا حال ہوگا؟
 - تو میں اے تمہارا انکا منتقل کروں گی۔
 - اور اس کا رد عمل کیا ہوگا؟
 - اہ! ان کا فیصلہ وہی کرے گا۔ وہ غصہ ہو کرے گا۔
 - جزییرہ اس کا خط لکھنا ان کو کہتا رہا ہے۔ دلچسپ اور توجہ دہی گفتگو کر کے
 مجھے مطمئن بنا رہا ہے اس لئے کہ یہ کہہ رہا تھا کہ ان کا حال تو تمہارا حال سے بہتر ہے۔

حق کیا عثرہ وغمرہ تھا: میں انکار کرتا ہوں۔ میں نے چلتے چلتے کسی فتی

”وہ میری موت نہ بچھے گی اور اپنی جگہ جم کر رہ گئی۔“

تم چاہتے کیا ہو؟ وہ اُچھتے ہوئے بولی۔

یہ ایمینان سے امرائے پال جاؤں کا منصوبہ ہے اپنی حکومتیں چلو۔
 ”عابر بن یوسف! تمہیں امرائے یاکو کیا ہے شوطار نے بگڑتے میروں

میں میں سن چکا ہوں لیکن یہ ایک دستاویز طلبی ہے ضروری نہیں ہے کہ اس

شروط نے مزاحمت ترک کر دی اور مجھے اپنی غفلت میں لے آئی۔ راتے

میرے لیے مناسب نہیں تھا۔ صبح کی روشنی جھلکانے لگی تھی۔ شیطانی نے اپنے کمرے
خام کر کے نماز دانہ زیندہ کر لیے۔ باہر اچھا حال ہی ختم ہو گیا۔

ہر بار وہ اتنی ہی حسین نظر آتی تھی۔ اب کے وہ برہم اور
خستہ تھی اور وہ دھکے کھاتے ہوئے تھی۔

چاہتا تھا۔ اس کی غفلتیں ریشیں جلد کا رنگ اُڑانے کی جارحیت سر میں سوائی تھی۔
میں نے کسی باہل کی طرح اپنی شدت سے اسے خوب رنگ مارا۔ اس کے

اسل مسکاف جنہیں امرا تا اور یہاں نے بھی سنی ہیں گی۔
کسی زخمی پندے کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی۔ اگر اُس نے اُٹھنے کا خواہش کیا تو

نہ پتا تو میں اسے چہا لیتا اور اس کی ہڈیوں کی راکھ جسم پر مل لیتا۔ شرط ملاؤ
میں نے یہی کہنی آواز میں کہا۔ میرا نام کیا ہے؟“

اس کی آنکھیں شروع ہو گئی تھیں تر پتے ہوئے اس نے کہا: جابر بن یوسف! کہش میں آؤ۔

”ایک بار میرا نا اہل لوہے میں نیک سے رحمت سے علم دیا۔

جس وقت میں اس کے ساتھ دریا میں کے نائب امیر کے پاس جا رہا تھا۔
 میری نگاہیں اس لیے نہم ڈاکر ہاتھ میں دبا کی جین امداد کے گناز
 میں داد تھی کہ کچھ نہیں تھا میں نے اس کی آنکھوں میں شعلیں روشن کی
 تھیں وہ بار بار میرا ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا میں اس کے بلبل سے سننے
 کی کوشش کرتی تھی کہ سارے میں ہومیر کے لیے دعائیں کرتی تھی جی کہ دوتا
 مجھے سرزد و کلاسلان کریں۔ میں نے اسے ایک کی کہی کہ وہ اپنی غلوت میں بند
 ہو کر میری خاطر ادا کا لاکھوں میں مگر تورا بنائیں پیش کرے۔ راجا
 کے پاس پر عداوت کے سرحد پر اس نے اپنی سدا آنکھوں سے مجھے رخصت کیا۔

• اور میں نے تارکینِ بزمِ پرہیزگاروں کے لیے رماں کی سرگزشتیں بھی
بڑی ریاضت بھی کرنا چاہتا ہوں۔ میں ہر طرح کے معجزات کے لیے رماں کے لیے
جاطوں کا طقس ملاتا دیکھا ہے۔ میں اس عظیم ماحول کو چھوڑنے کے لیے تھکن
جلا لاکا کا کرتوت نہ کرنا چاہتا ہوں۔ رماں سے سینے کے علاوہ کچھ نہیں

[illegible]

طرف سے جو کہا گیا ہے اُن پر یقین کرو۔
 • ریاض: ہمیں کبھی میں تمہی انکی اور میں نے دانستہ تقدیر کا انکشاف کے

ہم کے ساتھ متعلق نہیں کیا۔ ہم اس کی وضاحت پہلے سے الے ہی بتائی تھی۔
 میں تم سے اولیٰ نے درمیان میں کسی کا اس کا رخ کرنا چاہتا ہوں۔ میں تم کو بلا
 پہلے سے اپنے حلقہ میں لانا چاہتا ہوں۔ ہم اس کے لئے کسی کی غلطی کا
 براہ راست کر رہا ہوں۔ تم سے ایک عزم اٹھانے پر ہمارے درمیان پہلے سے
 ایک معاہدہ میں ہے پانچ سو ہے۔
 وہاں کا چارہ انکار کر گیا۔ اس کا ہم کرنے کا یہ نہیں ہے پانچ سو نہیں
 جھکاؤں۔ درمیان کے گروہ میں کچھ احوال گہرا ہو گیا اور وہ یہ کہا ہوا غائب ہو گیا۔
 "مجازاً سال پر سب کو منظم کرو۔"

میں نے زرداری سے آبادی کی طرف والوں کو خود مقرر کرنے سے
 عقب میں ہے۔ ہمارا علم اور سامعہ جمع ہو رہے تھے۔ ہم سے کہہ رہے تھے کہ
 امریکہ کے زمین پر لڑیں کا بنا ہوا ایک بگل تھا جب وہ اسے بکا تو آوازوں کے
 دلے لعل ملاتے والوں سے ناہ و کھلا ہوئے نکلے اور اس کے پاس میں شامل
 ہوئے۔ ایک بگل میں نے دیکھا شرط میں دوڑتی ہوئی آ رہی ہے۔ خود
 میں بڑی قیامت ہوئی تھی۔ جیسی کہ پتے پتے پیسے میں سے بھیجے جاتے
 کا ایک سہ ماہیہ ہوا تھا۔ آبادی میں داخل ہوتے ہی میں مشرقی مہارت کو لکھ لکھی
 مندرجہ بالا میں نے چند نئے خاموشی کے بدلے اپنے دونوں ہاتھ سیدھے
 پھیل دیے۔ اس کا دوسرے پر تھے اٹھانے سے اس کے پاس سے بدھو میں
 منظم ہو گئے۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی لکیر تھی۔ لڑاؤ لگ گیا۔ پتے
 کا پتہ تھا کہ جیسی کہ پتے پتے لکیر تھی۔ لڑاؤ لگ گیا۔ پتے
 ہاتھ پھیل گئے۔ اپنی مندرجہ بالا ہوا تھا۔ پانچ سو ہاتھ میں نے شہر کے ہاتھوں میں
 نے دیا اور ان دونوں کے ہاتھ بند کر دیے۔ ہم نے کہا: "خبر کو لگو۔ اب
 کچھ کا وقت اٹھ گیا ہے۔"

میں نے آواز کا جاوہریت گونج رہا تھا۔
 جیسے ہی میں نے اس کا گونج سنا، میں نے اپنی سانسوں کو لین دین دہلی
 موجود تھے۔ زمین میں کے گونجے میں مشرق کی عبادت گاہ کی اونچی مندر پر کھڑا
 تھا اور اس کے سامنے تاحہ لفظ انسانی سرگھر سے ہوئے تھے۔ پیغمبر نشان
 جمع دیکھ کر میری آواز میں پہاڑوں کے ٹوٹنے کی گونج پیدا ہوئی اور اچھے
 خود اپنی آواز پر کسی اور شخص کی آواز کا گمان ہوئے لگا۔ وہ سب میری طرف
 متوجہ تھے کہ اب جسے منہ سے کیا نازل ہوئے والا ہے؟ یہ کسی زمین
 میں الفاظ کا مندرجہ بالا ہوا تھا۔ جذبات کس کی ریلے میں ابتدا اور منتخب الفاظ
 کی ترتیب کا پرکھ میں تم پر کچھ تھا۔ میں نے چند ہی آہیں میں اور اپنے
 ہوتے تھوڑی۔ انکو دیکھ کر اب کچھ کا وقت اٹھ گیا ہے۔ وہ وقت
 آچکا ہے جس کا قاتلین زلزلوں سے انتظار تھا۔ ہوا تو آواز نے تھا۔ میں
 میں فیصلے کو تم نے شروع کر دیے ہیں۔ وہاں تو ان کی تائید کا اشتراک کیا
 ہے۔ اب چلو جالوں کے سحر کو وہ ناخالصی تخریبات سما کر دو جس میں
 محفوظ ہو کر وہ ہم پر علمی نشر کیا جاتا ہے۔ میں یہاں کی طرف سے تم
 سے مخاطب ہوں میری آواز وہاں کی آواز سے تم یہ ہاتھ دیکھ رہے ہو؟

میں نے فلورا اور غلام کے ہاتھ پھڑکے اپنے گلے میں لٹکا ہوا استخوانی لہ
 ہٹا دیا۔ یہ میری اور باہن کی رفاقت کی علامت ہے۔ میرے دوسرے کے
 درمیان اتحاد اور اتحاد کا رشتہ ہونچکا ہے۔ یہ کوئی نہیں ایک مزاج ہوں۔
 انکو دیکھ کر میں کہیں کی روشنی کی ضرورت تھی۔ وہ جب طور پر تو امدادیں
 کا انتظامی اندیزہ بھی ختم ہو گیا۔ ہمارے ایک فلورا نے سے مخاطب تھا
 لیکن مجھے عموماً پتا تھا جیسے میں لکھا نہیں ہوں۔ میرے ساتھ بیک وقت
 کئی جاہلین برصفت آواز بلند کر رہے ہیں اور میرا جسم انہیں ہے۔ ہر
 میں اپنے جیسے ہی آدمی اپنے جسم میں چھپائے ہوئے ہوں۔ وہاں ہم کے
 علاقے سے واپس آنے کے بعد مجھے اپنی وضع قطع پر نظر کرنے کا وقت
 نہیں ملا تھا۔ کیا یہ میں تھا؟ مجھے ایک نامیہ کے لیے خود پرستہ ہوا
 میں تو کوئی جگہ تھا جس کے سب پر بال نے نماشا برٹھے ہوئے تھے اور کھڑی
 کمال کی دھڑکے کی طرح سخت تھی۔ انھیں خشک اور بران تھیں اور توڑ
 کسی طوفان کسی آدمی کے سے تھے۔ فلورا اور غلام میری آواز کی گونج
 سے خوف زدہ ہو کر میرے پیچھے سے چھٹ گئی تھیں۔ استخوانی ہاتھ میں نے
 پھر گلے میں ڈال دیا تھا۔ ہجوم کا رول دیکھنے کے لیے میں نے اپنے
 خطاب میں وقفہ کیا اور ہاتھ پھیلا دیے۔ میری انگلیوں سے جھون کی ہلار
 خارج ہوئے گئیں جو جھولے اور گیر بناتی ہوئی ہجوم کے سروں پر پڑنا
 لگیں۔ کیا تم تیار ہو؟ میں نے پوچھا۔

یہ ایک ناقابل بیان شہر گونجا۔ وہ اپنی گزریں ہلا ہلا کے لکڑی
 کا انبار کر رہے تھے۔ میں ان کے لیے تابی خود سے دیکھتا ہوا مجھے ان کی
 آواز کا عذر لینے کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے عذر ایا کیا کہ جواب
 میں وہ منتظر ہو گئے اور امداد کے ایک زبان ہو کر لڑے خیر نہ ہو گئے۔
 شروع کر دیے۔ ایسا معلوم پتا تھا جیسے میں نے انسان کے اس جگہ میں
 کوئی چھوٹی جھپک دی ہو اور ہر طرف آگ بھڑک اٹھی ہو۔
 وہ دھنسا دھاڑ میں ایک دوسرے سے اپنے چھوٹے لگے۔ ان کی چپٹی ہوتی
 انھیں کھنٹے ہوئے ہوئے ایک دوسرے سے ہر دم دیکھ کر ہرے خشک
 زمین نے غفلت جنم کا ایک ناقابل کیا میں اسے خوف کا نام نہیں دے سکتا
 کیونکہ اس ہجوم میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو میری ہر سر کی ادھر کے لکڑی
 وہ ایک اندیشہ تھا جو اب میرے ذہن کے کسی گوشے میں ٹھیکھا اور میری
 بیتی ہوتی زبان بٹھرنے لگی۔ اپنے سامنے کھڑے ہوئے ان کے شہر اور لڑکوں
 کے درمیان میرے رائےء حاجیت اور دہشتان کا احساس جاگڑا ہوا ہیں۔ ایک
 تھوڑا سا متحرک کی طرح ان سے مخاطب تھا۔ یہ وضاحت وہاں مطلوب بل
 ہے جہاں انسان کے سرکش رول اور اپنی سمت کیسے نہ کی خوش ہو رہے ہیں۔
 انھیں آمادہ کرنے کا نہیں حکم دینے کا تھا۔ چنانچہ مجھے اپنے لفظ متعلق کرنا
 کی ضرورت نہیں تھی۔ یہاں نے یہاں تک آنے کی اور اپنے گونجوں
 مخاطب ہونے کی عزت بھی نہیں کی تھی۔ وہ اپنے علم پر مبنی اور اپنے
 لوگوں پر اتنا اعتماد رکھتا تھا کہ غائب میں سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔

یہ ایک خوش گھڑا آنے پر قرار لوگوں کی شہر میری غضب ناک اور
 ت کا جائزہ لینا اور امداد میں سے کسی کو کچھ تنبیہ کرنے
 تو قیل گیا۔ سنو! میں نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ ہاں سب کی آوازوں
 میں پورا پورا گونج رہا تھا۔ وہ پتھر کے رنگ بن گئے۔ میں نے باؤ بلند اپنا
 ب جاری رکھا۔ کونج سے پہلے میں اپنی زندگی اور موت کے کس
 ملنے کا کتنے مناظر کے اور دلچسپ آوازوں کو فریادیں پیش کریں گے۔
 ان وقت تک سمندر میں قدم نہیں کھیں گے جب تک وہاں
 دھندلے کی شکل قیام حاصل نہ کریں اور میرے ہرے تڑپیں نہ لیں
 بڑی رحال سے خوب آسودہ نہ ہوجائیں تاکہ ہمارا ذہن بڑی روک سے
 رہے۔ میں تھیں آج کے دن اور میری تائیں سے انکو دیکھ کر زمین
 ایک ہلاکاوت منقہ کرنے کا حکم دیتا ہوں ہیں اب تھا رادی ہوں
 خود دیکھ کر زمین کی ضرورت تھی اور تھیں بلکہ انتظار تھا تم نے عرصے
 کو کوشش کر کے دیکھ لیا لیکن فیصلے پہلے ہی کیے جا چکے ہیں۔
 ان کے بعد میں نے کچھ نہیں کہا اور اپنی دھواں دی گئی بنی انگلیں

میں میں اس سہ سے نیچے اترا تو انکو مار کے سر کوہ لوگوں نے مجھے
 نہیں لے لیا۔ وہ شاید ان بات پر حیران ہوں گے کہ میں نے ہانپا
 ہی کا لہرہ مٹو کیوں کر دیا ہے؟ شروع شروع میں جب میں مندر
 بند رہا تھا تو میں نے پڑ پڑ کر سانس لے لیا کہ اس طرح کا انبار کیا
 اگر کبھی اور وقت سال پر جمع ہوجائیں گے۔ ہاں جب میں
 اپنے عقب میں انکو دیکھ کر غور کیا تو اہم اور دیکھا تھا اور
 ان سے ایک معاہدہ کیا تھا تو اس لیے میں سرسبز خوش میں تھا لیکن
 یہ جیسے ہی اس ستارہ جو خیر کی وحشت انگریزی سے متاثر ہوا گیا ان
 میری مخالفت پر جڑتی تھی۔ یہ توڑی کی زمین نہیں تھی یہاں کے لوگ
 رسالے رنگ تھے۔ انکو دیکھ کے اشد سے معنی اپنے معقول فائدے
 تھے۔ اپنے اتفاق کا انبار کر رہے تھے۔ یہاں نے میری کیا
 لٹال تھیے پر پہنچنا کا سبب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں خود ان سے ایک
 آدمی کو لے کر تھا اور اس نے اپنے عظیم معاملات کے تحت مصلحت
 دیکھ کر اپنے اختیار کیا تھا۔ یہاں سے زمرہ معاملات کا جائزہ لینے کا وقت نہیں
 تھا۔ لوگوں میں یہاں سے جہد کرنا تھا لیکن توڑی پر پھار کے اتارے
 ہتھ دیکھ کر کابھت سا وقت مل سکتا تھا جس میں نے صرف د
 ملنے کی لٹال کی تھی۔ لیکن سہ میں نے کوئی جانتی ہی فیصلہ کر لیا ہو

ہم ان کا قیام حاصل کرنے کے لیے مجھے خود کو مطمئن کرنا تھا جب
 اسے اپنی امان نصیب نہ ہوجائیں مٹی جس کی تہ دی سے
 لڑکی نہیں ہو سکتی تھی۔

تمام غفلت میرے سامنے آکر موجود ہوئی اور میں نے اس کے اشتیاق کا
 شہرہ کا توڑ کر اٹھا۔ اندازہ ہو کر کہ کتنا بڑا کارنامہ سر انجام دینے جا رہے ہیں۔
 تارک بڑا عظیم طعمہ اور مل کر سرزمین۔ اس کی تخریب کوئی معمولی واقعہ نہیں
 تھا۔ جالوں کے زلزل کا خیال پہلے ایک خوب سے زیادہ کوئی ہیئت
 نہیں رکھتا تھا۔ میں شاید بھول گیا تھا کہ تھی۔ انڈیز کے بعد مرنے کا یہ
 موقع تھا۔ تارک بڑا عظیم طعمہ کے طعمی مٹاؤں کا میں نے اپنی آنکھوں سے
 نظارہ کیا تھا۔ میں نے محلے زار کی زاریت کی تھی ادا تھا۔ لاکھ ستان
 دیکھا تھا۔ تارک بڑا عظیم طعمہ ہم مہذب دنیا کے چند افراد اپنی تمام مسلمانوں
 اور کشتوں کے بلوغت فلور میں ہو سکتے تھے۔ ہاں تک کہ کڑک کی پھر لڑی
 جی اپنے بھاری سرنگ اور اس کی بیٹی مریتا کو دواں سے نجات دلائے میں
 کا نام ہو گئی تھی خود انکو دیکھ کر لوگوں نے کون کون سے حیرت زدہ ہوئے تھے؟
 مجھے یہ گمان گزرا کہ میں نے یہاں سے جہالت میں کوئی عہد کر لیا ہے اور کچھ
 کم حصے پر قیامت کر لے ہے۔ میں نہاں میں رہا ہوں یا میں نے پیش آنے
 والے واقعات کا لفظ تھم کر لیا ہے۔ میں نے اپنی آخرت جہالت کا اٹھائی طرف
 مرکز دیکھی ہے اور دوسرے اہم اور فلور انکار کر دیے ہیں۔ تارک بڑا عظیم
 میں جب یہاں کو جالوں کی جگہ فضیلت حاصل ہوئی تو یہ کیا ہو گا؟
 براہ راست مجھے پتا چلا کہ یہ کیا کا اٹھانا حاصل کر سکتے تھے۔ ساتھ
 مشروط ہے کچھ ہی باقی ہیں جنھوں نے مجھے گریز پر کرایا۔

مندر سے نیچے آ کر کے جس میں طرف بڑھا ہوا ہے ہجوم کو کافی کی
 طرح بھٹ گیا۔ میں نے گروہ کے کاغذ پر ہاتھ دیا۔ اس کے لیے یہ
 ایک بڑا اعزاز تھا۔ میرے قریب ہی یہاں کا نائب اسراج میں تھا۔ گونے
 اور دوسرے رنگ بھی میرے گرد جمع ہوئے گئے۔ انھیں غصہ طرے
 سے برتا جاتا تھا۔ جبکہ میں نے یہاں تارک بڑا عظیم طعمہ اپنی تہم
 جہد کے درمیان کیا تھا۔ قریب کا یہ انداز ان کے لیے ایک اچھی بات
 ہوتی تھی اور جہد سب سے اسی قربت کی طلب تھی جس کے منبر ہر
 طاقت وادی ناواں رہتا ہے۔ وہ پہلاں طاقت میں خود کو دھما
 عموماً کرتا ہے جس کی طرف نفرت کی نگاہ اٹھی ہوتی ہو۔ وہ شخص زندہ
 مردہ ہوا جائے۔ جو اپنے اصل میں رسوا ہو چکا ہو۔ ذات کا اعتماد اپنی
 جگہ سے محروم دیکھ کر ہمیشہ تنہا نہیں رہتا۔ فلورا اور غلام مجھے یہ گئیں ہیں
 ایک بڑا سامعہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اب اس دین و دین میں ملان کی
 طرف بڑھ رہا تھا۔ جہاں تہم قدم پر پتھر کے عتروں میں آدمی غوطہ تھے۔
 چوہرہ انھیں نے شہر حیات نہیں بیا تھا۔ اس لیے انکو دواوں نے
 ان سے ضرورت کے وقت کام لینے کے لیے انھیں پتھروں کے خول
 میں مقید کر دیا تھا۔ جب ہمارا قافلہ وہاں پہنچا تو میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔
 دوسرے نے آسمان پر آواز ہوا ایک گھڑی سے نیچے کی طرف گرا
 اور اس کے ہاتھ میں پھڑکنے لگا۔ بہترین گزرتہ کرنے کا مکمل غنٹ تھا لیکن
 میں وہاں ایک دوسرے طرے سے انھیں شہر کو دیکھا جاتا تھا۔ وہ

قوی الزم کہ جسے چھوئے ہاتھ میں آئے کسی بھی چیز کو یا طرح
میری کسی میں بند ہو گیا ہیں نے شخصی کھولی تو مان لاکھ میں نے لاکھ میں نے
اسی چھو کہ سے اطراف میں آٹھادی بیچتے زبان میں گرد کا ایک خیار میں آٹھ
پر وسط ہو گیا اور کسی آٹھ میں طرح گرد گیا۔ یہ گستاخوری تو جو بیکہ خیر لاکھ
لفظ آٹھ حیرت سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے میں نے نیچے جھک کے
گردے کا اٹھا یا پہلے تو وہ میں اس اہامک اقدام ہو گیا یا لیکن جب اس
نے اسے سنا یہ جہر دیکھ کر خود بخود ہکا بکا کر گیا میں نے اسے ایک ہاتھ سے
اٹھا کے تھیلی کے کڑا کر دیا اور حکم دیا کہ وہ تھیں کے غسل سے آزاد ہونے
دلے ان لوگوں کو خطاب کرے۔

زین دہل جانے لگیں۔ آگے بڑھا تو سب مایہ ناز سواروں اور اہل
کے انہوہ شیر نے ہری پری کی چڑیوں کے دربان ایک اچھے
قدی کر ہاتھ پیر ایٹھیں انھیں قد میں بہت چوڑا بہت نمی مانا
رہی عین یہ دیا کہ ان کو کھامی دانت کا اعجاز تھا کہ میری بہت
فوت اور حاد کا کوئی ملے مجھے خود نظر نہیں آتا تھا غور کی وقت کی پہچان
اس کے مہل کی طاقت و چیز سے ہوتی ہے۔ یہاں اس مہل
میں کوئی ایسا نہیں تھا جو سیکڑن سے سوا ہو۔ یہاں اس کا سوار
اپنے لیے ایسا تپاک۔ یہ نورانی یہ خوف یہ عقیدت اس سے پہلے نہیں
کچھ تھی۔ سو میرب نشانی انھوں کی وجہ سے تھا جو تیر اور ہری
لیے جری طوت اٹھ رہی تھی سیراول جاتا تھا کہ سامنے جسے فخر
آئے فاکٹر کردوں بدوخت جو سامنے سے کھڑے ہے آگے اس کے سوار
سینہ تلے جو ہے آگے سے ریزہ کو دس مین میں اس کی شمشیر کی
نہیں کر سکتا تھا چھری طاقت کے انہوہ کے لیے کیا رہا جاؤ پھر ایک
پاڑو رہا جو عرس نہیں کر طاقت کے لیے آتاں غمازی کو جوتی
انہیں کا لازم ہے۔ طاقت کے ذیلیے تمام لوگوں کا فخر تکیں سے
غل خود طاقت کے لیے موزیں ہیں۔ یہ طاقت خود مغل موکے وہ
تہا طاقت ایک خبر نماز مظہر ہے۔ انہوہ رختی کی جو ہوگی کے سبب

ہی فخر ہوتا ہے اور دوستی کو دشمنی اس لیے کہتے ہیں کہ انہوہ
ہے طاقت کے اپنے انہوہ کے لیے مناسب غمازی کی ضرورت پڑتی ہے
اُن کا اور اُن کی ہری سے ہوتا ہے اس لیے ان سب ہیوں کو
دکھنا ضروری تھا کہ کو اُن کی نگاہوں سے میں اپنے باطنی اور ظاہری
کے داوا ہاتھ تھا۔

خاک کا تھا جہاں بعد میں کسی کو کسی پرالزام دھرنے کا موقع نہ مل سکے۔
 لیٹا ہوا، بڑبڑکا تھا، وہ بڑبڑکا تھا لیکن جواب ہونے والا تھا وہ
 ہمارا نہیں تھا کہ اسے اپنے مزاج کی خسروی پر چھوڑ دیا جائے یہ
 جب چاہا کہ غفلت نصیب ہو تو یہ کمر ہاتھوں میں کر دیا، گو اسے
 رٹا اور اس کے لوگوں کو رو کر دھرنے کا اشارہ کر دیا صرف شہر طار تھا اور
 زمین
 ہمارے ساتھ سنسان علاقوں کی طرف بڑھنے لگا۔

کون سا گناہ کسی ایک پر غیہ یا مشکل برپا تھا۔ یہ احساس بڑا جان بول فزاعا تھا کہ میرے سامنے سارے ملک شکار دار اور کسٹروڈ کی تعلیم یافتہ لوگ نظر آ رہے تھے کہ میری جیب میں نوادیر اس نفاذہ حال میں محکم بڑا شکار دار تھا کہ اس کے کان پر تو کچھ بھی سمجھ کر توجھے مگر ان پر ہوتا تھا کہ وہ آقا بلا رہی ہے۔ شکار کی نفاذت سے میری منزل کا نشانہ سامنے ہوتا تھا۔ یہ لیے میں اسے یہاں لے آتا تھا۔ اب کچھ لوگوں کی ہمدستی ہے۔ یہ چند دن گزر جائیں گے تو کیا ہو گا؟ جب یہ ہوتا تو اس کا کھو جیتا۔ جب وہ رہبر ہو تو کی دیا اور دیاں میں حاضر نہیں ہوگی۔ شکار قص کر رہی تھی اور اس میں کسی شہر کے تصور میں محکم تھا۔ جس نے اس حالت کو پہنچایا تھا۔ مجھے یہ برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ اسے شکار سے شکار کر اپنے پاس کیا یاد رکھتی تھی۔

میرے نظر اترنے میں اس کے ساتھ ہی قوس بند کر دیا تھا اور ادب چپ چاپ میرے قریب کھڑی تھی۔ ایک ناک میری نظر اس پر پڑ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھکے ہیں۔ بے قراری سے اسے دیکھ لیا اور شکار کے کانوں پر انگلی جھکے کہ اس کی سامحت مثل کر دی۔ تم غامض کیوں ہو؟ میں نے ہنس کر اسے

ہوئے لہجہ

سے اپنے ان خدمت کارانہاں کو اجاب کرنا نہیں چاہتا تھا جو ہمیکہ سرکشی اور جبر سے
تھے اس کے کیا معلوم تھا کہ ایک شدید تنگدستی کے دریں خانہ دہاری ہے۔
یہ دیشناں غازیہ مارچا نہ مظهر طریقی تو حقیر اس اشتیاق کا توکل میں جبر سب
بھی ہر نہ لاد کچھ نہ ہونے کے سبب سے ہے میں نے اس کی خدمت دود
کرنے کے لیے کیا تم مجھ سے قریب بڑا میں اپنے آپکے دود بھرا ہوں
"تھیں انھوں نے اپنے حکم اس پر کیا ہے تم وہاں کچھ نہیں کر
کرنے گئے تھے، وہیں سے آئے ہو تو کیا معلوم ہو رہا ہے میرے سب کچھ بھول
گئے ہو کفری اسباب میں نہیں رہا وہ جو چاہتے تھے وہی ہو گیا۔"
"تم ایک حکومت کے دفاع سے سوچ رہی ہو، میں نے یہ بھی
کہا۔" اور ایک سامنے بڑے مسائل میں میں نے دیکھا کہ وہ ملائے میں اپنی
برتری کا وہ خانہ بھی چکر لیا ہے جو مالی تقاضا میں وہ راز پایا ہے
جس نے مجھ اور تمھیں اور آپ کے شہساز لوگوں کو مذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔
یہ کہتے ہوئے میرے اعصاب میں سختی لگتی ہے کہ میری کچھ دیر کیا ہے؟
کچھ دیر نہیں۔ میں سمندر تعمیر کرتا ہوں اور یہی طے کر رہا ہوں کہ اس اور ہم
جنگ ہار سکتے ہیں یا جیت سکتے ہیں۔ میں انجوسا سے فراخ میں ہر سکا
ہوں اور جالوس سے بل کے دوبارہ اپنے منصب پر فائز ہو سکتا ہوں
لیکن اس سے حالات میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا نہ تمھیں نہ حالت
ملے گی اور میں یہ یہ کہتے کہتے میں غیر گیا۔

رکھانے ہوئے لیے ہیں بولی۔
 • ہاں۔ حالاکہ یہ ایک مشکل کام ہے میں نے مرد و بھری سے جواب دیا۔
 • میں تمہیں اس کا شکر دیتیں، دہلی گئی وہ تیزی سے بولی۔
 • میں بھی خود کو یہ شکر دیتے ہیں کہ ابا ہوں مگر میری مین خواہش یہی
 ہے۔ میں نے بے باکی سے کہا۔
 • نہیں۔ وہ دھڑک دھڑک کر بولی۔ اگر انھیں تمہاری غمزدگی سے تو
 رنم سے ہر قسم کی معافیت پر تیار ہو جائیں گے۔ تاکہ ایک بڑا عظم ان کی
 لڑائی ہے تمہیں کہ کون کا ارادہ منو کر کے ایک نیک کام کیلئے اب
 فصل ترین شراکتہ کے انھیں اپنے معاہدوں کی پابندی پر مجبور کر سکتے ہو۔
 • میں نے ان سے عہد کیا ہے کہ سب سے پہلے تو یہی ہیں تم کہیں
 لیکن بندیں میں خیال آیا کہ کوئی بی عہد کا کافی نہیں ہے۔ باقی تیز نیات
 مجھے بونی چاہئیں۔
 • تم نے غلط کیا۔ غلطی یہ تھی سے بولی۔ تمہیں آری کہ بھائے
 پلین پرائس جاملش کے معاملے پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔

مطافقت کے سوا ایک اور چیز بھی ہے فلورا! میں نے اُس کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا: وہ ہے مصطفیٰ سربراہان کی مصطفیٰ کہ اسے جہاں میں بڑی احسان و مہربانی ہے اور جہاں مصطفیٰ ہے کہ میں اپنی مخالفت کو امانت دے گا کہ ہے میں نے سن کر اجازت دے گا کہ اسے کہ میں نے

”تم صرف تفرہ کر رہے ہو کوئی فیصلہ نہیں۔ یہ طوالت خود ہمارے لیے مناسب نہیں کیونکہ کمال ٹیماں اور نرزمیں میں حالات کسی وقت بھی انڈیل کے برعکس نوراہر ہو سکتے ہیں۔ بہتر ہے تم اسی صورت حال پیدا کر دو کہ ریاجن تم سے دباؤ گفت و شنید پر مجبور ہو جائے۔“

تم ہمیں بھی باقی کر رہے ہو، وہ ناموسی سے بولی۔ اور شاید مجھے
 تنگ کرنے کے مزمون میں ہو۔ شاید تعین تعین نہیں کیا کہ تم مذہب دنیا میں بھی
 دس جا سکو گے جواز کے طور پر تم ایسی دلیل پیش کر رہے ہو کہ یہ کشت
 یہ آرزوی خوف کوئی مجھے۔ چلا آؤ۔ اس نے میرا ہاتھ چرک کر گھنٹا گھنٹا
 کیا۔ اگر تم اپنی باتوں کے باوجود حق نیلے سے غم ہو گئے ہو تو مجھے اپنے
 نانیسے کے طور پر باج کے پاس بھیج دو۔ پھر میں جو فیصلہ کر دوں گی وہ
 تمہیں قبول کرنا ہے۔

مقدس ریاجن کا عزیز معلوم کرو مقدس جابرؑ
 ہر۔ یہاں اپنے اعتبار میں نے نعت سے کیا کن چرچے اپنے
 لیے یہ تھا۔ ہو گیا ناس نے مجھے سیاہ و سفید کا مختار بنا دیا ہے۔
 ہر تاج میں ماں کا مکرملہ ریاں ماٹھ پوکر کے حوصلہ دعا کا بہت بڑا
 ساعر اور بیان کا نائب قلم میں نے اپنا ماٹھ پھرنے کی بہت کوشش کی
 مگر وہ گھڑواؤں اور فرادہ کرنے لگا۔ نتیجہ میں نے اپنی ٹھوکر سے اہل کا میر خود
 سے دیکھ کر کیا راز آواز ہو گیا تھا اور اسرار سے اہل کے بعد کی عزت نہیں کی
 تھی۔ یہ سبک اٹھانے سے غلام کا ہوا مکمل کیا اور میاں مادہ اور ذہل ہو گیا۔
 اسرا کو گڑا اور گڑے نے سہارا دے کے اٹھایا ادب دعا کا طرف
 چپ چاپ کھڑا ہو گیا تھا جب سیال مادہ غامض دہل ہوئے پڑے گزور
 کئے تو میں نے لہذا آواز میں کہا: اب کیا سبک دوست! پھر آواز اور اپنے
 ساتھ اپنے دو تھل کر بھی لے آؤ۔ تھا بہت بہت شکوہ کرتی ہے جو بچایا۔
 راستہ سے چار کوئی رکاوٹ دریاں میں نہیں ہے۔ تم سید سے میرے
 پاس آؤ۔

میں تھا اور احسان نہ دینا کہ ہوا بلاشبہ اس میں تعین کوئی نہ کر
نہیں اصل کا تاج آسمانوں میں آنا کہ وہ بھی ملے ملاقات میں ہوا
اس عرصے کے لیے جتنا ہے وہیں ہے اس کی بشتانی پہاڑ پہاڑ کو چڑھا
کرتے ہوئے کہا کہ اور آتا ہلا کہ غمتر اس سے لے لیا۔ انگوٹھ کے رنگوں
ماننے آتا ہلا کہ غمتر اور میری بے لایں کا خوش گزار بات نہیں ہی
اس کی ہوا نہیں کہ اسے سینے سے لگایا اس کی انھیں چوہن میں
بہن کو ہر سدا یاد آتا ہلا کہ رقیب شوطا کہ ٹھٹھ کے غمتر اس کے جوان
شوطا سے لیتے ہوئے چکپانی جو میری غضب ناک انھیں دیکھ کر
گئی۔ اس نے تمام تر امتیاز سے غمتر آٹھایا۔ اس نے ایک کل پڑھ
اس کے گھر میں ایک ملا اڑال دی جو اس بات کی علامت تھی کہ
شوطا دھجھ سے غلامی کی شریک نہیں ہو سکے گی۔ ادا اس کے پڑھ
سے پہلے بچے غمتر جو ملے گی۔ ساتھ ہی اس نے غمتر کے حرمہ حاضر
کے لیے چوہن آرد و شوطا کہ گردن میں ڈال دیا۔ ساتھ سامع سلان انوار
یہ ماجرا دیکھ کر تھے اس درجن پہلے تھے کہ میں کن سے مل پڑھ
کا ہونے آخری بار سے رشتہ محبت سے غمتر چکایا اور ادا اس کی
انتہا کر کے آسمان کی طرف پرواز کر گیا۔ وہ اصل میں اس کی آرزوی سے
غضاب پایا ہوا جو اس نے غمتر کو کیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ
کرتیں میں اپنے من اور پسینے کی تمام آرائشی کے ساتھ اس سے حاضر
میں نے پڑھال آواز میں کہا۔

میں نے غمتر دھواں غلامی آرزوی بھی قریب ہے۔ اب وہ دل لہا
کی بات ہے۔ مجھے زین پر بیٹھنے کی وجہ سے غمتر کہ ایک کاغذ ہے۔ یہ
ایک بہت بڑے قصد کے لیے غمتر تین زملاں میں بھیجا گیا کہ تم مجھے
دل کے نو کاڑے انجام دو جو ہم اپنے غمتر کی قید میں رہنے کے بعد
انجام دینے سے حاضر ہیں۔ غمتر اس قاتلین کا لایں کہ تم جو جسم کی قید
زمان و مکان کی غمتر سے تھا کہ اس قاتلین میں۔ میں نے غمتر آرد
ہے اس لیے کہ میں غمتر دوبارہ لایں لانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں
غمتر چرے میں بند کر سکا ہوں اور دھمتر تین افراطیں پہنچا سکا ہوں
یہ کہ پاس سامع اذلم کے وہ ہتھیار ہیں جو تھکے ہر جن میں زخمیر
سکیں لیکن میں نے غمتر آرد کہ وہ باپے کا ترم تاکہ ہر غمتر کی غمتر
انگڑا میں ہونے والے یا گاڑ دین میں شریک ہو سکر اور دین سے عمل
طون ملتے ہوئے وکٹ باؤن میں ساتھ کے حواؤ اس طرح تھانے
میں پسینے کی اذیت کا کچھ نہا کہ بھی ہو جائے گا غمتر انگوٹھ کے
وجہ معلوم ہے اور یہ معلوم ہے کہ ماؤن کے پاس میں تھانے
کہ ایک بڑی فوج ہو رہی ہے۔ میں اس لشکر سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں
کا فوڈ کوڑا ہے۔ یہ کام غمتر سامع کا لایں غمتر غمتر کی غمتر
سکتے ہیں غمتر خدہ نامہ ہیں کہ میں اس کی تائید مال ہے نہ شام
کیامیری باتیں تم پر واضح ہو رہی ہیں؟

جواب میں انھوں نے غمتر چکایا۔

میں تم سے وعدہ کرتا ہوں اور یہ وعدہ کسی عالم کا عام وعدہ نہیں
 جاہلین یا بے علم کا وعدہ ہے کہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد تین ہفت
 کے ساتھ بھٹک کر باجائے گائے کا علاقہ میں تم سے یہ وعدہ پھر کرانے کی
 بات بھی نہ کیا ہوگی کہ تمھیں ہمارے شاد و شادہ جنگ آزمایا نہ ہے لیکن میں
 ایک خیر خداوند جاؤ اپنے وعدہ کا سہ دلیان، دیکھنا پسند کرنا ہوں اس
 معاہدے کے بعد کسی نے خیر خداوند کی کسی گمشدگی کی تو میری ساز و قدس
 اُن کی خلاف ورزی کرنا ہر معاملہ کی اور میں تمھیں آزاد کر کے یہ سکن کا
 مانتے ہیں لیکن گائے کا کیا تم میری باتوں پر یقین کرتے ہو؟“
 ایک ساتھ بیت سی اور اُن کی بلند ہوئیں۔ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔
 - تمھارا شکریہ کہ تم نے مجھے میری بات کا یقین کر لیا اور اسی تیرے
 کا نظارہ نہیں کیا۔ آج سے تم میری اطاعت کرو اور اور میرے حکم کی پابندی کرنا
 تمھیں کرنی ضرورت ہے؟ میں نے تمھاری طرف دیکھ کر پوچھا۔
 - نہیں ہیں۔ ہم تم پر آمنا کرتے ہیں۔ ناخوش نے جیک زبان کہا۔
 - تو تم آزاد ہو رہے ہیں۔ اور تمھارے دوانے تم پر تمھوں نے لے لیں۔
 ہم ہر جانے کے بعد یقیناً تمھیں بہت سی سفروں میں ہوں گی۔ سو میں آج
 کچھ نہ دے تمھارے لیے ترجیحی طور پر جو ہے۔ اور تمھارا بیٹن جیلا کا
 کہ نزدکائیں اور دائیں کی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہاں مشن ہے جو خدا
 اور ایمان کا سلسلہ جاری ہے۔ اپنی کامیابی کی حرائیں مانگو اور قرائین
 میں کرو اور اپنے سردار کی اطاعت کرو کیونکہ وہ جیلا کا لاکا کا عرب آدمی ہے
 اور اُن کا نام جاہلین یا بے علم ہے۔ تاہم جو عظم علی اُن کی آمد پر لائیں
 کہ کیا پھر ہی ممکن ہوئی ہے۔

نہ اپنی تشریح آواز میں کیا۔ "مقدس جاہلہ اب کونج میں کیا دیار ہے؟" میں نے اسے غور سے دیکھا ہے، ہا آواز دیا میں کی مسلم ہونی پر کسی بولیں پر مسکراہٹ مل گئی، "عزیز لڑھے! ایک استعارہ ختم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کھٹے کھٹے کھڑے ہو جائیں۔"

میں کچھ باتیں مقدس جاہلہ پر تمہاری گفتگو راضی و املا ہے، ازاد و کم وہ باتیں کہ روبرو ہادی تمہیں آتی ہیں۔ لڑھے نے جرات سے کہا۔

"اب تمہیں مقدس جلا کا لکائی تائید ملے گی۔ میں نے زہر خند سے کہا۔ اور جلاؤں کے عین کے تباہی سے ایک شگون مل چکا ہے، تم سے بغیر بھی ادا ملائی زمین پر چلا کر سکتے ہو۔"

"اے۔۔۔ لڑھے نے گہری سانس لی۔ وہ کہتا ہے جاتا تھا کہ کاش ایسا لیکن ہر تاجر خود مردواہیں بھرے گا۔ مقدس جاہلہ تھکے پیسے لڑھے ساہوکار کے بغیر ہی ہم نکل نہیں سکتے۔"

"تم ایک تاجر کا شخص، لڑھے لاسی؟ میں نے اس کا نام پتہ پتے کہا۔ تم جانتے ہو کہ کون گزرا کا سبب کیا ہے؟ میں ایک مرد خدا کا خوشنہ ہوں۔ میں ایک طرحی شخص نہیں ہوں۔"

"سے شک۔ وہ مرد نکالے۔ لڑھے اسی لیے بے جا تمہاری تسلیم کرتے ہیں۔"

"تو ارمیں کھانا جاسیے کہ میں کیا جاتا ہوں۔"

"اں کے جواب دینے کے بجائے اسرا سامنے آیا اور عاجزی سے بولا۔

"مقدس جاہلہ ہائے دریاں پہلے سے شراکتے ہو چکے ہیں۔"

"ہاں۔ لیکن ان شراکتہ کو کام و کمال انجام دینے کے لیے میں اس کی جزئیات کے بارے میں تشریح کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"میں تمہاری ہر بات دیا میں کو منتقل کرنے کو تیار ہوں۔" اُس نے تیزی سے کہا۔

"لیکن میں براہ راست دیا میں سے غلط ہونا پسند کروں گا۔ مقدس روجل کے سامنے نماز مساعروں اور عالمین کے سامنے ہم دونوں بہتر تجویزوں پر غور کر سکتے ہیں۔"

فلور نے اسی لمحے گہنی لٹاتے ہوئے کہا۔ تمہارا ابراہاں خود شریہ نہیں ہونا چاہیے۔"

"سناتم سے لڑے اور لڑھے لاسی؟ میں نے فلورا کی خاطر کسی قدر نرمی سے کہا۔ کیا تم پہن نہیں کرو گے کہ شاید براہ کرم کیسے کے بعد ان کو کون کی زندگی پر کروز؟ اور دھوکہ کھائے دریاں ایک جنگاری اسی وجہ سے جو کسی وقت بھی شعلیں نکلتی ہے میں نے اپنے طعنہ دفعی سے اس پر غور کیا ہے۔"

دو تین تمام اوروں سے دست بردار ہوتا ہوں اور ان کو کامیابی میں ترک کر دیتا ہوں۔ اٹا ملائی کہ مجھ سے ساتھ لے گا اور اسے ان کو ذرا سے ختم ہونے میں کوئی حزم نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو کہ تم نے دیکھا ہے وہ اتنا ہی ہے جتنا تمہاری آنکھیں دیکھ سکتی تھیں۔ یہ کہہ کر میں منہ سے بے اثر آکا تھا ساہر اور عالم شرا میں سے منتخب ہونے کے لیے لیکن شومار اور فلور کے ساہوکاری سے برابر پہلے کی بہت بڑا کھانا۔"

کر کے ملی۔ ہم نے اپنی خواہشیں پیش کر دی ہیں۔ انھیں ٹھانڈا کر کے مقدس جابر کے غلام بنیت پر مشتبہ نہ کیا جائے۔ ہم مقدس جابر کی اور اس کے ماقبیلہ کو بڑی وقت بہتر تعلقات کا فیصلہ دلانے میں ہماری طرف سے پیش قدمی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔ آخر میں مقدس جابر کی طرف سے میں یہ کہنا ضروری سمجھتی ہوں کہ ہم نے مسلسل غمزدگی کے بعد جو بڑی پیش قدمی کی ہیں سوچ کر سچے دل سے وہی ذیل میں سوچنا چاہیے۔ ہاں اگر مشورہ پیش کیا جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ میں نے فلور کا ہاتھ چھینچا یا وہ بیکر پولیس دیکھ کے بیچھڑی اور کوسے میں غمزدگی کو سکوت بچا گیا۔ میں نے فلور کو بچھا رکھا یا وہ کھڑی ہو کر پلے مقدس جابر کی اور اس کے ماقبیلہ کے پاس ہماری خواہشیں پر سوچنے کے لیے وقت پڑا ہے۔ میں اپنے فیصلے سے کسی بھی وقت مطلع کر دیا جائے۔ اسی وقت ہم سب کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور پھر تارک پیر اعظم جابر اور گلہاں کی تمام عبادت گاہیں پر ہمارا تسلط ہو گا۔ اس کی صورتیں ہمارے استقبال کے لیے اپنی زمینیں نہیں پر بچا ہیں گی۔

فلور غمزدگی کو پیش کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ جسے یہ کہہ رہے تھے کہ کوشش کی گھر وہ ایک بے نقص سترن تھا۔ پھر وہاں قتل کا نشانہ لگایا اور ساحراک پتھر پر لکھیں جاتے اور انھیں ملتا ہے۔ یہاں غمزدگی کی سرس جھکا رہا ہیں۔ سچہ گوارہ کہ مقدس جابر جتنے کی غمزدگی کے ہونے میں اور انھیں کوئی واضح جواب نہیں بلکہ یہاں تک کہ اس کو اس کا ایک اور جاکم کھلا ہو گا۔ مقدس جابر ان اشاروں سے اسٹے کی کیا ہے چاہیے ہیں۔ اگر انھیں سوچ کر ملے کا وقت مل جائے۔ مقدس جابر کی پرمیت کی جانب سے تھا کہ لیے بہتر نتائج۔ اس کی دعا ہے کہ جابر کا کام پھر جابرانہ ہے اور ایک بہتر فیصلہ کر سکتے۔

ہم وہاں سے اٹھنے لگے۔ دروازہ بند تھا۔ ساحراک کی طرف لپکا میں نے اسے وہیں بیٹھنے کا حکم دیا۔ ایک لمحے کے لیے سب کے دل میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے یہ دروازہ ہم پر ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔ شاید ہم بھی باہر نہ جاسکیں مگر یہ غمزدگی خیال ہوا کہ مانند آیا اور دروازہ لگا۔ مجھے اپنی حماقت پر توبہ آئی میری ایک وحشت اور فطرت سے دروازے کے پتھن کھل گئے۔ میں نے باہر چلنے کے لیے ایک قدم ہی بڑھا یا تھا کہ آواز آئی "میرزا" میں نے بہر محبت مگر شکار گواہ کی طرف دیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر دفاعت طلب نظروں سے انھیں دیکھا۔

"بیٹھو جابر مقدس جابر" ایک بڑے کی کیفیت کا آواز ابھری اور اس نے ایک ایک قدم سے شکار اور فلور کے ہاتھ میں لے کر یہاں سے کھلائے تھا۔ یہاں سے ایک گھبراہٹ کا حال کیا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آتا ہوا کھانا آواز دلائے ہے کہ جابر مقدس جابر اور مقدس جابر کی دونوں کو کیاں حقوق حاصل ہیں گے۔

"بے شک! فلور نے مقدس جابر سے جواب دیا۔

"اور آتا ہوا اس معاملے میں میری کسی ترمیم یا ترمیم کا حق حاصل نہیں ہو گا۔ وہ بے چون و چرا مجھے یہاں سے دیا میں ہونے والی قسم کا غیر مقدم کر سکتا۔"

"یقیناً۔ فلور نے فیصلہ کر لیا۔ میں کیا نہ کرنا اس کی حریفیت ایک محفل کی ہوگی اور اسے اختیار حاصل ہے کہ کینوں کے ہاتھ سے اس کے معاملوں سے بے نیاز اپنے بلند مقام پر فائز رہے گی۔ اس کا احترام سب کے لیے مقدم ہو گا۔ کیونکہ وہ مقدس جابر کا کاکی کا نایاب ہے۔"

"کیا تمہارا دعا ہے کہ وہ تازے سے خوش ہو جائیں اور مقدس جابر کے زمان ہوں گے اس کی وہ فحاشی ہے گی یا ناات کا کردار ادا کرے گی۔"

"ہم اس سے یہی درخواست کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے معاملوں میں دخل نہ دے۔ تاہم ہم خود اس سے ناواقف کی تو کوشش کر رہے۔"

"اور اگر اس نے ہمارا مطالبہ رد کر دیا تو پھر؟"

"معاذ سحر! فلور نے سچہ کے کہا۔ یہ معاہدہ انھوں نے مقدس جابر اور جابرانہ دیندہ جزیروں اور قبیلوں کے سردار اعظم ساحراک مقدس جابر کی پرمیت کے مابین طے پا رہا ہے۔ لیکن اسے مقدس جابر کا کاکی کا تائید حاصل ہے اس کی حمایت کے بغیر ہم تارک پیر اعظم کی تیسرے کا خیال کر رہے ہیں۔ اس زین کے خلاف کوئی قدم اٹھانے میں نہیں ہیں۔ یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ انھوں نے گورنر کیل ہاؤس کی خوشنودی کا ثناء ملا ہے اور کوئی عجب نہیں کہ کسی نے مقدس جابر کا انھوں میں بھیجا ہو۔ مقدس جابر کا کاکی کی شہادت کے ساتھ ہونے والے ہر معاملے کا غیر مقدم کرے گی۔ اس کا اختیار ہر حال محفوظ رہے گا۔ سو وہ ضروری فیصلہ اندازی سے خود بخود گزر کرے گی۔"

وہ سب گہری سوچ میں گرفتار ہو گئے۔ ہم نے اس دوران میں ان کے پیش کیے ہوئے قدم سے اپنے گلے تو کر لیے۔

"میں مطلع کر دیا جائے گا۔ یہاں نے ہاتھ اٹھا یا تو ایک بارٹھ نے کہا۔"

"ہم انھیں کر رہے۔ فلور نے خوش دلی سے جواب دیا۔ ہم نے دروازہ دروازے سے اپر تھکنے کی ٹھان لی۔ میری محبت کی وجہ یہ تھی کہ وہاں سے اس مسئلے پر زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خود اس کی خواہش تھی کہ وہاں چاہیے تھی کہ وہ مزید انھوں میں نہ پڑے۔ انھیں انکار کرنے کی بہت ایک کسی عذر تھا۔ یہاں نے یہ عذر بھی مسترد کر دیا۔ اس کے ساتھ میں نے ہم سے دوبارہ بیٹھنے کی درخواست کی۔

"جابرانہ پرمیت! دفعہ درہاں کی آواز کے ساتھ کہ وہ باہر لپکا۔ لیکن وہ اجاب کہ جیسے انداز میں سے قریب آیا اور اس نے اپنی ہاتھ میری کہنی چھوا کر میری پیشانی کا لاس لیا۔ میں نے بھی یہی کیا۔ اس نے سے اس کے ہاتھ پر زور دیا۔ وہ ہاتھ پھر میں نے بھی محبت کی۔ اس کے ساتھ میں مل کر ہلایا۔ اس نے سے دیکھ کر کان بھونک کر ہلایا۔ میں نے

بھی اسی طرح جواب دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں کھڑے ہو گئے۔ میں انھیں ایک ٹھانڈے زارہ ایک دوست سمجھتا ہوں۔ یہاں نے اپنے کھڑے رہے۔ میں کہا۔

"اور میں بھی انھیں اپنے آقا میں سے زیادہ اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ میں نے جسے جواب دیا۔ اگر اس جواب سے یہ خود مطمئن نہیں تھا جوابات بیت سے ذہن میں تھے۔ وہ اس وقت اس سے زیادہ غمزدگی کوئی نہیں تھا۔

"ہم ایک بات غندی بچے پر تیرا جابرانہ گرج سے کہا۔

"اور تم پر غمزدگی کر رہے ہو۔ میں نے مسکراتے جواب دیا۔

یہ وہی اس کے سینے کا تھا۔ مگر وہ شاید بہت ناہنسا جانا تھا۔ اس کی شکل اور میں سے مشابہت خود بخود اپنے رنگ ڈھنگ سے آدمی کا پرمیت مندر پر بنا تھا۔ اس وقت جابرانہ پرمیت اور درہاں کے مابین اپنے دلوں کے فیصلوں کا کار کا گوارہ ہمارے معاہدہ ملا تھا۔ دیتے ہیں۔

"ہم سب گورنر کیل ہاؤس میں کمرے کے بیچ بیچ بیٹھ گئے۔

"ہم اس نے درہاں میں ایک بڑا چھڑا رکھا۔ چھڑے کے ارد گرد جوار مل ہے۔

"تھے انھوں نے پہلے تو جوار مل پڑھا اور اپنی انگلیاں سے اس درہاں میں کے مقدس جابر کی اور ملنے سے ہونے پر انھوں نے انھیں جلا دیا۔ پھر بھی جاتی اور وہاں دینی ہونی سیاہ انگلیوں سے چھڑے پر لکھیں بنائی شروع کر دیں۔ یہ

کوئی ناگوار زبان نہیں تھی لیکن یہی گورنر کیل ہاؤس کے ہتادری بڑی سمجھ جاتی تھیں۔ ان کی دوسری میں بڑی واقع تھا۔ چنانچہ وہ چھڑے لگتے ہیں۔ اس نے دیکھا تھا اور میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس چھڑے پر فطرت کے ہونے کے بعد ہم سب کی نفس سے خون کے اس پر بطور دستخط ثبت کیا گیا۔ جابر کا کاکی کی کھڑی چھڑے کے گھڑی گئی۔ ہم دونوں نے ملنے کے طور پر معاہدے کی کوئی کوئی کیفیتیں دیکھیں پھر ہم سب نے غصوں کی عبادتیں کیں اور یہاں نے چھڑے کو اترنے کے پورے دیا۔ میں نے فدا کی کہ تقدیر ان دوسروں سے فراغت کے بعد یہاں ایک کمرے میں کھڑا ہو گیا اور مختلف انداز میں اپنے ہاتھوں اور پیروں کو تھپتھپانے لگا۔ ساحراک نے اس کے اوپر سے ہاتھوں میں آہنی کرے ڈال دیے۔ ان سے یہ سوچ کر کہ یہاں میں دوستی کا گہرا رشتہ موجود ہے۔

"میں دونوں نے اپنے فتن میں غسل کے سے جابر کا کاکی کی کھڑی ہاؤس بدل لیں۔ آخر میں ان کی طرف سے میری طرح طریق کا انھار ہونے لگا۔ یہاں نے جس طرح شراب کے چند چھینٹے چھڑے ہاؤس میں لے آئے۔ پھر اچالے اور دو چھڑے نے میرے سانپ شمشیر کی کوئی جلا دی گئے۔ یہاں سے شخصیت گورنر کے وقت ماحول کی تپا اور اس سے بڑی مدد گم ہو گئی تھی۔ لیکن شمشیر سے زیادہ اس وقت معاہدے کی پابندی کے لیے فیصلہ انھوں میں انہی میں سے ہو گیا تھا۔ یہاں نے دروازے پر فلور کو اپنی آغوش میں لگنے دیا تھا۔ اور اس کی پیشانی پر بوسہ چھپا کر دیا۔ اس نے جن نظروں سے فلور کو دیکھا تھا۔ وہ مجھے پسند نہیں آتیں۔

میں کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ تارک پیر غمزدگی کے متعلق کے بارے میں ایک بہترین فیصلہ کرنے کے بعد ہم سب کی طرف دیا۔ اس سے ہمارے ساتھ ساحراک تھے۔ انھوں نے کاندھے پر ہمارے کاچھڑا لٹایا۔ ہاتھ سبز میں ہم نے اسے غمزدگی کو اور اس میں انھوں نے کاندھے پر کھینچ کر کھینچ کر ایک ہاتھ شکر عبادت کا اتمام کیا۔ یہاں سے سچے سچا انھوں نے ساحراک پر پہنچ جائے۔

انھوں کا آخری وقت انھوں نے دروازہ پر عبادت کے بعد سب کا نسخہ ساحراک کی جانب تھا۔ یہاں نے عبادت کے بعد میں جزیروں کی کھائی تھی۔ اس نے مجھے سوچے سمجھے پر کمانا اور خود کو بابر غمزدگی کا وقت کر دیا۔ اس کی میری طرف فلور اور شکار میں سوچ میں غمزدگی میں تمام جزیروں کی کمان بھی کرنا تھا۔ ساحراک کیلا لٹاؤ کشتیاں کھڑی تھیں۔ انھوں کا ہر فرد موجود تھا۔ پھر یہاں میں تھا۔ یہاں میں جابلو کی طرح عام انھوں سے فخر تھا۔ ساحراک ہر پر اتھار غمزدگی کو اس نے ان کے سامنے ایک مقدس تھپک۔ اور کمانہ۔ اور تو زنگ باہر تھپک کے پاس تیسرا راستہ نہیں ہے۔ جلاور جیتنے پر غمزدگی کے لیے میں جابلو کے پیش پرست اور فلور ساحراک پر آواز دے۔

"میں غمزدگی کشتیاں آٹا دی گئیں اور انھوں میں دور دور تک شکاری مال بچھا گیا۔ یہ ایک بہت بڑی فوج تھی۔ تارک پیر اعظم کے قہار میں بہت کم۔ یہی غمزدگی شکار اور فلور جابلو میں اور آتا ہوا کھڑے کشتی کے جزیروں بیچ خلافت سے کہ دیا گیا کشتیاں بھی تھیں۔ یہاں کھڑی سب کے حکم کی نظر تھیں۔ میں سے قریب ہی جابلو طرف برگزیدہ گوروں کے بڑے جمع تھے۔ میں نے آخر وقت میں ملٹ کر انھوں کی سرسبز زمین دیکھی۔ ساڑھے چار سو میلان پڑا تھا۔ یہاں تک کہ فلور نے دیکھ کے غمزدگی کی جابر کا کاکی اور دیکھیں سے کیا ہم نے کی غلطی تھا یا خالی ہے یا کام ملنے نہیں ہو؟"

"نہیں۔ میں نے اپنے خیال سے چھٹکے تھے۔ کہا۔ ہم نے اپنی انت میں بہترین راستہ منتخب کیا ہے۔"

"مواہب میرزا اور مزیدانیہ پتھر پر کوشش کر لیا ہے۔ وہاں گئی کا کھجاری کہ وہ جو گوارہ بھانجے گا بہت بڑا نفع حاصل ہے اور اچھا ہے پاس اپنا چھڑا محفوظ رکھنے سے فیصلہ کر تم کسی وقت بھی کر سکتے ہو۔"

فلور کا کوشش دیکھ کے میں حیران رہ گیا۔ میں نے شکار کی طرف دیکھا۔ وہ بھی ایک فحاشی کی تھی۔ میری پیش نگاہ پر وہ کھڑی ہوئی اور اس نے دونوں ہاتھوں کا ہاتھ ڈھکا۔ اسے اٹھا لے اور گھبراہٹ کی طرح گھبراہٹ دیا۔ چنانچہ اپنے قدم نشتریں کی طرف چلو۔ سبز کا سینہ چیرتے ہوئے آگے بڑھتے ہو اور اپنے تمام ہتھکڑیوں میں تازہ کرتے ہو۔



شکار کے اعلان کے بعد سب میں میرے طرف ان کی نگاہیں لے کر اور چلنے کے معاملے میں کشتیاں اس انداز سے ترتیب دی گئی تھیں کہ سب آگے برگزیدہ لگ تھے۔ وہاں میں پڑھتے جاتے تھے۔ ان کے پیچھے انھوں نے کام

لفظ تو پہلے ہی بڑھتی تھی میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ اس
اسی لفظ کی مزاحمت کر دوں اس کی تائید میں فلورا بھی میرے
جسم کے عقل دروازے پر دستک دینے لگی تھی مگر کوئے کے اس
درازے کو زندہ نگ کیا تھا وہ اس پر فخر میں لگا رہا تھی۔ فلورا
اور شو کا کہ جینیں اور شو کے میرے وجود پر بھی ہوتی برف کھرنے
میں ناکام ہے۔ انکو دوام کے ساحلوں نے اپنی نشیمن میرے طرف
جمع کر دی تھیں اور وہ مجھے زندہ کرنے کے لیے سمجھ بوجھ سے تھرا
میری نظر پاس کی طرف مرکوز تھیں جو میرا مقصد تھی۔ میری طرف یہ
خواہش تھی کہ کسی طرح درمیان کا یہ فاصلہ عبور کر کے اس کے پاس
پہنچ جاؤں اور یہ خفیہ اس کے سامنے اپنے دل میں اُتاروں۔ فلور نے
جرات کے میرے کمرے کی آنکھوں پر اندھ رکھ دیا اور اپنے اسی بزمیان میں
اُس نے کوئی ایسا شہنشاہ دیا جو رگ جہاں میں اُتر گیا۔ بوش میں اُو
جا رہا! اب تو تھیں اُس کے قریب کا یقین اُجا نا چاہا ہے۔ ہم سب
ٹھلے سے حرا رکم بہ رہے۔ وہ دہرائے ملے۔ جو ہم سے بے بہار ہے۔

سے مسلسل نقصان اٹھا رہے ہیں۔“

میری نفس امارت پر چڑھ کر انھوں نے سڑکوں میں میرے جسم پر پھینک دیا۔
 مار مار کر گلیاں میں کہہ رہا کہ کوئی نرگس نہیں پنچا سکتا تھا کیونکہ میں نے
 اسے اس طرح محسوس نہیں کیا تھا۔ میں اس قدر مدد و قوت نہیں تھا کہ جس
 جال کا وہ شکار ہو رہا وہ مارچے میں ترشا ہوا مجھ سے وہ کل اندام حرکت کرتا
 تھا۔ اردوں نتیجہ میں جسم پر چند مہر ہونے لگا۔ اوپر سے مسند زمین کو چلنے
 کا فیصلہ کر لیا۔ اس بار بادشاہ ارد گرد بھی مجھے اکاٹنے کے لیے نہیں
 آجیں۔ شاید انھوں نے اپنا نرگس پہنچا دیا تھا۔ انکو دھاکا کھنکھناتے ہو
 چکا تھا۔ ہاتھوں کی طرف سے طلسمی نیڑوں کی بارش میں اور شہرت
 ہوئی تھی۔ کشتیاں جل رہی تھیں اور کھواں اٹھ رہا تھا اور مسند پر اپنے سینے
 میں ملنے ہوئے لوگوں کو ٹھنڈا کر رہا تھا۔ دھواں اور دھماکوں کا شور مچا
 تھا۔ ایسے طلسمی نہیں اڑنے لگے تھے۔ تیار کیا براعظم کے برگزیدہ ماسر
 آج اپنے جہاز پر دھکا رہے تھے جو صدیوں سے غاڑوں میں بیٹھے اس
 خنیں محرک کی تیار کر رہے تھے۔ اب اس کی آواز اڑنے لگی تھی، میں نے
 اپنے قریب ہی سرنگ کی دیوٹی کی سرسراہٹ محسوس کی۔ اس نے میری پشت
 پر ہلکی سی دھک دی، میں ہرچمک گیا اور اگلے پہنچے گاؤں میں اس کی گرجی
 سنائی دی، یہ سب سراسر بے۔ وہ آقا بلا میں ہے، بعض ہاتھوں کا
 طلسم ہے۔“

اپنی ہیبت بہ تمام وکمال متبادہ کر دی تھی۔ اب مجھے نئے سرے سے اپنے
ایس اور اوس لوگوں کو منظم کرنا تھا اور جانوش پر اپنے کمر تمام اُٹا دینے
تھے میں خود اس سے متاثر و مرعوب تھا مگر وہاں کسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔
میں ایک جنگ لڑائی تھی تیغ یا چمکتی۔ وقت کا میرا شکرت کسی فزیت
امیر فتح بھی منظور نہیں تھی جب جانوش کے ماتھے پر تھے وہ اپنی نین پر
کھڑا تھا اور لڑائی اُس کے سامنوں پر چوری تھی اور اُس کے چہرے ایک طویل
ہانی تھا میں اپنی لڑائی میں بہت سے ہتھیار لڑائی لکچکا تھا جانوش کے پاس ہر طرح
کا زور موجود تھا اب صرف ایک موت و جاتی تھی کسی اپنا ذہن کو لوگوں
جو سامرا ہتھیار سے زیادہ قوی اور مذہب کو نئے کے سازشی علوم سے آمو دہ ہے۔
میں نے لپٹا ہوتے ہوئے لوگوں میں جوش پیدا کرنے کے لیے چند شعبدے دکھائے
اور جھپٹ کر شعلہ سے اٹا بلا کا مجسمہ چھین لیا میں جانوش کو بتانا چاہتا
تھا کہ ابھی ایک ہتھیار میرے پاس موجود ہے مگر اُن کا ماننے سے اقتدار کے
باعث جانوش کو توانا کرنے کے لیے میدان جنگ میں لگائی ہے تو میں اُس
کا مجسمہ تار کر سکتے ہیں۔ حسب نے وہ مجسمہ میرے ہاتھوں پر اٹھا ہوا دیکھا،
وہ اے اقبال بلکہ زلال اور بقا کی علامت سمجھتے تھے، انھوں نے سمجھا کہ میں
اقبال بلکہ مجھے کسی تباہی پر آمادہ ہو چکا ہوں۔ جب دیوانوں کی جانب سے
اقبال بلکہ زلال کا اشارہ مل جائے گا تو پھر کوئی حالت، نہیں بیزاری میں
واضع ہونے سے نہیں روک سکے گی۔ اس مجھے کسی نمائش نے بڑا اثر دکھایا۔
ایک طرف ان خود ماکے سامراں کے حوصلے باہم عروج پر پہنچے تو دوسری طرف

اچھی غم نہیں چلا ہے اور وہ اپنا پسپائی کے بعد بھی سر ہونڈے پر ریت کے
 ذرات ہلکے قریب کی طرف پھینک دیتا تھا۔ مائیں سائیں کر رہی تھیں۔
 جب بڑے بڑے حشراتِ اس حوضِ انڈی سے بڑھے اٹھاڑے تھے، ساری فضا
 میں ایک بڑا سا طاری تھا۔ گوشتا پسے ہوئے کس کا زور ڈٹ گیا تھا۔
 نے مرنا کرنا دیا اور گرسے کو طلب کیا، وہ سہیل نے سامنے نظر اُٹنے لگا
 سرخ ذرات کی انڈی پر حیرت زدہ تھے۔ یہ کچھ زیادہ اٹھا کر کہہ دیا کہ انڈی گزر
 جائے مگر غلطی یہ کہ اس قسم کے غور کا تعین ہو گیا۔ یہ خامی تشویش ناک
 علامت تھی، سب لوگ تھکے ہوئے تھے یا زخمی تھے، ان کے چہرے پر فزک
 سے کھلے تھے، ان میں، یہ نقیض حال کے لیے انھیں مکرر دیا۔ ان کے غور

[illegible]

اقبال! اس کا نام بیسے ہی میرے ذہن میں وارد ہوا ہے اچھے پسند آیا۔
میں نے روشنی کی کچھ کرنیں کی نظر سے لگیں۔ اقبال! ممکن ہے اس میں
ایک ایسے کچھ خفا ہے وہ روشنی کی پھینک دیا ہو وہ ایک عظیم مصلحت ملک کے
لیکے ہو نظر میں اس کے بدل کا کوئی ہی میرے نہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے جو کہ
یقین کیا جائے کہ جس کے عجب میں اس کی عظمت کا فرض ہے اور
ہیں اپنی زمینوں کا نہ دیکھنا اور نہ ہی دیکھنا۔ یہ نہایت حال

کا اور زیادہ تشویش ناک پہلے ہے۔ چھوکیا میں اُس کی مرضی کے بغیر داخل
ہونے کی جرأت کروں گا؟ میں اُس نازک برتن سے چنبھ لڑاؤں گا؟ میں؟
میں جاہل بن کر نصف آقا بلے سے معرکہ کارہوں گا؟ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔
اُس وقت میں شدید ذہنی بالجموں کا اس پر قہار شکار اور غلبہ پر اسے نزدیک
آجی تھیں اور سب لوگ میری زبان سے کچھ سننے کے لیے مضطرب تھے اور
میرے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ مجھے شکار کی جرأت یہ حیرت ہوئی۔
وہ آقا ملک غیر تھا۔ جسے حق میں سننے کے لیے میرے کان میں میرے
گھٹلیا کی سونہر قدس جاہر آتما شہ ہو چکا۔ یہ ایک ایسی فصل ہے جو اچھا دواہل
نہ تھیں تاکہ یہ فطرت کے ماحول سے رد ہونے کے لیے اپنا شاندار گونج بھی
تھی۔ تم نے ماحول کے نہال کے ہمچیں سن دی ہیں اور کردی اسباب ایک
جاہر عورت ہے کہ تم آقا ملک کا خوش عجز تہہ کار کو اور دین کو رد کرتے تھے اسے
خیر مقدم کے لیے خود خود گائے گھریں کے غیظہ کے لیے میں اس کا کچھ ملکا ک
شوکت تھا میں نے اُس کے ہاتھ سے مجھے چین لیا اور اُس کے شمار پڑاؤں
تو سرسکا رہے خوش ہوئی اور دعا گری۔

کیا وہ اُس وقت اُٹے گا جب میں اُس کے لیے زرنکارِ رحمت بچاؤں گا؟
 ”مقدس رماجن ہر بات سے باخبر ہو گا“ اترتے اس کی وکالت کی۔

[illegible]

ہازو کے حلقے میں سے لیا میرے دوسرے ہازو میں آتا بلکہ کابستر تھا میں خود کو بہت حد تک ہراساں کر رہا تھا ادب سے اس آدمی کی طرف نظر نہ لائی تھی تو ہم میں ایک سے کئی سی ہوتی تھی۔ میں انھیں سیلے کے ایک کچن پر دراز ہو گیا۔ آتا بلکہ کابستر میں نہ پڑنے ایک پہلو سے ڈال لیا اور

فلوٹو نے میرے ہاتھ دبانے شروع کر دیے۔ انگوٹھا
ناز غنیمت نے جلد ہی ہماری خدمت میں گزرتا دوشرواہت پیش کر دیے۔
شوہا نے کچھ کناہا یا تو میں نے پیو ہی جلد پر اسے غصہ کر دیا۔
میدان جنگ میں اگرچہ لاشوں کا انباشتھا اور زمین خراب سے نم ہو
گئی تھی مگر وہ ایک ہدف انگوٹھا کے ساجوں کی سماعت کا گاہ بنا ہوا تھا۔ دھڑکی
طرف میرے لیے مشتک کہ میں نے تمام اڑا ہوا لاشوں کو کھیلے تھے۔
برہانہ میں صاف تھا، اسے میں نے پوری طرح انہماک سے اٹھا تھا۔ اب آگے کا کام
میری حد سے باہر تھا۔ آگے زمرہ تھا۔ تھکے کا طوفان تھا۔ قی و دو قی صحت۔
وہ جان ہی ہو کر میں اس کے لیے کیا سوچتا ہوں۔ میں صرف اسی کے لیے
سوچتا ہوں۔ میں نے دے دے شکر سے تبرہ ادا ہو کر اس کا مجھے ترغیب کیا ہوا
تھامس بھٹکے کی موجودگی سے ان باغیوں میں میرے خلاف خوفناک چھوڑ دی
تھی، میں اس سے بھی آگاہ تھا۔ وہ سب مجھ پر اپنا کسی نہ کسی وقت بھی لوٹ
سکتے تھے۔ میں نے ان کے دوستوں کی مجلس میں نہیں تھا۔

رات کا نہایت میں آیا عروس پر ایسا ہیبت کا فوٹان کھڑا
چڑھ گیا ہو۔ چہرہ جب مجھے یہ بتایا گیا تو میں نے لاشی کی سرگرداں میں ایک مختصر سا
تافان میں طرف رواۃ کو کہنے کا حکم دیا۔ فاضل کی روشنی میں لاشی کی حوصلہ افزائی
کے لیے بہت سے ساتھ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے مگر قیودی کو دھمکانے کے
بعد جب لاشی اُداس کے ساتھ کھڑی کی تھیں تو وہ ماحول کے طرف
بے تحاشا جھانکے ہوئے آئے۔ لاشی جیسے بے بدل ماحول کے ساتھ بھی بہت
کے خون آشام زندگی سے نفارت کا نڈیہ جاری رکھا۔ اب کئی اوقات
رہت کے فوٹان کی طرف کوئی کرنے کا قصد نہیں کر سکتا تھا۔

[illegible]

ہو ویسے جالوش کے سینے میں خجراغی نے گھرنے کا ارادہ ہی آج کا کر لیا
ہو ہر ساری باتیں اسی کے لیے ہیں کہ وہ جالوش کو مارے۔ اس وقت میر
نزدیک کے کالو دی نفس نہیں تھا۔ صرف فلورا اور شہناز تھیں۔
ریا میں نے ساحل پر آتے ہی اپنے رفیق صاحبوں کے ساتھ غار
کوئی جلد منتقل کیا تھا شعلیں ایک باغیچہ پر تھیں ہیں۔ وہ دواؤں کو نہیں
چاہی کیونکہ سائنس و صواب کی اس تھوڑے سے سینے میں سمجھ ہوئی تھی
اپنی کمر فلورا اور شہناز کے حق کے لئے جسے وہ خود ہی جالوش کے لئے کرنا
کرتا رہا۔ اور شعلیں پر حرکت میں آئی ہوئی تھی طرف چھٹی دکھائی دین فلورا
نے وہ بے شمار دشواریاں اسی سمت منتقل ہوتے دیکھ کر مجھے خوف زدہ انداز
میں چونکا یا شعلہ کا جو ہمیں لڑنے لگا تھا میں نے فلورا کی بدبختی دور
کرنے کے لیے اپنا چوڑی اڈا بھجوا کر دیا تھا چاہوں کے پیر میں میں سرانہ
لگا لکین وہ مجھے بہت تھوڑے فاصلے پر پھیرنے لگا تھا۔ وہاں اس نے میری
آگے تھا شعل کی روشنی میں اس کے سیاہ چہرے پر ہلکے کی کیوں صاف نظر
آ رہی تھیں اس نے مجھے پسپا ہوتی ہوئی نظر سے مجھے دیکھا پھر اڑا لیا
کی طرف توجہ ہو گیا پھر مارا کھڑا کی بے مثال حق جھکت میں بدلتے ہوئے
تھے چند لمحوں تک وہ بغیر اس دوا کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس نے میری
غریب انداز میں کوئی بل پھا اور کی سرخ کے طرغ اپنے ہاتھ چائے اس
کی انگلیوں سے روشنی کی کیوں چوٹنے لگی تھیں۔ یہ روشنی اڑتی ہوئی بہت
کی فصل پر چڑی ترسوز فداوت چنگے لگے مگر وہ اتنے نزدیک تھے اور قدرت
میں اتنے زیادہ تھے کہ دیکھ جان کی انگلیوں سے غارت ہونے والی روشنی
اُن کے پار نہ جا سکی۔ ساتھ ہی اس کے ساتھ میں نے اپنے گلے میں لگے
فلسی فلورا اور جالوش کا کالو پڑاں رست میں پھینکا شروع کر دیں۔ اس
سے مجھ کی تہذیبی دشمنی ہوئی تو افواہوں سے چند جوانوں کو مل کر قرآن کے
اُن کے خون میں ساڑوں کے سمجھ دیے۔ انھیں اس طرف سال کر کے چلے
گرو گرو اکر مارا کالو کا کالو کی گئی۔ احتیاط کے طوع بہان کی گروں میں
مارا کالو کا کالو پڑاں رست کے فلورا ڈال دیے گئے۔ ریا میں خود بھی
خود تک چھوڑ گیا اور دوا دیا۔ مگر جالوش کی جالوشی نے پیڑ لگنے
لگنے کو بہانہ کیا اسے جیسے ہونے اس کا طالع کا شہر پہلے سے غارت
تھیں پورا تھا۔ ریا میں کی ناکامی پر فلورا نے دوسرے مرزا کو یاد بہانہ کیا
مات، دگر گئی تھی وہ پہلے رفیق کے دریاں پر چھکانے لگے مگر چارہ لے
میں تھا اب اس کا کس طرح جانب ہوگا؟ میں نے اپنی نشست میں
کوئی تبدیلی نہیں کی مگر شرطہ را کہ ایک قدم شرب کا اپنے ہاتھوں سے
پالنے کا حکم مارا دیکھا۔ شرطہ مجھے اپنے ناک ہاتھوں سے یہ اتشیں مام چا
دی تھی کہ ریا میں اداوں کے سامنے جو جملہ فداوں سے میرے مشر بہ رہے۔
مستحق جا رہا۔ ریا میں کے لیے میں پانی تھی۔ وہ بہت غصہ سے کوا تھا
بہت غصہ سے بھونکے ناپا کر مگر کے حصار میں بندے والے جالوش کے جالوش
کی خبر نہیں ہے کہ مجھے اس کی ہر ہادی اور عظمت ال سے قبول کی ہے کیا

خبر اسے یہ نہیں بتایا کہ ہم اس کے سوا کسی کے اقتدار کا تعین کر سکتے ہیں۔ ہم اس کے بہترین محافظ ثابت ہوں گے اور ہر اہل انصاف یقیناً مائل و موافق رہے گا۔

میں نے کوٹ بہل دی، کاج بہل بار، یاجن برادر راست مجھے ساتی
وقت کے ساتھ ہم کلام تھا میں نے سوچا تھا میں کہوں گا کہ آج تمھارا کوئی
بھائی یا نندیا کیلئے نہیں کر رہا ہے، مگر یاجن بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا میں نے
خوشحالانہ کان کاٹنے بڑے آہستہ جواب دیا۔ یہاں اچھا ہی زبان سے یہ
کلمات سن کر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ یقیناً وہ بہت عظیم ہے کہ اس نے
آج کے سرکاری اور باغی ماحول میں کوئی تعریف و توصیف نہ مقرر کر دیا بلکہ
تمھارے انوکھے یقین والے کی تعریف کر کے دیکھ کر تمھارے دل کا ہوا
بلا کر تمھاری نیت میں کوئی آلودگی نہیں ملے گی اس دن تمھارے ہوتوں کا جگہ
بہلے سے یقین ضرور ملا میں گئے۔ وہ اس وقت سے ابلا اور اس نے
اچانک اپنی اچھلی گھر کے دروازے سے اچھلی کر کہا کہ وہاں سے شخصت
کے ایک نادر یہ تہذیب کا قائم کیا گیا ہے۔ وہ کوئی اہم بات نہ چاہتا تھا جیسے
یہی یہ حضرات قائم ہوا۔ وہ مجھ سے اندر تک ہو گیا اور سرگرمی میں ابلا۔ مابعد
ابن ابرہہ! ہم نے بہت بڑا اعتماد اٹھایا ہے۔ وہ تمام بزرگوں اور اولیاء
کی کائنات میں جسے خدا نازل کرے۔ وہ سب پر مادی ہے جیسے یہ لوگوں
کا داناں ہوا، اب اس نے اپنی طاقت سے تمام انصاف اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
اب یہاں اس کی طاقت کا کوئی ثانی نہیں ہے اس لیے اس کے منتظر اور اس
کا دور رس اپنے ہمراہ فراہم کر دیا۔

یہاں ہو کر اس نے ہم سے زیادہ مستعدی اور ہمت کا ثبوت دیا کہ بہت
کے یہاں میں نے خود کو دیکھا۔ ہر گز نہ ہو کہ وہ لوگوں کا اس کی حیثیت کے بغیر کیا ہے۔ یقیناً
اسے لاکھ لاکھ اوقات حاصل ہے کہ یہ کونکر بہت حسین ہے جب وہ اپنے تارک
بہل سے اس کے کوئی فراموش کرتی ہوگی تو یہ انوکھ کی زمینیں جھجک ماتی
ہوں گی میں نے یہ پر دہائی سے کہا کہ اپنے اسے دیکھ رہے ہیں اسے یہاں آ کر
ان فیصلے سے سحر کر لے اور ہر کسی کو وہم آئید میں یہاں پہلے پہلے پھر
اگر کام پاس پہلے جازا اور پھر اسے اپنی طاقت تسلیم کرو جب ماحول کس
مدیاں میں میں رہے شاید یہ یقین آتی دیر نہ لگے۔

وہ مجھ سے اندر تیر ہو گیا اور اسے نرمی سے ہلکا کر اس کی طاقت
میں لے لیا۔ اسی ماحول میں اس کی نفس کا گمان ہو گیا۔ مابعد ابن ابرہہ! اب مجھے ہم
اسے شکست دے سکتے ہیں۔ اس کا مجھے ہلکے پاس ہے۔ ہم نے بہت تباہ کر دیں
مگر یہ تو تمھاری ہی جگہ ہے۔

میں اس کی شکست کے گن کا حساب کرتے تھے۔ میں نے نہیں کر لیا۔
اور اب اس کی تباہی کے دے ہوئے ہوئے۔ یہ کہتے ہوئے میں نے اس کا قائم
ہوا ہوا حاصل کر دیا۔ یہاں! میں اس کے خلاف کوئی سازش نہ کر رہا تھا۔ میں
رکنا نہیں تھا۔ یہاں! یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اس کی تباہی
انسان اور مصلحت کے باوجود اسے ہٹا دینا چاہتا ہوں۔ ہر گز نہ لگے۔

۱۰۔ اگر کسی نے دوسرے کو دھوکا دیا ہے تو اسے

[illegible]

جس کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اس نے اپنے لیے ایک نیا

• کون کہتا ہے کہ وہ باندہ ہے۔ میں نے پہلو بدل کر تھوڑے لمحے لیے میں کہا مجھے اپنی آواز پر قابو نہیں لے سکتا کہ وہ باندہ ہے؟ ان حالات میں میں کیا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا سامروں پر رہتا رہتا اور حاکم میں نمایاں کرتا رہتا۔ اور دھوکھو میں نے بڑا ناکامی کا جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور دیکھو، اگر وہاں ملے بڑا ناکامی کا پروردہ دل بندے کے لیے ترس پڑے ہیں۔ دوسری طرف حاکم کا ہفتہ نام پر چکا ہے۔ دلوا گڑھ ہیں کہ میں نے انھیں سے اس کی عظمت کا انکشاف کر لیا ہے میں نے کسی سے مغایرت نہیں کی اور وہاں میں تنہا اس کے مفادات کیلئے جنگ کی ہے۔ میں نے ہر لمحے اس کا خیال مزید رکھا ہے میں نے ترس کر رہا ہوں کہ چھوٹا باسے میں نے انھوں کے دھوکے سے زلزلہ پڑھ کر اس کا مجرما انھوں سے پھرتا رکھا۔ یہ سب میں نے کس لیے کیا؟ میں زلزلہ کیوں گیا؟ میں نے بڑے کیس میں نہیں کیے؟ آہ وہ ایک صاحب سے بات کرتی ہے اور مجھے جاگوش اور دیا ہوا اس کی طرح انتظار کا حریف بھی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتی کہ میں صرف اس کا حریف ہوں میں اس کی ذات پر اپنا انتظار جانتا ہوں اور اس کے لیے میں نے کیا نہیں کیا ہے؟ میرے جذبات تیزی سے ہرے لگے کیا بھی کوئی اور ادا راقب باقی ہے؟ محکم کو کہ اب کون ہی کس بات کو گئی؟

• لاؤ یہ مختصر مجھے دے دو اس نے ملزعام بڑیاں ستر کر کے کہا۔

• آہ۔ میں نے کر کے کہا۔ تمہارا بار بار انداز سے بدل پر تازہ ہے۔ یہ مختصر میں اس کے لیے اپنی جان حاضر کر سکتا ہوں مگر تمہارے اس بظاہر نے میرا شیشہ تل توڑ دیا ہے۔ سچ ہے میرے لہجہ میں کوئی نقص اور میرے جذبے کی سیاری سے آلودہ ہیں میں یہ مختصر تمہارے حوالے کرنا ہوں اس سے کہو کہ وہ اور طلب کرے۔

• وہ مزید گفتگو کے بجائے میری طرف تیزی سے بڑھتی آئی اس کی آنکھیں چمک چمکی تھیں اور اس نے جھپٹ کر میرے ہاتھ میں لے لیا۔ میں نے عرض کیا جیسے کوئی مجھ سے کہتا ہو جاہل پرست اور اپنی زندگی کے سب بڑی غلطی کر رہے ہو۔ یہ تمہارے پاس ہے کہ انہوں کی قیمت بڑا ہو جائے گی انکار کرو اس کے ہاتھوں سے یہ مختصر چھین لو۔ میں نے عرض کیا جیسے میری کی آواز دہری ہو اور وہ کہہ رہی ہو۔ یہ تم کا نادانی کر رہے ہو؟ یہ طاقت ہے۔ اس مجھے کیلئے انکار دالے باگل ہو گئے تھے۔ اس میں آفا کا جان بند ہے۔ انکار کرو۔ کیوں اپنے ہاتھ نہ کر لے۔

• وہ مزید یہ مختصر اپنا ہاتھ بہت شادان نظر آتی تھی میں نے اس گفتگو میں اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے ہر شے ذکر کر لیا تھا۔ اس سے کہنا ہے اس کے جاہل پرست کا مختصر ہے جو وہ انکار سے اس کے لیے لایا ہے۔ یہ میری طرف سے بڑا انکار دینا کہ وہ نہیں ہوں جلد میں اسے میرے پاس کیلئے جاؤ۔

• میں ہر شے سے بالاتر رہنا چاہتا ہوں۔ اپنی صداقت کا اس سے بڑا تر خود میری جان ہے۔ میں نے مگر آواز نہیں کہا۔

• وہ میرے بازوؤں میں اسے اسے اٹھاتا۔

• احتیاط سے مجھے اپنے گلازینے سے گلا دھری رہا اپنے ہاتھ کے چبڑ چبڑ چبڑ رہے۔ اور مجھے زلزلہ میں نظروں سے اڑھل کر رہی وہ مجھ پر اپنے ساتھ سے جی کوئی اور میرے کوئی حال نہیں تھا کہ میں خود کر رہی تھیں غصے کو دبا تھا۔ میں نے میرے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کے لیے اپنے ہاتھ سے ہر کدورت کھینچنے کی کوشش کی تھی اور فیصلہ اس پر پھوڑا تھا۔ اہل ریات بڑی اذیت اس کی تھی کہ اس نے مجھے بیت چھوڑا اور خیر کھانہ پہلے ہی ہڈ کر تھی۔ شاید اسے ڈر ہوگا کہ یہ مختصر میرے ہاتھوں میں محفوظ نہیں رہ سکا۔

• یاد وہ یہ جیسی ہوگئی میں کہیں کہہ جاؤں گا کہ میں نے ہر شے کھل کر زاری کی تھی مگر اسے ہر وقت کا انتظار تھا کہ یہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ سنی تھی اور میرا مطلب میری جان میری روح تھی۔ اب دیکھو یہ اپنا مختصر مال کر کے کیا فیصلہ کرتی ہے؟ اب بھی اگر اسے یقین نہیں آتا تو مجھے اپنی کمر بستی پر کرنی تھوڑے نہیں ہے کہ میں اطمینان سے رحمت کے سامنے میں جھکیا جیسے میں ایک ایسے فرسے سے سبک دوش ہو چکا ہوں۔

• پھر

• کئی دن گزرتے گزرتے میری سرخس میں اب رسی ہی بہت ہی جاہل بیٹے لگی۔ یہ یاد کر کے کوئی نہیں چاہتا تھا کہ میرے سرخس میں نے کوئی بہت بڑی غلطی کی ہے۔ خود اپنے ہاتھ کاٹ لیے ہیں۔ اس خرابی اس کی طاقت کا کوئی سودا منظور نہیں تھا اور اس کا غم بھی نہیں تھا۔ غم کوئی بیٹے سے مر ملائی کہ غم کا اپنا انداز اپنی کا تھا۔ میں اس کی طرح جھل جھل کر مولا گھر بنا رہا۔ وہاں وہاں بڑا ناکامی کے جسے کی سرور غم ہو تھی میری تہ ذرا ساں گھوٹا ہے۔ یہ ہے کہ یہ بڑا ناکامی کے گوساں میں ستر سے قریب اب بھی آئی پڑا ہوا۔ انہی کا ہاتھ تھا ہوا تھا۔ میں نے ہر پیکار کی انھوں میں جاہل کر دھکا ستر میں انھوں کی کشاکش کوڑی تھیں۔ یہاں غلہ اور شولہ مجھے نظر نہیں آئے کہ کوئی کمان کا قیام دشمنی پر ہوگا اور ہر پیکار کی آنکھیں من ستر میں ہونے والی نقل و حرکت کا شاہد کر سکتی تھیں۔ ستر زہد نظر آواہان کے غلہ میں ستر بہت ہی تھی۔ غلہ میں میری ترس کی عزت میں اس کے قاصد کا زہر ہوگئی۔ میری ریت کی یہ دیا ہوا کہ میرے بڑا ناکامی کا مال ہو جائے گی۔ گشت کر سکتا تھا جواب ہر بات سے ہی انہی پر جاگوش تھا۔ حاکم غلہ کی تھوڑی اور دل پر اس کی ملکیت کا بوجھ تھا۔ حاکم میں خود کی طرف تھوڑی تھوڑی تھا۔

• تم سچ مچا تھا۔ سرج صاحب ہو جانا تھا۔ ہاتھ میں ایک چھوٹا کون نزل تھی۔ زلزلہ کی ہر تھا۔

• بڑیاں میں حاکم کا طوسی علاقہ میں واقع تھا۔ میں کلاس میں تھوڑی تھوڑی آتا تھا۔ میں زلزلہ جانے اور اس کے طوسی میں کس غلہ میں ستر تار تھا وہ غلہ کا پھر دیکھنے کے لیے مضطرب تھا۔ چلتے چلتے حاکم میں چلے پڑ گئے۔ ایک جگہ بڑا ناکامی کی کھجائے نظر آئے۔ تو مجھے دیکھ کر

• میں ہر لمحے میں آگے بڑھ گیا اور بڑھا ہی رہا۔ یہاں تک کہ میں نے بڑھائی زمین کا ایک چھوٹا گلا۔ جھرا کس سنان تمام پر چھوٹے کسٹروں پر نکلے ہیں اس سے بڑا کہ گئے کل جاگنا چاہتا تھا۔ میں نے ہر لمحہ تھکن میں دیکھ کر جس کا حق بھی آھرے گا۔ کسی نے اسے کسی سا کر خانہ داریت گاہ ہوگی۔ اب وہاں کھڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اندر دھلے سے پہلے ہی مجھے کسی آتم زاد کی طرف گھوم رہی۔ آہ ایک زلزلہ ریاضت میں حاکم اور اس کے ملنے کی کچھ ساگرا کھانا تھا۔ میں تندرست ہو رہی تھی۔ میں نے جو بچہ تھکا ہوا کھڑے کھڑے دیکھا۔ زلزلہ تھا۔ قاتل بڑا حاکم کے طوسی ملنے میں میری رہبری کے لیے قیادت کیا گیا تھا۔ میں نے اسے ٹپکا کر لایا۔ قاتل سہیل

• اس نے جڑی اذیت میں اپنا سر کوئی بدلہ کھالے میری طاقت سخت انکار کر رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے ہٹ کر دیکھا، اس کی آنکھیں حیرت سے ہٹ پڑیں۔ متعلق جلد آگے سے لے کر میرے سر پر پڑا تھا۔ میں نے اسے زلزلہ سے آگیا۔ قاتل اس کے قتل و کشت ہوا۔

• تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ ستر شخص

• میں نے اسے ستر سے کہہ کر شفقت پر خیر خواہ لاکھڑا تے اپنے لایا۔ سب کچھ جاہل ہو گیا۔ یہ متعلق جاہل اب بڑیاں میں حاکم کا طوسی ملائی تھا۔ یہاں کے ساتھ ختم ہو گیا۔ تمام ستر پر چھوٹے ہیں۔ میں نے اس کی دوسری زانو گھسی دیا۔ تاہم اسے ناخن ہو گئے ہیں۔ اس کی دوسری خوف شامل تھا۔

• ہاتھ شاید کچھ ختم ہو گیا ہے۔ میں نے اس کی ہاتھ دیکھ کر فیصلہ کیا تھا۔ اس کی حیرت اس کی موت کے بعد بھی ایک خیر تھا۔ میں بولی ہوئی ہے۔

• یہ تم کہہ رہے ہو متعلق جاہل؟ تمہی نے تو اسے گھسٹی ہے۔ وہ حیرت سے لاکھڑا ہے۔ ثابت کو اسے کہ اس نے بڑے صلہ پر تمام احترام تھا۔ ہے میں کہ تم نے منہ سے میری موت کی بات کرنا شروع کی ہے۔

• ہاں۔ میں نے بڑے خیرندہ کہا۔ میں نے اسے گھسٹ کر جڑی ہے۔ غلہ میں اس کی علت کو کوئی طرف نہیں آتا۔ اس نے وہاں ہاتھیں کر کے اچھا نہیں دیکھا۔ ہاتھ تو ان کے تھے۔ میں نے ان کی ہاتھ کے خیرندہ نہیں کر سکتا تھا۔

• تم یہاں کیلئے آگے متعلق جاہل؟ میں سمجھتا تھا کہ تم نے خود اپنی ایک خانہ دار ملکیت کا تھم کر ہوگا اور حاکم کا منصب سنبھال لیا ہوگا۔ تم اس پر لے کر کہاں ہو رہے ہو؟

• قاتل میرے دوست ہیں۔ میں نے ان کی باتوں سے کسی تباہ و برباد میں اتنا غم نہیں کیا ہے۔ یہاں وہ پیشہ سے تباہ و برباد تھا؟ اس کی یہ یہاں حاکم عزت کی کلامت کہاں سے آگے تھے؟ میں نے ان کی طرح اس سے اچھا نہیں کر سکتا تھا۔ تباہ و برباد میں اس کی یہاں خیر نہیں کر سکتا تھا۔

• اتنا بلند ہو گیا تھا؟

• قاتل اسے مذاق کھلا دینے کی نیاز مندی سے گونجھکا۔ میں نے اپنے سوال کی جھلجھلکی میں اس کی آواز سے کہہ دیا۔ میں نے جواب دیا۔ اس نے اپنا نفس قاتل کو کھلا دیا تھا۔ اس کے لیے دیا تھا۔

• قاتل۔ میں نے ستر چھوٹ کر کہا۔ میں کوکڑاں نے اپنا نفس کھینچ کر لیا تھا۔ اس نے اسے بیکے نہیں دیا۔ اس نے اپنے نفس کی ہر کوشش کی اسے اتنا عزیز کر لیا اور اس کی خاطر اتنا شاکار کیا کہ اس کی حساب بھیلے قاتل سہیل! اس نے ایک ٹپکا ہوا جڑی دیکھ کر اپنے نفس کی سرخس میں کسی کی بھی نہ کر دیکھ سکتا تھا۔ جنت کر تھا۔ تاہم اس کی اسے نہیں کی۔ اس نے اپنے نفس کے لیے اپنی طاقت اور رحمت کا ایک مختصر نشان مل کر دیا۔

• وہ میری قاتل سے آگے چلا۔ وہ اپنے آپ پر ہر پوری گرفت رکھتا تھا، وہ خود اپنا غم تھا۔ اس کی مادوں میں ہر طاقت تھا۔ ایک جاگوش و دین تیر اور ہر شخص تھا۔ اس کی غم کی تمام تھیں اس کی بڑیاں میں دنیا بھر کے طوسی زوار ملنے کی اپنی غم کی میں اس کی ایک کلاں تیار کیا۔ اس نے اپنے طوسی طاقت کے یہاں اس کی ہر کوشش میں اس کی ساری نہیں ہو سکتی ہے۔ اپنے طاقتوں کا ہواں اور شفق کے سب سے قاتل کر دیا۔ ہر طاقت کا سب سے بڑا زوارنا اور اس نے ہر کلا کا کلا کے محبوب غلام کا اور مال کیا۔ مگر تم نے اسے شکست دے دی۔

• قاتل۔ میں نے کوشش میں اس کا بازو پکڑ دیا۔ تمہارے اپنے آفاکر جڑی دست خارج نہیں لایا کہ ہے وہ اس کا حق تھا۔ میں تھا۔ حیرت کرتا ہوں۔ یہ تباہی اس کا طوسی علاقہ کہاں ہے؟ ہم کوشش کریں گے کہ اس کی غمت کر کے بڑھا دیں۔

• قاتل نے میرے قصبہ کی طرف سے مجھے دیکھا۔ میری دماغی طاقت بہت کچھ ہو گیا ہوگا لیکن وہ اس کے لایا۔ اس نے مرگ میں جانے سے پہلے اپنے طوسی علاقہ کی جانے والا ہر ستر زوار کر دیا تھا۔ میں میدان جنگ میں موجود تھا۔ جب اس کا ہم گراؤں جاگ آیا۔ اس کی طوسی علاقہ کا تمام سنبھال لوں مگر مجھے وہاں کہ جانے کی سعادت نہیں ہو سکتی۔ یہاں اس کے بیٹے گیا۔ تاہم بڑی طاقت دھانے کہاں ناہی ہو گئے۔ اس نے اسے اس کا سر لٹکا دیا۔

• یہ میرے ساتھ آؤ۔ میں نے کہا۔ تم نے اس کا ذکر کر کے میرے پردوں میں چھوڑ کر نظر دے دی ہے۔ ہم وہاں طاقت و طاقت کر کے گے۔ بڑیاں میں تمام تھی۔ لوہوں میں ہوگئی۔ میں نے اپنی زندگی میں بہت بڑا سفر کیا ہے۔ یہاں غم کو اس سے کہہ لایا۔ اپنی باتوں میں میں نے غم کو اس سے کہہ لایا۔ اس کے بعد مجھے خود سے کوئی شکایت نہیں ہے۔

• قاتل میرے لیے کی کوشش اور اس نے غم میں بڑا کھانا ملا۔ میں نے اس سے اس کا ذکر کے ساتھ باتیں کی۔ ہر لمحہ اس نے میری اگلی پہلو اور ہم کھڑوں کو خیر و برکت کے بڑا ناکامی دیکھ کر حاکم میں اس کے لیے میری حیرت میں یہاں وار رہا تھا۔ میں نے حاکم کے علاقہ کا پتہ جانتے کے لیے کوئی حیر

اس کے بعد باگمان باگمان کے بعد ملایا تاکہ کے بعد کورائی وہ
نئے جزیے جہاں سے دم نہیں پہنچتے تھے ہیں دیر تک تاریک برائے ظلم کے
معتق جزیوں میں کشت کرتا رہا اور اپنے آپ پر شکست ہوتا تاکہ تاریک
برائے ظلم الامان ایک جیسے کران مظہر انفس کا ناقابل یقین شہید۔ اب
جوں نے اپنی آنکھوں سے اس ظلم کی بنا کی تھی انازہ ہو کر ہیں
پہلے کتنی دھڑکتا تھا اور اپنے متعلق کتنی بڑی خوش آہری ہیں ملاحظہ
آن تمام جزیوں کے نام یاد رکھنا اور ان کے سیاسی اور انتظامی امور پر نظر
لکھنا بجائے خود ایک فن تھا۔ مجھے ایک بار پھر جاملوش کی عظمت کا قابل
ہونا پڑا۔ وہ ان تمام علاقوں پر نظر رکھتا تھا معلوم نہیں کہ اس کے پاس
رابطوں کے اور کیا ذریعے تھے کیا یہ سب کچھ اس کی خواہش بیلہ بولانے
پر خود بخود ہو گیا کرتا تھا یا پھر اسے بعض مراحل پر سمجھوتے کی ضرورت
پیش آتی تھی؟ اس نے یقیناً اپنے شب و روز اس طرح منظم کیے ہوں گے کہ
تمام دور میں اس کے ہاتھ میں رہیں اور وہ انھیں صیغے چاہے بھیجیے
جیسے چاہے وہ میل و مسافت اختیار کیا رکھیں عجیب ہے کہ اس کے حصول
کے بعد بھی ایمان کا سامنا نصیب نہیں ہوا بلکہ پہلے سے زیادہ شبلی و
بیاری کی اذیت اٹھانی پڑتی ہے جاملوش کو بھی یہ نہیں آتی ہوگی کہ
اس نے اس کی مصروفیات پر غور کیا کرے اس کے پاس سکون اور اذیت کا
ایک ٹوپی نہیں ملا بلکہ اسے دس زنگ چولپے اقتدار کی غلام ہوتی ہے کہ
کہیں وہ چمن نہ جائے آہ جاملوش کتا پورا بے نصیب تھا۔

اس کی خواہش آفرود تک محدود ہی جاملوش اپنی خواہش
کے باوجود وہ بات چیت سے محروم رہتا تھا جو حصہ کچھ کر س اور ان کا پس
میں کیا کرتے تھے میں اور سمرال کرتے تھے جاملوش کی نگاہ اس شخص

آر پار نہیں جاتی تھی جسے کہ ہم نے اسے لاطم نہ کہ سب سے بڑے گھمیل کی
تھیں جاملوش کی نگاہ کہاں کہاں جاتی؟ تاریک برائے ظلم میں تو یہ کتنی
سے شمار مسائل اٹھتے ہیں کہ اور حوالے انھوں نے انھیں کی ضرورتی پر
عمر وقت و باوجود یہی کھتا ہوتا ہوگا پھر جاملوش نے ایک مظہر تھا اور یہی
نہیں تھا کہ نادر تو توں کا ایک حیرت انگیز تھا کہ گناہات بہت وسیع ہے
اداس میں کتنے عناصر کی ترکیب و ترتیب سے حیرت انگیز مظہر وجود میں آتے
ہیں یہ سب پہلے آسمان کے نیچے تھے اور آسمان جوں کا توں تھا تھا۔ یہ
سب ایک زمین کے سوا ہوتے اور زمین پہلے کرنے پر قادر نہیں تھے جاملوش
کا عروج ایک حیرت منزل پر بلکہ اسے اثر ہو جاتا تھا۔ وہ نہ خود کا وجود
کیے مل میں آتا؟ انگریزوں کے بارے میں نے تاریک برائے ظلم کی گزیرہ مبینہ
جاملوش اور انا کا توں لڑوں پڑے والے کے انھوں کی ایک آبادی قائم
کی تھی وہیں کیا ہوتا تھا؟ جاملوش کی پانی ہے پناہ طاقتوں کے باوجود یہ خبر
تھا ابلا بھی ناواقف تھی اور دھڑکنا باجی تھوڑے سے نہ دھڑکنا

تھلاں کی حدیں انھوں نے شروع ہو کر انھوں نے ہر قسم کے ہر قسم کے ہر قسم کے
مبتلا ہو کر کیے یہ تماشا دلچسپ نظر آئے گا میں تھوڑی دیر پہلے
میں بتا تھا کہ جاملوش کی سب سے بڑی عظیم ترین سب سے بڑی عظیم ترین
کے بعد جاملوش کا وہ شروع ہوتا ہے اور وہ شروع ہوتا ہے میں نے ہم
فائیت میں متیقن ہیں جاملوش دیر تا دیر ایک بار اس کا حال
ملم فاضل اقتدار و عظمت کی سب سے بڑی عظیم ترین سب سے بڑی عظیم ترین
مجھے اپنے آپ میں جانے کا وہ شہد جو فیصلہ کرنے کے عذر و کثر
انھیں اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لیے وہ میں کی خواہشوں کے مطابق
پڑتے ہیں میں جاملوش کے موت تک انھیں اسے آشنا تھا کہ وہی
زوال ہو جانے کا تاریک برائے ظلم کی کسی گوشے سے کوئی شخص باخبر
دوکان کی خوشنودی حاصل کر کے یہ سے تعالیٰ آجائے گا میرا شروع
جیسا ہوگا یا پھر جزیوں سے تالاب سے باہر ہو جائیں گے یا یہ سے جزیوں
آجائے گا اور مرد و عورت و مرد و عورت کے گاہیں لینے پر جوں پر کھڑا نہیں ہوگا
ثابت ہو کر یہ کمال اپنی جگہ سب سے بڑے جاملوش کی برتری کا اعتبار
ہے ہوشی باخبری اور یہ خبری مستعدی اور وہی پر تھا وہ باخبر نہ تھے
ذرائع سے ملے تھا اور اس نے بھی انھیں بند نہیں کی تھیں اور اس
زائوں پر عادی رہا پھر وہ اس سے شوک ہوئی اسے اپنے کسی شکست کی
میں اس کا قیام رکھتا پڑا میں نے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے
میں نے خود کو اس سے بہت مختلف شخص پایا یہ ظلمی نظام اسے
بے چارگیان اقتدار کی زندگی میں برتری اور طاقت کا نشہ یہ سب بہ
دلکش تھا مگر ان سب کے دلکش تو وہی جس کا کام آتا تھا اور یہی خبر
جاملوش کی مستعدی انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے انھوں نے
کا دھوکے کر سکتا تھا؟

اور تاریک برائے ظلم میں سب سے بڑی عظیم ترین سب سے بڑی عظیم ترین
ہمیشہ کے لیے اس کے بدن کی آتش سے جلنے کے لیے اپنے آپ کو
کر دینے کے لیے اس کی صحبت انگلیں میں اپنی جگہ رکھنے کے لیے کوئی دنیا
فرودگاہ نہیں کیا بلکہ پہلے ہی گمان ہوا کہ اس اب وہ پہلے
کر کے اسے اپنے بڑوں کا اسے چلانے کے لیے کہ اسے اسے اسے اسے
میں بیٹے کال ہو گیا ہے میں نے اپنی دانست میں وہ تمام سناھا
ل نہیں ہو جانے کی دہک کا ہوں اور غافلانوں میں ہر وقت میں ہیں کہ
ظلمی کس نام میں مجھے نامور اپنا جلوہ نہیں کرنے دے بلکہ ایک شان ہے نا
سے حرف غلط کی طرح شام و آفتاب اس کا دل لازماً جیتے پہلے سے کچھ ہوا
میں ایک بڑی بڑی تھی پھر اس کی ایک کیفیت جیسے وہ کہہ رہی ہوگی
ابھی نہیں تو چوک؟ کیا اب بھی کوئی سزا تو رہ گئی ہے اب کیا
ہے؟ شاید اس لیے کہ رہا میں ابھی تک بیزار کے حامل ہو گیا ہوں

میں اس صورت باخبر کا قلع قمع کروں گا شاید وہ جاتی ہے کہ میں تمام
خفیہ شکار اس کے پاس آؤں پھر وہ برادر میں ہوں اور میں ہوں یا ابھی
اسے کسی اور کا انتظار ہے؟ کوئی اور طاقت اور میں ہے؟ میں نے اپنے
خوابوں سے جب کہ قاتل سے کیا ہے بیزار کے کمال پران باجوں کا کمال بنا
تا جابل اب تک کی میری عمر میں کسی ناؤں پر نہ تھوڑے جزیوں میں میر
ہم کی جیت لڑنے سے دیکھتا رہا تھا وہ میرے چاکر کی جگہ پر گواہ کیا اسے
جیت تمام کس مٹا پر بیزار کا کمال روشن کیا یہاں آجائے نہ وہ ملایا
بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے بڑے
ایک جگہ نہیں تھے وہ جگہ کیا ہے؟ میں نے چندے خلاؤں میں گھومتے
کہا وہاں نہیں ہے۔ اس نے خود کو کسی حصار میں محفوظ کر لیا ہے یہاں کچھ
اور میں لوگوں کی معلوم ہوتی ہے۔ آہ یہ شہکار اور فلک کا انھوں نے کیا مال
بنا لیا ہے۔ میں نے انھوں سے کہا۔ اسے یہ ادھر کہ ہے؟ کیا؟ وہ میری
ناہی کے لیے جا رہا تھا کہ عادت کر رہے ہیں۔ میں سے تھوڑے ایلان کی گئی
گئے۔ اور ابھی تک دست کی فعل قائم ہے۔ تاہن ایلان کے میں انھوں
کے انھوں کا کافر کوئی بند دہشت کرنا ہوگا۔ کیا انھوں کی جگہ نہ ہوگی
"نہیں مقدس جا رہا شاید اس کی ضرورت نہ پڑے۔ انھیں بڑے
مامل کی پھیلیاں کا عیاض گئے وہ ہیں گھٹ گھٹ کے عیاض گئے دیکھتے
نہیں ہو کر ان کے چہرے سے دشت برس رہی ہے؟ وہ کیسے حال اور
دیان نظر آتے ہیں؟" قاتل نے جرات سے کہا۔

"مگر وہ جیسے دھن ہیں اور اس کی کرکشی خوب جاتا ہوں انھیں
تہیں اس کی کرکشی چاہیے لیکن ہے وہ پھر انھوں دایں ملے ایک کوئی ہوتی
فات حاصل کرنے کی تمنا خوش کرن رہا میں کی عدم موجودگی ثابت
کرتی ہے کہ وہ اڑھا سا عروج میں مل رہا ہے اس کا ذوق شہوان ہے۔ اور
مجھے شہوان اور فلک اور ان کے دشمن سے کلام ہے۔ دیکھو ان کے چہرے سے یہ
خوب موت بھول کیسے مٹا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا لیکن میں کیا۔
تھوڑے ہی دیر میں دھن میں مقدس جا رہا۔ میری عمر کی ضرورت
نہیں ہے بلکہ خیال ہے میں ہوں اور انتظار کرنا چاہیے۔ ان کی طاقت و بڑی
گم ہو رہی ہے۔ ریت کی دیر میں ان کی ہزیمت کے لیے کوئی ہے اور جب
تک مقدس جا رہا گا اور انا کا کیا تاہن حاصل نہ ہو جائے میں پیش قدمی
فہم کرنا چاہیے۔
"تو کہتا ہے لیکن مجھے حلسہ سے جلد بڑے فیصلہ کرنے کی عادت ہے
جو میں تیری بات ماننے لگا ہوں کیونکہ میں نے اسے تاباں نہیں ہے وہ
مامل میں مل گیا ہو ہے۔ میں تاج حاصل کرنے کی خواہش ہوں اور تو سمجھ رہا
ہے کہ اسے برا بیٹہ تو خود میری موجودہ حیثیت ہے لیکن میں نے قاتل میری
نظر دیکھ دیکھ رہی ہے میں اس وقت اپنی ذات کے زمان میں تھوڑے
بھلے تو تھا ہے میری ذات سب سے ارفع و ملاحظہ ہے۔ پھر تو نہیں جانتا

یہ سب تماشا ہے اچھا نہیں لگتا ہے یہاں نہیں ٹھہرا نہیں اور جاملوش نے
نے اس کے گال پر اپنے ناخن چھوتے ہوئے کہا۔
"مقدس جا رہا یہ تو اپنی ذات کا کیا ذکر ہے جیسے؟ وہ تو ان کے
تیرے کا زحل پر بڑی ذوق دایں ڈال رہی تھی نے ثابت کرنا ہے کہ
تو ان سے جس طریق کے عہد پر ہوگا۔ قاتل نے تھوڑے کہا اس کا یہ
انازہ میں اس سے جاکر میں نے اس کے اور اپنے درمیان بے شک کی خفا
قائم کر دی تھی۔

"یہ تاریک ابلیاں اس وقت میری کوئی ثانی ہے؟ میں نے پوچھا۔
"نہیں۔ اس نے تیری سے جملہ کیا۔ اس وقت صرف تو ہی تیرے۔
کیا میں جاملوش کی طرح برا بھلا سے ملے ہوں کیا مجھے اس کے مقابلے
میں نہیں کرنا کوئی نظر آتا ہے؟"

"نہیں۔ اس نے تھوڑے سے کہا۔ تو ہر طرح سے اس کا مکمل ملاحظہ
سے کرتے ہو تو خود اپنی عظیم طاقتوں اور دیوتاؤں کی ہر باجوں کا عرفان ضرورت
ہوگا اور یہ تجھ پر محض ہے کہ تو ان صلاحیتوں سے اس طرح کام لیتا ہے؟"
"مگر میں جاملوش نہیں ہوں۔ میں نے مضطرب ہو کر کہا۔ اس میں
مساکیت تھی۔ دودھ کی خون آسانی۔ وہ بڑا نفرت انگیز تھا۔
"جب تو عقل پر اور اقتدار بے خیال ہے گا تو اسے اندھ بھی ہو رہا
ہو جائیگا اس کے ان کے بڑے طاقت بڑا نہیں رہ سکتی۔ قاتل نے جواب دیا۔
"اور تجھ میں ابھی ایک اور کئی ہے؟"
"وہ کیا؟" میں نے استہیاق سے پوچھا۔

"ایک تو یہ تھا جاملوش کی خفا تھا۔ میں نا اور اس کی سب سے بڑی
جاملوش کو بھولنے کی آگ نے خود کو تباہ کر دیا۔ میری عمر تھوڑے تھے
دیر تا جب تک جاملوش کے زور و کھس کے کوئی نہ تو نے مشربیات میں تھا۔
"مشربیات جات! یہ کہاں دست یاب ہوتا ہے؟"
"مجھے معلوم نہیں لیکن اسے تیری زندگی ایک تمام پر پڑ جائے گی
اور تو جو کوئی شہاب کے دور میں ہے اسے یہ پیشہ شہاب سے طغنا تھا
گا اور تجھ پر بہت سے حرافہ اعلا نہیں ہوں گے تیرے پاس دیکھنے اور لذت
اندہ کی کے لیے پڑنے والے ہیں تیرے پاس وقت ہی وقت ہوگا۔
"میں ایک فیل زندگی کا روز و دن نہیں میں لیکن اگر میری عظمت
میں کسی کی کاسبت تو میں مقدس جا رہا گا کلام سے یہاں کرنے کی کوشش
کوں گا۔ مجھے یقین ہے جب وہ پھر اپنا تہاں ہے تو یہ تمام جملہ حرافے گا۔
تو مجھے اچھے شہرے سے ملے تاہن قاتل ایک سے ذہن کیا ہو گیا ہے؟"
"اسے تھی پر عمل مت کرنا۔ قاتل نے لیا جت سے کہا۔ تیرا ذہن
اس وقت اشتراک کا شکار ہے تیری کئی انھیں اور اس کا میں غور کرنے کی
ایک جملہ جملہ مرکز نہیں کیا پھر اسے کوئی گہری تھوڑے سے ذرا اپنی
طاقت بھلا کچھ تو ان پر دیکھا۔"

قابلِ فہم سے مرتب ہیں بہت پیچھے تھا مغواں وقت دوسرے کیلئے
بہترین فوقی کیفیت لکھا تھا میری کچھ میں نہیں آتا تھا اس لئے کہاں سے
کرس؟ کیا کرس؟ جی جاتا تھا کسب کچھ چھڑا کچھ جزیرہ توری کا کسب
کرس؟ توری میں مرگھا اور تورا کچھ کسے کیلئے جی گیا تھا۔ دوسری اُن
نئی دنیا کا خانہ تھا جو توری میں رہتا تھا۔ دریاں میں کوئی فاصلہ نہیں تھا۔
صرف الارے کی درمی تین اُن طرف قدم نہیں اُٹھتے تھے۔ یہ نہ شرجی کہا
دہن پہ بچھا ابرا تھا کشا یہاں بلا بھی اُن کے نصیر کا دروازہ بند ہے اور دانے
کھلے ہوئے ہیں تو وہ نیال سے غیر ختم نہ کرے میں اُن کے دل میں بھانک
نہیں سکتا تھا کہ وہ ایک بڑی ساحلو پر ارا کا لکڑی تاب بھی اُن کے
مقامات ملتے تھے اُن کے نظروں میں جا ملوں کا پناہ دیر بند کرے میں ایک
وقت گزارا ہوگا اور ابرا بھی اُغاضب نہیں ہوا تھا اگر کس نمایاں وہ اپنی طرف
جگانے کا ایک سووم سا اشارہ بھی کر دیتی تو میری حالت اُن وقت تعلق مختلف
ہو جتی میرے پاؤں زمین پر نہ ہوتے۔

ثبوت دیا تو نے مگر یہ نہیں کہ دینا تیری، نیا کی نفوس سے اوجھل
کیوں ہے؟ یہ لوگ کہیں ہیں؟
جب میں نے یہ سوچا تھا کہ تیرے شہدایوں کی ہوتی ہے اس لیے میں نے
سوچا موتوں کو کیا کسی میں ان میں بھی چھپے ہوئے عالم کن شعوری و مسلما
ہے جس نے اپنی ذات کا جو ہر کسی دوسرے کو نہیں علم کر دیا ہوا خود اس کی
کوئی ذات نہ رہ گئی ہو کیا میں عالم شعور میں ہوں؟ کیا مرگنے کے قبل یہ
غریب نظر نہیں ہے کہ میں نے اپنی تمام باتیں ادا کر دی ہیں اور ادا کر دی ہیں
ذات کو کیا ہے کیا جذبہ دنیا میں اس قسم کی خالص نہیں ہیں؟ میں
پوچھتا ہوں روح کیا ہے؟ جو اب سے لے جدید دنیا کے غریبی اور وجود
ہے تو باقی باتیں یہ تسلیم کرتے
تیری یہ موجودہ حالت تیری پہلی اور سب سے سوال کا بچانے خود جانتے
مگر میں تیری توجہ ان چند امور کی طرف دلا نا چاہتا ہوں جن پر تو سوچتے ہوئے
ذات ہے اور جب تک تو انھیں کے اس مرحلے سے نہیں گزرتے گا ہمیشہ بظاہر
بے گناہ یا تو پر سکون رہنا نہیں چاہتا؟
میرا بھائی صوفی کسی کے حصول میں مصروف ہے کہ کوئی میں نے خود
اس میں شامل کر لیا ہے اگر تیرے پاس اس کا کوئی حل ہو تو روتا اور باتیں کر
نفس کی باتیں نہ چھوڑے میں تجھے قاتل کو دل کا تیری ساشی تا اولاد میں
بزرگ قسم ہیں۔
"ایک بار دہرایہ صوفی کے دیکھ کر کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہے؟ کیا
یہ ایک عمل نظام ہے؟ اچھا جاننے سے تیرا جواب وہی ہو گا تو جواب میں بدتر
دنیا کے بعض غیر اعتدال واقعات پیش کر دے گا میں انھیں دے دوں گے بعد
ادبیری سلی کے تیرے لیے سب سے زیادہ مگر جو میں منزل کو ایک میں پہنچ سکتا
تا دیکھ بعض ابتدائی باتیں تیری عقل میں نہ آجائیں اور تجھے کچھ نہیں معلوم۔
تو کہنا چاہتا ہے؟"
میری باتیں واضح اور صاف ہیں میں تجھے یہاں اتنی منزل ملنے
کی مبارک باد پیش کرتا ہوں بلاشبہ اس میں تیری جرات شجاعت اور عزم
کا بڑا دخل ہے لیکن تجھے یہ سوچنا ضرور ہو گا کہ انہی لوگوں ہے؟ مبارک کا کارکن
ہے؟ اور کیا تیرے یہ رتبہ بعض اس سبب ہیں کہ تو نے انھیں بہت تازہ
کیا ہے اس کا سبب کچھ اور ہے؟ جب تک تیرا ان دور پر توجہ نہیں ہے گا
ہمیشہ ان چیزوں میں جھکتا رہے گا کہ حد سے دنیا میں طلب حلاوت کے دستور
سیونے تجھے کی صلاحیت کے عزم بخندے ہیں؟ کیا انھیں سماجی شعور میں ہوتا؟
تجھے عیسائی پرکشش شخص آخر تو یہی معلوم بات نہیں جانتا؟ میں تیرا علم احدا
ہے۔ پہلو سے راستہ جس کے گوش کر جو تیرے مقصود کی طرف مائل ہے اور
یہ اسی وقت ممکن ہے جب تیرا ایک مقصد باز کے بجائے ایک عالم کی حیثیت
سے مسائل و مصائب کا سامنا کرے اور ان میں لے کر تیرے بار کو لے لے جائے
جین وہ ایک طرف اور دنیا کا یہ کارنامہ ایک طرف ہے۔ ہر گاہ کہ اس
منزل سے گزرے گا اس میں تیری طرح جرات کا فقدان ہے۔

"میں یہ نکات ذہن میں رکھوں گا لیکن شک مجھے اس پر ہو گا کہ
کیا وہ ایک قابل حصول شے ہے اس کا کچھ سمجھنے کے لیے اس سے پہلے
مادہ ہی میں دین میں رکھنا ہو گا کہ تجھے تیرا گرو مشفقہ نہ ملا تو تیری
طرف ہو گا؟"
"میں تو شاید باطل ہو جاؤں گا مگر مجھ سے خود کو سمجھانا چاہیے کہ
میں نہ اپنے آپ کو سلب کر کے اس کی آرزو کی ہے۔
- تو نے خود کو حال کر کے ٹھیک ٹھیک ذہن سے نکال دینے کے لیے
کا نہیں نہ ہو گا کہ اس کی راضیت ہے کہ اسے۔
"میں اسے حاصل کر لوں گا۔ میں نے مجھ میں یہ آواز بلند کی ہے
دور کر کے پاس آگیا اور حیرت سے میرے چہرے دیکھ گیا میں اس کی اسے
مقدس جا رہا تھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ؟ "اس نے خوف زدگی سے ہوا
نہیں۔ میں نے اپنے اپنے آپ کے ساتھ قاتل! میں نے کسی قدم نہیں لیا
اسے مخاطب کیا۔ یہ سب سے راستہ۔ میں ہر زمانے کے ساحل پر چلیں گے۔
"تنہا؟ وہ وحشت میں چلایا۔
"ہاں تنہا۔ میری ایک چیز ہے وہاں رہ گئی ہے مجھے اسے ان
تجسس سے خود کو حال کرنا ہے۔ اگر میں اطمینان کے ساتھ اپنی ہی مدد کرنا
کر سکوں۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا کہ تیرا تیل حوالا ہوا میرا منہ دھکا دیا
اس نے مجھے شہرہ دیا کہ میں ہیرا سے اسے اس کی محامات ساتھ لیا
"تیرا یہ مشورہ میرے فیصلے میری جان باقیوں سے پرانی شناسائی ہے
میں اس سے کچھ باتیں بھی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ کہہ کر مجھ پر ہڑت
اپنے نواز سینے ان میں سے چند گز میں ڈالے اور ایک خرابی سے اس کے
گیلہ چڑھیں بعد میں ہیرا کے ساحل کے اس طرف پہنچ گیا جہاں سے وہ
کی دیوار شروع ہوتی تھی۔ ایک وقت تھا کہ ایک ایسی مسافت ملے کہ
ماحول کی مخالفاً وہ ایک پہنچتے تھے میرے ذہن میں یہ بحث نہ اٹھاتا کہ
یہ فاصلوں کی کی دیکھی کو کی کر تھے؟ غایت ہرگز وہ ایسی مسافت کا
عسی شہید تھا یا یہ غمناک راستہ ایک عسی شہید ہے لیکن یہ سب باتیں تھی
سے سمجھ میں آئے والی نہیں تھیں۔ میں چھلنے چھوٹے ذرات کی اس آواز
میں قاتل کے ساتھ ڈھل ہو گیا۔ ذرات اب ہمارے راتے میں مزاحمت
ماحول میں ہی اس قسم کی محامات نہیں کر سکتا تھا کہ غم کے شکر میں لینے کہ
معمولی سامع کے ساتھ جانا کا قصد کرے۔ ان کے فقر عروج پر ہوں گے
وہ دوبارہ میرا چہرہ دیکھیں گے کہ میں نے ان کا ہوا کہ میرے غم کو کہ ان کی
نکست میں بدل دی ہے تو ان کی نالائقی اور نفرت کا کیا عالم ہو گا؟ ہم
تیز رفتاری کے ساتھ رستہ کی وہ ہیبت ناک فیصل بھی جھڑکی ہوتا کہ
ہر عظم کا سواڑا عوام تھی۔ اس نے انہوں کے ایک عظیم انور کو مٹا دیا
خود کو دیا تھا کہ مذہب دنیا میں کوئی ایسی ساشی حقیقت نہیں تھی۔ اس
سے یہاں کے مجبور اور خودی سامع منہ ہار کر دنیا کے ماضی و افق سے
برتری کے حال تھے۔

جب میں قاتل کے ساتھ فیصل کے کس پاریت کی آدھی سے
برآمد ہوا انھیں اپنی آنکھوں پر یقین آیا۔ ان کا سب سے بڑا دشمن
سیت سائی سے ان کے سامنے کھڑا تھا۔ میرے کھلے ہر سکول میں تھی اور
ان کے چہرے میں غمناک شہرنگل ہے۔ یہی میری آدھی سمجھانے کے نزدیک
میں زندگی کر رہی تھی۔ وہ پانچ طرف سے میری طرف دور پڑے ہیں آدھی
ہوتی رستہ کے پاس ہی کھڑا تھا اور اس کی خاطر سے خود کو ہٹا کر اس کے
کوئی نقصان نہ کر دیا تو ان کی توجہ سے کہ اسے گرو غمازین کرنا انسان ہو گا۔
فی الحال ان سے کوئی ہر امور کرنا ناممکن نہیں تھا میری آمد کا مقصد بھی
نہیں تھا میں نے ساحل کی اس چوڑی پٹی پر ایک حائل اور نفوذی میں یہاں اب
میں نے اپنے سامع کو چھوڑتے بہت بڑا لشکر زمین میں کشتیوں پر موجود تھا
مگر اس میں دل رسی تھی لیکن اس عالم اور سامعوں میں کوئی بھی میرا مقابل
نہیں تھا۔ ہاں وہ ایک ساتھ چھ پر حملہ آور ہوئے تھے تو میں ماحول کی طرح کسی
بے خبری میں ان کا نشانہ بن سکتا تھا میری آنکھیں غلغلہ اور شکار کرنا کوشش
کر رہی تھیں۔ ہر سمت سے ان کا چھینٹا چلا گیا ہر میری طرف آواز اور
سے ایک ناطے پر کہ شکر میں نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں قتل کر
دینے کی تلقین کی۔ ان کے چہرے پر ہلر و مل دیکھنے کے لیے تپ رہے تھے۔
نور سے سرخ سرخ دستہ میری آواز کو کسی آواز دھجھکے صورت کے نہیہ ساحل کے
اس کرنے سے اس کے کہ گونجے تھے میں وہاں آگیا ہوں میرا مابہ
ہر سمت اب تیرے شاید انھیں میرے نزدیک قاتل کی منزلت نہ دیتے
پہلے ایک مشترکہ مقصد کے لیے ہائے دہانہ تھا اور اس اٹھ کر گرا
وہ نوع حق پر منزل میں موجود ہے جس پر میرے اردو ہاں کے دو دیوان
ایک معاہدہ کر رہے ہیں۔ وہاں لینے دینے اور معاہدے سے خوف نہ ہو گا
کس سے یہ بات ہے تو میں بھی کشتیوں آواز کا فترت غمناک سے گاہر بل
میں اس اذیت ناک رد واک فیصل میں نہیں جاؤں گا تم مجھ سے جو بھی
آواز ہو تم نے میرا جان ماحول کا رد واک اور اپنے سامع اور غمناک کی
آگاہی نہیں ہے کیا میں غمناک رہا ہوں؟"

میں نے چند لمحوں وقف کیا اور اس پر مجھ کو کوشش میں کہ طرف خوف سے
دیکھا مجھے معلوم تھا کہ جواب میں اپنی گزشتہ فیصل میں نہیں ہلا میں گے لیکن
اس دفعہ کا مطلب یہ تھا کہ غلغلہ اور شکار میری آواز میں اور انھیں ملد
سے ملدہ ہیں میرے آگے آنے کا موقع مل جائے میں نے اپنا بیان
جاری رکھا تو تیرے دیکھا ہو گا کہ انھوں میں دھم کے زلزلے سے زمین
آواز ہو گئی تھی ایک دھم کے شہید ہو گیا میرے اپنی غمناک اور
فاتح کی تمام تر دھم تو کھلے گئے گزشتہ کوئی ہوگی؟ سنو! میں تم سے جدا ہوں
آئیں کہ نہ آجائیں۔ کیا میں غمناک ہو کر اس باب یا شکر میں کے ماحول میں
کی سب سے ناز ہو کر اور دھم کا نالہ کا مقرب خاص میں مجھے غمناک ہوا گا
سے لپٹا گیا ہے اور تمھارے لیے اس کی ناپائیدگی کی علامت گرد و غبار کی

یہ آدھی ہے میں انھیں اپنی محامات کے اس شہر پر ایمان دینے آیا ہوں کہ تم
اپنے اور دل سے اسے ثابت ہو جاؤ اور میرے ساتھ اپنی کوئی زمین پر چلو
جہاں کی عورتیں اور شہر میں کھائے ہوں کی یہ توجہ دہ کر دے گی میں انھیں
قاتل کرنے کے لیے وہاں غمناک نہیں کر دے گا۔ راستی کا فیصلہ کر لیں انھیں
چھلنے سے پہلے کہ لے دیتا ہوں کہ ہے جو میرے ساتھ ان کے
سب سے نازوں پر چلنے کے لیے آواز ہے جہاں دھم کا نالہ کا کاتیا ہے؟
یہ کہہ کر میں غمناک ہو گیا۔ ہر گز نہ سنا دھم ہو گیا۔ وہ لگے سے ہو گئے۔
میری نفس غلغلہ اور شکار کے قاتل میں اور انھیں نہ نکلتا
نہی پر دھم کی طرح ہجوم پھرتی ہوئی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں
انھیں راستہ شکل سے مل گیا تھا میں یہاں اپنا ہاتھ دار کر کے انھیں
اٹھانے کی عقلی باتیں کر سکتا تھا یہ ایک تہہ بہ تہہ کر میں ہر گز کسی اور
جانب مہذب کر دے وہ غلغلہ اور شکار کو کشتی میں دھم کے سے پہلے
پیش کرنے سے پہلے میں نے خود بخود کاوری کی مکان کی جو اس
نازک موقع پر ایک مہلک اقدام تھا ماحول کے کوئی جانور بھی نہیں تھا۔
میں نے آسمان کی طرف اپنے ہاتھ ڈھکی انہوں میں اٹھائے۔ میرے ایک
ہاتھ میں چوڑی ازبوا ہر ہاتھ ہاتھ لے کر دے کر دھم میں موجود
انگوٹھ کے عام انھیں کی گاہ میں بھی انھیں دیکھ سکتی تھیں ساتھ ہی میرا لپٹا
جملہ زرد ہاتھ ایک ایک میں نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے اس آتش ہجوم میں
کسی کو کاری کا غماز نہ کرنا یا نادمہ جنگ کرنے کے نہ خود تھا ہر ایک
ہر گز میں ایک ایک خیال آج میں نے اس کے گز کر لپٹا۔ تمھاری قیادت
کن کر رہا ہے؟
جواب دینے کے بجائے ایک مختصر آگے آجائے کہ مجھے غلغلے
مضبوط تھے اور ایک کر سٹے سے زیادہ سیاہ تھا میں ہر گز دھم جا رہا
میرا نام لا رہے۔ اس کے لیے سے ٹھکن نمایاں تھی۔ تو شاید مجھے مانا ہو
میں تجھے خوب جانتا ہوں میں نے تیری سے کہا۔ تو آواز کا ایک
بڑا سامع ہوا اور میں نے معاہدے کے وقت اس کا حرم تھا۔ لاوا!
لے معز سامع! اپنے لوگوں کو اتار کر وہ میری بات آواز سے نہیں سیکر
دل میں کوئی کوٹ نہیں ہے اور نہ میں انھیں ایک ذریعہ شہر دینے
آیا ہوں اور اسی لیے اپنے ساتھ لاؤ شکر نہیں لایا حالانکہ یہی مل گئی تھا۔
میں سوچنے کا موقع ہے۔ لاوا! کوئی نہی سے ہوا۔
"سوچنے میں ہیں میں اپنے غلاموں کو کچھ کہہ کر وہ میری خدمت
میں کوئی شہر پہنچیں کریں۔ اس وقت میری حیثیت ایک ایسی تھی کہ
ہے۔ میں نے مجھ کو سامع سے کہا۔
لاوا! میری سے اشارہ کیا۔ ایک لمبے کی مدت میں انگوٹھ کی
نوجوان لڑکیاں اپنے شانوں پر شرب کے برتن اٹھانے کے لیے کھڑے
آئیں۔

تھے ہیں نہ کسی نیا سار حوت کو کر لیا تو اچھے اس کے ذہن کے تہہ پہلے سے
ایسے نوادرمیں ہوتے ہیں کہ سنانے میں کثرت و شدت و راحت حاصل
کے ہیں زیادہ بیچ تھے خطرات نامی باتوں سے میری آنکھوں میں ہرگز نہ لگا
وہ دھند صاف کی جویری مانی تاخر کوئی بھی جی بیسے یہ وہ تیرے
سیر کو بہن پر تشریف لگتی تھی مجھے میری برتری کا احساس تھا بڑا نیا کیسی
باؤں زمین پر آتے گئے اور میں نے خود کو بے یاد کر دیا کہ میری فضیلت
میری خوش فہمی میں میری ہالانت نامیہ طاقتوں کی مصلحت یا کسی اور وجہ
سے ہے میری اس ازاد فہم و گرفت میں خطرہ کے کچھ فائدے سے زیادہ
حیرت کا تھا اچھی نہیں آیا تھا اگر میں نے شرط پر اپنی جی ادھم علی کا
کوئی تاثر نہیں قبول کیا تھا ہم اپنی آنکھوں کی حیرت اور تھکی
تھکیں اس کے پوشیدہ نہیں کہہ سکا میں نے اسے میری طور پر نہایت نہیں کہ
سنا اور درمیان میں اس کے بدن سے مذاق اور اس کے شائبے چڑھنا قیاس
مجی کرتا رہا، شرطاریس کے لیے آہی کی ایک جگہ دس گھوڑوں میں خود کی کامل
اوصاف کو تحریر کران اجمالی انداز سے ہی لکھ دین تھا جس کے لیے جسے لڑ
دیا سہا سون گری چھین دیا، میری زبان پر خاموشی کی قبر لگ گئی۔ وہ یہ بھی کہ
میں کسی گہری خاک کے لیے روتے ہیں چھانگیا ہوں اس کے لیے میری ہیرویت
مختصر فیروزی میں گھیر کر ادریش اس غیر اعتدال علمی و نیا کا اجال ٹک پڑے
یہ تیرے یانہ؟ تو یقین کرنا تھا۔

مگر سوال یہ ہے انھوں نے میری اہمیت کہاں کہاں؟ مجھے انھیں
وہ کوئی نئی مرمولی نظر آگئی تو ایک بڑے علم کسی اور شخص میں غما
حق جرات و شجاعت؟ یہ نہ کہ میں نے ان کے سامنے اپنی صلاحیتوں کے
املاؤں نے پیش کیے تھے۔ فرائض و تدبیر کوئی شہ نہیں کہ میں نے فصل
تین حالات میں اپنی آنکھ کے تیرے تیرے ظاہر کیے تھے پھر انھوں نے سب کے
مجھے منتقل کرنے میں جمل سے کام لیا یا؟ اور جب میں ان اسرار و موز سے
بے خبر تھا تو انھوں نے میرے بیٹے پر سزاوی کا یہ سیاہ دایں میں ثبت کیا اگر
اس میں اتنا دلکشی کی شگاف کا وصل تھا کہ وہ مجھے کسی قدر دل نظر آتی تھی تو تو
اتنا بار گراں کیوں تھی؟ نتیجہ یہ کہ کوئی اور بات تھی۔ اپنی اس صلاحیت کا مجھے
خود بخود نہیں تھا جسے اس فوس ساز کاٹنے کے لائق نہیں نے تاک
لیا تھا کیا انھیں جانوں کی گراں ایسا جنس مطلب تھا جو میرا دریا ہوا
اور مجھ جیسا بلال طاقت و فوس پر جس سے وہ جب چاہیں کام لے سکیں؟
میں اس دہل پر زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکا اگر انھوں نے مجھے بہت بڑا
جہاں تھا تو میری غلطی کی کیونکہ میں ادھم تو نہیں تھا اگر انھوں نے اتنا ہلاک
سلطنت میں سے کہیں کا اتصال کو تو راسخ انتہا کیوں نظر انداز کر گئے؟ یہاں
غضب کیوں بھول گئے؟ نہیں ہیں۔

نہاں مجھ کا سنا تھا۔ چنانچہ "نظارہ" مجھے نہ نکالے مجھے لڑتے ہیں نے
مہذب، نہانے کو گراں کی شیبہ ہیں، یہیں میں انھوں نے نہیں کر سکتی تھی کہ میں

میرے ذہن کی طرح ایسا کوئی علمی سلسلہ ہو گا کہ دور دراز کے لوگوں کا حال پہنچ
دیکھ سکیں۔
"ہاں میں نے سنا ہی ہے کہا۔ سر تا کیسی ہے؟"
"وہ تو ایسی طرح خوب مہوت اور دل کش ہے کہ میں اس کے کچھ نہیں
مگر کوئی چھائی ہوئی تھی۔"
"اچھا۔ میں نے کچھ اعتنائی سے رد کر دیا۔
"کیا بات ہے؟ تو ان فوسہ نظروں سے ہو گیا کہ خطرہ سے نہیں خوش
نہیں کیا؟" "نظارہ نے زبردست کہا۔
"اے میں ہلاک نشہ میں ہوں خوش ہو گیا ہوں۔"
"بہت دل و دلاکتا ہوتی تھی نہ؟" "نظارہ نے شرمی سے کہا کہ کیا تو
کا کوئی اداقت مجھے نصیب نہیں ہو گا؟"
"مہم کہاں تو رہتی ہو تم نے اپنے آپ کو کیسے لے ایک نامور شہر
قرار دے دیا ہے۔"
"اس لیے کہ میں اور خوں کے میل کھانے سے فرصت نہیں ہے۔
نظارہ نے فرغ نہ کر لیا ہے جب جہم پر بھی اور مدت کا کوئی وقت آئے گا
میری یہ کھات تھلے کام آئے گی۔" "نظارہ نے آگوشو کے ہتھ پکے ہیں جہاں
"تم میرا تیرا اہل ہو تم میں سے مرمت سے کہا۔
"ادارتش آخر دیکھ کر ہو گا؟" "نظارہ نے مسکرتی سے کہا۔
رات گئے تک ہم مشعلوں کی روشنی میں جانوں کی خانقاہوں کو گڑ
ہے تاویل ہادی کو میری کرنا تھا۔ چار چار کر رہی تھی شرطہ کے انداز و ادا
میں بڑبڑادی اور تھیل تھی۔ نذران خاطر میں نے رشت گزارا کیا تھا جسے
ہی مجھے تہائی تھی اس آٹھ کر مہلت کا دین چلا آیا اور ایک ستون سے چڑھا
خود بخوش ڈوب گیا۔ مجھے اس بات کا پتہ ہی نہیں تھا کہ شرطہ کی آٹھ
سیر پہنچے پہنچے آئی ہے اور ایک میچہ گرتے ہیں ناگوش میں گئی ہے۔
سوچتے سوچتے رات گزرتی تھی تو شرطہ نے مجھے اٹھا لیا۔ میں
کسی اڈش کی طرح اس کے اٹارے پر مہلت کا گامے باہر گیا کچھ دیر ٹھہر کر
ساتھ رہا۔ پھر اس کھنڈ میں پہنچ گیا جہاں ایک دیوت بڑی مہلت نے
مجھے اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا تھا جن دن کھلیں وہیں بیٹھا ہوا سنگھ
ڈوبتا اور بھرتا رہا اور میں نے خود کو یقین دلایا کہ تیرے اندر کوئی ایسا ہون
ہے جو تیری نگاہوں سے سوا دل اور با لگا لگا نظروں میں نمایاں ہے تو وہاں
مجی جو جہم سے تیری یہ حق تعالیٰ اوقات ہے کہ تو میں اس سے آگاہ ہو جہاں
یہی ایسا تھا کہ کافی ہے کہ تیرے اندر اتنا دل کو دھمکے لگا کوئی جہم ہو جہاں
جیتے یہ تسلیم کر دے کہ وہ فضا میں ہوا میری تیرے بند کی ہے جسے بھی انا
ہی صومہ مذہبات ہو سکتا ہے جتنا پہلے تھا تیرے لیے اب دلتے لائق کرنا
انسان ہے کہ وہ کو شفا لے بہت سے دوا دیکھنے کے لیے اگر تیری طبع
نازک کو اس سے نہیں چھٹی ہے تو کچھ نہیں تھا۔ میری میں ہوا تھا
دھاتیں تازیانہ صومہ صیات کی حیثیت کہتی ہیں تو یہ بگاتی تھی نہ کہ وہ

جس طرح اور دماغ کو حرکت دینے بغیر تیری حیثیت و انکو ہر لڑا شرف اور ہر گھلے
زیادہ تر ہم دہمتی اور کچھ تو یہ کہیں بھول گیا کہ تیرے اقصان سب مختلف
تھا ناکیک بڑا علم کے نام اسواں اور واس سے مڈا۔ "تم نے موت آتا ہوا
سے متعلق سمجھا تھا۔ جہاں بات کا نام ہے کہ تو نے اپنی آنکھیں کھلی نہیں
کیوں تیری آنکھ تو ایک ہی طرف دیکھ رہی تھی اور یہ کوئی پیمانہ ہونے کی آہ
نہیں ہے کیا اب تیرے مقصد میں کیا ہے؟ کیا تو اپنے گرفتہ دلوں کی فوسہ
پر خوں ہونے کی حماقت کرنا ہے؟" "نظارہ نے نصیب دہن ہو کر گئے گئے۔
"وہ دن جو گئے تھے میں نے ان کا خیال کر۔"
میں بے چینی سے اٹھا اور جانوں کی فاس مجھ پر ہی سے چھڑی اٹھا
کے عبات کا دین داخل ہو گیا میں نے اسی چتر پر مجزنا نا خانوں کیلے کچھنا
طرح کر دین جہاں سے مارا کا کا کا دروازہ کھلتا تھا اور جہاں وہ خوب نجران
ادھم تھا بھارتی اٹھا جہاں مارا کا کا ایک رپ تھا میں کیوں جتنا رات اور
جب میں نے دیا ریاہ کو دی چھ پرچہ ہلکے چتر کو جسے حال نہ رہا ہم آلیا۔
ابھی دسرا کھلتا تھا کہ میں تیری سے اندر داخل ہو گیا۔ اندر گہرا اندھیرا تھا میری
آنکھیں اندھیرے میں راتے لائق کرنے کی حماقت کہتی تھیں میں ہی لڑا
پرچہ تھا کیوں حسب سابق پڑی ہو چڑھتیں موجود تھیں مجھے دیکھ کر وہ
ٹھنکے اور دھلے پر عمارت کے کھڑی ہو گئیں میں نے دلوں کا ہاتھ چھپا کر
انھیں بہرہ ورانے سے بٹایا اور اپنے دایں باز سے دوائے کو دھکا دیا ڈاؤ
ایک کھٹے میں کھل گیا۔ اندر دیوتاوات نمبر کے کام نہ خالی چڑھا تھا اور ہر طرف
سکت چھایا ہوا تھا۔ مقدس جا کا کا؟ میں نے غضب ناک آواز میں کہا۔
میں خود تیرے چہرہ کو دیکھتا ہوں تاکہ مجھے تیرا نشان جاری کھنے کا موقع ملے
کسی حماقت سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا میں نے دوبارہ اپنی آواز
اڑائی کی تھیں اس بار میں تیرا کیا کے ارادے سے آیا ہوں اگر تو مجھے اٹھ کر عمارت
جانوں کی منہ پر چھینکے کی کرکشن کرے گا تو میں چھریاں اور جاذب کا اور اس
وقت تک آتا رہیں گا جب تک تیری تیری جانب سے عقل اتحاد کا یقین نہ
ہو جائے پھر میری یہ فاس عالم نہاں کی موت نہ کر جائے۔ "تم یہ تیری جیج کر لے
پکارنا۔" لیکن میری آواز دیا نہیں پائی گئیں۔

میں تک سب زبان بکھا؟ "خوفیہ گلا بھج گیا اور میں نے خاموشی و
کے اس جگہ کے عقل و فوس کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ایک دروازے کے بوا
یہاں کوئی راستہ نہیں تھا میں نے چاروں طرف گھوم کے کچھ بے اختیار ڈاؤ
نہیں تھا میں یہاں ہر طرف کی گئی آتا تھا۔ مجھے خبر لے کے دیا راز منہ سے
روٹی لایا کہ میں ہی کی دیر دوسرے نظرائی میں بیسے ہی ادھم پر چڑھ کر نیلے
کے منہ میں رکھی ہوئی گری پر پٹیا لے لیا معلوم ہوا ہے جیسے نہ لڑا تا نہ بند
کر دیا ہو ہے اختیار کیسے ہاتھ نہ پوے کا بند بوا ہوا مسئلہ کھٹنے کے لیے لٹھ
گئے میری ساوی طاقت خارج جاری تھی تو لڑا میری سے منہ بند کر دیا تھا
میں اس سے اور زبردست ناکیں میرے ہاتھ اس دیا راز کی حماقت سے صل

ہو گئے میں نے تیرا کیا کر جہاں کا کا کھجے سے ناراض ہو گیا ہے اور اس کی
ناراضی موت کے مترادف ہے لہذا میں نے اپنے دفاع کی ایک آخری ہڑت
استعمال کیا میں نے جلد اور ہلکے شپاں سے آگ کوئی کر دی۔ میرے کسی ایک
ہلکے ہاتھ نے سے ایران لڑ گیا۔ اس کا منہ بند ہونے کے بجائے چڑھ گیا میں
سے کو کر دیا اور ایران میں اس کے گائے مجھے نے کے منہ میں لڑا تک داخل
ہو گیا اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی میں اس کی دھمکے لڑتے سے
ایک ایسے عین تلاش پہنچ گیا تھا جہاں کائنات کے تمام حسین مناظر موجود
شرع چلنے کے وقت چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں زمین سے اڑتے ہوئے پانی کے
ٹپے اور دور دراز سفید عمارتوں کا ایک سلسلہ عمارتوں کا ہر گوشہ ہر سے ڈھکا
ہوا تھا۔ یہ جنت کا کوئی عووا تھا کچھ دیر دیر سے پڑھے آسمان سے آتری ہوئی
صفت رنگ و بھڑاؤں کا ایک طوفان آیا ان کے منہ کا کیا بان کیا جانے؟
ہریان اٹھل پڑھلے گئے گاؤں میں سے ایک بازرگ کے منہ سے اس کی آنکھوں
میں آنکھیں ڈال دیں کوئی اور وقت ہوتا تو میں عرواں کے پاس بٹھ کر
ان کے منظر جاکہ سے اپنے حواس کرنا بگ بٹھا میں نے ان سے بڑا وراست
ایک سیدھا سادہ سوال کیا۔ مجھے مقدس جا کا کا کی خدمت میں ہے جلد؟

انھوں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا جیسے انھیں میری صبح لڑائی
پر شہر بہرہ راستہ تقدس جا کا کا کی طرف جاتا ہے۔ ایک دوسرے نے
اپنی تشریح آواز میں موت سے جواب دیا۔
میں نے جہز ہر کے کہا: اس سے کہہ کر اس کا ایک غلام ملنے کا
آرزو مند ہے۔
"اُس کے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اُس کے کان ہر گز موجود
ہیں تو تم نے کہا ہے وہ اُس نے فوسوں لیا ہے۔ وہ میرے اٹھا کر جواب دیا۔
میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "تھا کہ ہاں دوست ہے میں نہیں اس کا
اختیار کروں گا اور جب تک مجھے ان بادیانی نہیں دیتا میں تھادی جوتوں
کی سیر کروں گا۔ یہ بڑا دل کش تھا ہے اس جگہ کو کہلےتے ہیں؟"
انھوں نے مسکرتی سے کہا: "خوب جب تم اس جگہ سے اتفاق ہو کر
یہاں کیے آ گئے؟"
"میں جھٹکا بڑا گیا ہوں میں نے بے ساختہ کہا: کیا یہاں کوئی مرو
نہیں رہت ہے؟"
"ہم نے ایک کھانے کے بعد کسی مرو کی شکل دیکھی ہے۔"
"ادھر تیرے میری اٹھ کھانے لیے فاسی مرمت بچھ ہو گی؟" میں نے
اُن میں سے کسی کو ایک ساتھ اپنے ہتھ میں لے لیا۔ درجہ اس جگہ کہ
میں تفصیل سے مرمت آؤ۔
انھوں نے میرے بازوؤں کے حصص سے نکالنا چاہا اور کہہ کر لیں کہ
طرح اور دھڑکھڑکیں میں تھوڑی دیر کے ساتھ لے کے لیے حوت کے کالے
بچھ گیا اور میں نے حوت میں اپنی ناکیں ڈال دیں پھر میں نے انھیں آواز

”مگر میں۔ میں۔ بڑھے نے مجھے کچھ برسنے کا موقع نہیں دیا۔
صبح دنام کی اگر کوشش میں فیصلے نہیں ہوتے۔“ اُس نے مجھے دھمکا

بہترین ضرورت تاجروں پہنے ذوق نہ رکھ سکتا تھا۔ میرے دو سالہ
انڈاز میں دیکھا۔ بہرحال میری رفیق منیبہ سائنسی اور سماجی دقتیں کو
دلچسپ واقعات سمجھتی تھیں۔ سب سے نبردآزمیہ کے لیے مجھے بہترین عمل وقت
کا بہتر وقت دینا تھا۔ جب میں اس بہتر زمانہ سے دوڑ نکلی گا تو میری
تبدیلی کی گئی۔ وہی جنتِ نیل آباد کہ وہ محلہ تانیک پڑا عظمیٰ
بہترین دن اس منگرت میں گزار دیا۔ مجھے اس خوشی کے پہلے سے
سمجھ محسوس کرنا تھا۔ راجا صاحب کہتے تھے کہ باجی دروازے کے عمو
آب جیسا کہ جنت تک پہنچ جائے گا۔ دروازے پر عزت کی
تعمیر کے گئے ہوں گے کہ کسی میں دھمک پڑے کہ سلسلہ ہے کن ادا
ال ہے مجھے ادا تھا کہ اس بار میں سب زیادہ عزت ہوں گے
ماحول جب یہ مجھ کو سننے نکلا تو زبان اسے پہلے اس کی کسی
سے ٹکرائی۔ پھر یہ شراب و عجات پہنچنے کے بعد اس پر رفتہ
منکشف کی گئے ہیں اور اس کا تو حال اس نے بڑی دلیری اور
کاٹھاروں کا قابو پائی یہ خوش قسمتی کہ شہلا کے سب سے خوش
شہد ہوئی یہی قیل سے والے محل کا محل سے ناز تھا۔ اسے

ماہر شہنشاہ نے زوال سے پہلے اپنے خاص محلے کا راستہ اوجھل کر دیا تھا
یہ وہی مسرت تھی۔ میر نے وہی محلہ دیکھ کر اسے کاراؤہ کیا لیکن یہ جاہل کش کا
محرومہ علاقہ نہیں تھا۔ جاہل کش کا علاقہ تھا۔ چند دلوں میں بچے جو بھولنا ہٹ
سوار ہو کر اور میں مزید گنگ دو گنگ کے بجائے خشک کر شال کی جانب بیٹھے
گیا پھر آخر سے زمین میں ایک ترکیب آئی۔ میں نے کچھ اور تجانی پر جا کے
بٹسے بیٹھے۔ پھر نیچے ہونکھانے شروع کر دیے۔ مجھے خیال آیا کہ عزم اور ملت
کا امتحان ہے۔ چنانچہ ہر ٹکے بیٹھے بیٹھے پھر چلنے سے میں نے راتھ
نئی ہو گئی۔ مگر میں اپنی ذات کو قائم رکھ کر کہہ دیا کہ میں نے پچھلے راتھ سے
دوڑتی پھرے پھینکا۔ اور اس کے ہوا اور خود کر کہا کہ نا زبردست برداشت
کی بات تھی۔ چند ہی دلوں میں بچے میلان میں تھیں کہ ماویہر گنگ گیا کچھ

وقت گرہ لینے سے پہلے برہمنی جی کو ایک بیوا زاد لڑکی زندگ کی نوبت
زندگی زندہ رہنے کا پورا حراج دیتی ہے اور موت کے اندر نشہ میں ہواں کے
بہنی ہیئت جتانی رہتی ہے کہ اس نازنین نے میری سانس کمال بخنے پر مجھے
آٹھایا ایک سو باروں کے استہرہ ہستہ چلنے کی ٹہن سے اس پیاری کھوکھو کا ایک
جی کو طے کیا تھا کہ مجھے اپنی کے کھوپے شب چپ گرنے کی آواز آتی۔ لہٰذا کی
اس آواز سے تیر مردہ میں سستی ہو گئی۔ میں نے خود کو لڑکی کے کاندوں سے چھڑا
لیا اور گرا پڑا تب تے نامانہ ناز کرنے کی جگہ ماہی پنہا ایک کی شکل روشنی تار
بروزت بیادو لیا۔ اس عین میں نے گرتے ہوئے تعویذ سے اپنا منہ گھوڑا دیا۔ باطن

اس دوران میں مغرب جیات کی غلامی و ذلت میں سے بچنے کے لیے مسیحی مصلحتی اس نے نرمی سے بری کر دیا تاکہ لوگ میں سے بچنے کے لیے دیکھا کر اہل
برتن کی طرف متاثر ہو کر یہ حق جو پہلے ہی ان نفوس سے آدھا جبراً اور آٹھائیں
لے اسے چھپ کر اٹھا لیا اور ایک نئی کتاب تیار کر کے بیرونی منہ سے لگایا۔ اس نے
ایک ہی ماسن میں مختلف چیزیں لکھیں، جیسے جیسے وہ پانی میں سے جسم کو بڑھاتا
گیا۔ یہ سب دروغ منہ بدل جانے کے بعد اور عجز اور اساتھ چلانے کے بعد اس نے ایک
کھوپڑی میں لپی چلی۔ فلز ہندو اور رشتہ جملہ لے گئیں اور ہم میں اسی
فالت محسوس ہوئی کہ اور اس پر ہاتھ لگنے کو دل چلنے کا شغریہ جیات میل
زندگی کی ضمانت آپ جیات، نیا کتاب تیار کیجئے کہ اہانت نامہ میں سے شرابی
میں ایک جگہ کا لفظ نہ ہو، یہ لکھنے کرنے لگا۔

[illegible]

جے گھر کے بچنے لگا دو تم باکل بدل گئے ہو۔ آؤ لاہر چلیو میں سے نزلہ کیا؟
تم کہہ کہ اس غار میں مجھے ہو گئے نزلہ؟ آؤ باہر چلیو میں میں تعین
اپنے ساتھ سے جانے اور ناز کیا تو غلو کی کیر لگے آیا ہیں؟
تم نے کھلا کر کیا تم نے میری توقع سے زیادہ حاصل کیا ہے مجھے یقیناً
نہی اس حق کرنا چاہیے۔ کیا میں تعین حق حاصل کر کے چکاؤں؟ سترنگ
کے بلے میں کیا پٹ پٹ تھی۔
نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کد کد کر کہا۔
میرے حکم سے بیٹے ایک لافن فرزند۔ آس تیری پیشانی پر چنا جاتا
ہل۔ سترنگ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر میرے کاٹھے پر رکھ دیا۔
سترنگ! اب اپنا پیار کھلنا چاہیو میں رکھ کر میں نے اس سے کلف
لینے کے لیے دلی کی عورت کی جانب اشارہ کیا۔ اب تعین اس کی ضرورت
نہیں ہے۔ اس سے کہہ کر وہ سدا پر اچلی جانے کیو کہ وہاں برصیلا طاقت دوسرے شخص
تھا۔ نہ جانے جو شخص؟
غیر کر کے۔ میں نے معازرت کیا ایک دن اخیر کرات کر۔ دلی کی توہین
کر۔ تیرے کا آئی ہی ہے کیا تو اپنی آنکھیں کھول بیٹھے؟ سترنگ نے لرزیدہ
آواز میں کہا۔
میں میری دلی کی کا احسان بند میں اور تیرا بھی کر۔ میں نے غصہ سے
شروع دیا لیکن اب تیرے سامنے دلی سے بھی بڑی طاقت کھڑی ہے۔
تیرے سامنے ایک زندہ دیوتا کھڑا ہے کیا تو اب بھی دلی کی نعمت پر مصر
ہے اور میری توہین کے دلے ہے؟ میں نے نگاہ برعکس سے کہا اور اٹھ کر
دلی کی عورت کی اٹھا۔
میں کیا میں اس میں تعین جابر؟ سترنگ عورت کی چھیننے کے لیے
میری طرف جھنسا میں نے اسے روکنا نہ دیا۔
اس لیے کہ غصہ سے بھر نکل کے دیکھ سترنگ! زوری کی زمین پر آج
ایک نئی روشنی پھیل رہی ہے۔
دلی کی جیسے صاف کرے سترنگ! ہاتھ جوڑ کے ایک است کھڑا ہو گیا۔
دلی کی جیسے صاف کرے جابر! یوسف!
سترنگ! کیر لیا دلی کی رت لگا رکھی ہے تیرے سامنے کیا لہزار
کھڑا ہے کیا تجھے میرے علم اور میری طاقت میں کوئی شک ہے؟ تیرے قوا
معمول پر کچھ نہیں تیری آنکھیں اندھ میں ہیں بھٹکنے کی مادی چھوٹی میں جیسے
تھوڑی دیر میں آئے ہیں اٹھ باہر چل۔
میری عورت نے سے میں اب کبھی باہر نہیں آؤں گا۔ سترنگ! لوگو
کے ہلاک یقیناً تو بہت عرصے سے بھر گیا صیغہ آدمی سے اس کا کھلا راز میں جیت
میں نے تو اپنے پاس رکھ۔ میں نے لاشی سے عورت کی اس کی خوش
میں چھوڑ دی اور دفعت سے کہا۔ میں تیری دلی کی کو قید کر لی گا۔ کیا تو
میری طاقت اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا خواہش مند ہے؟
جیسے ہاتھ کا کھلا سے جنگ کے ملان آؤ ملانے ایک اشارے سے

دہلی کو تھیسے کے ایک عمار میں قید کر دیا تھا لیکن دہلی مرتان توڑ کے فلز اور
گنتی گنتی مسعود کے بگڑے مصالحوں سے بھی دہلی کے مقابلے میں ہم کو کم ماندا
کیا تھا۔ سرکاری دیوار اپنی آغوش میں ہلکے بچے جھنجھٹ سے دھکھکا تھا۔
”دہلی اسے معاف کرے۔“ سر نہ لگائے۔ کہا۔ اور میں نے دیکھا کہ دہلی
جسم شکل میں خود امو کے مسکراتی ہوئی اسس کے قریب گئی
اور اس نے سرنگ کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا میں نے بہت رونق لیت جانا۔ خوراک ایک
کالی ترخہ دیا۔ کادوس ہی نہ ملے دہلی کے کوڑے سرنگ نکلتا۔ جتنا خفا ہو گیا اور
سرنگا سیرتے دروازہ ہاتھ کے کٹنے میں بھونک گیا۔ وہ دوسرے تڑپ رہا تھا۔
”تیری دہلی کو میں نے قید کر لیا ہے اب وہ میری نظروں میں محو
ہوگا کہ کہاں سے ماہیں نہیں جاسکتی۔“ میں نے ایک تہہ بہہ کہا۔ دیکھا
سرنگا؟ میں نے کیا تھا کہ تیرے ہاتھ میں بس ایک کھڑا ہے اب کیا کہنا ہے؟
”جابر! مجھ پر دہلی کا عذاب نازل ہو گا تو ختم ہو جائے گا۔ دہلی کو
آزاد کرنے میں سرنگا جیتا ہو رہا۔ اس کا ٹیغ جسم سیرتے ہاتھ میں تڑپ رہا تھا۔
”میں نے شرمپ حیات میں دیا ہے سرنگا! اب مجھ پر تیری دہلی
کا کوئی جادو کا باب نہیں ہو سکتا۔ دیکھا؟“ وہ میرے سامنے کسی بے بس
کھڑی ہے۔ آؤں نہ کہیے کہ پر کول ہی ہے میں نے تیری یہ سین پر ہوا تیرے
سہے میں نے سرنگا کوڑ میں ہی پھینکتے ہوئے کہا۔

وہ زمین سے اٹھ کر فوراً جنگل کی طرف جا گا اور سو دہریزوں کا
وغصہ میں نے غصے کی ایک کڑی مار پڑا تین تیزی سے غلامیں داخل ہو ہی تھیں
سڑک کے غلامیں ان کی کڑی متوقع آمد مخالف اور ملت پیمان میں مادیات میں سڑک
کو اپنی ساحل اور کٹر مزامی کا کھانا جو کئے کے لیے بعض پریشان کرنا تھا بادی
میری غصہ تھی، اس نے نکل تریں مرحلوں میں میری مدد کی تھی میں نے کچھ
ادھر اچھوڑ دیا، جیسے ہی غلامیں نادیدہ حالتوں کی طرف روٹی میں نے اپنا
سورخو روپا حالتیں دیوی کے گرد حلقہ تنگ کر دی، ہوئی منتشر ہو گئیں، لڑی
تھامنا غلامیں ان کے میدان سے نکل کے کچھ ہوس سے اوچل ہو گئی اگر کرا
لے گی میری رہو باقی تریں سڑک کے سامنے سڑک کے وجہ سے کسی نہیں
اٹھا کھانا چھوڑ دیا لے گیا ہما غلامیں اب میں ادھر سڑک اکیلے ہوئے
تھے، تم نے بچھا سڑک میں تم سے محنت خواہ ہوں کہ تم میں کچھ سڑک

نک ویدم ط کا حور

۱۰۰ کچھ کہانیاں جن کو آپ بابر نے خیر گوار لکھا ہے۔

قیمت فی حصہ - 60/- روپے ڈاک خرچ فی حصہ - 23/- روپے

کتابیات پبلیکیشنز پلاسٹکس 23 کراچی 74200

اصل کے لئے: C-63، ۱۱۱، انیس ہفتہوی ایچ اے میں رنگی رد (آخر کارونی مسطاب کے سامنے) کراچی 75500

دکھی دیر لانے میں جاکے خور کر کیے سب کیوں نامکن ہے؟“

میں اپنے باپ سے میں آخری پھلنے کے لیے آمادہ ہو کر کے یہاں کوئی اور وقت ہوتا تو یہ سہولت اور ہر اہل خانہ زبان ہری بات

بہن جاتا میں نے ہری دودل کہ میں کسی خفیہ حال کا کہتے قریب

یعنی گلا زور دل کش بائیں کرنے کا تھا کہ نہ کیا ہوا، جسیں دہر

گلے گلے میرے جذبات تھے میری آتش نوائی اور بہرہ انگل کا مل یہ

اُس کی محبت اُس کی محبت کا کسی قدر اندازہ ہوا۔ وہ ستم پیشہ شخص

ہو تو مجھ پر ہوائی اُس کے سینے سے آجیں تو نگلیں اُس کے بدن میں کیا

تو آؤ آؤ اُس کے تمام اکراہ و ملامت کے باوجود میں دل کرے زحمت میں

دول گیا تھا کہ جسے کہ میں نے سنی تھا کیا باوجود یہ نہیں ہا

سے اُس کی معزب کتاب مجھ پر تھی۔ وہ کہ اُس کا بیٹے رہنا

تھے ستم نہنا، کسنا، اگر میں بدلنا آکھوں کا نثر عرومانا یہ کہنے

ناتیا کہ ایک بڑا اشارہ تھا۔ تاہم اُس چہرہ رنگ دوز کے کہ اسے پہنچ

نہ نہ نہ کیا۔ غالب تھا اب میں سے شیش نظر ایک ہی تکتہ رہ گیا کہ اُس

ماہ چھ کر بھان لوں جو اسے مجھ سے دودکے ہوئے چہرے کے اند

شیراز پیدا ہوا۔ وہ کہہ رہی تھی کہ میں نے اُس جاکے خور کر کے سب

نامکن ہے۔ میں نے زوی سے اُس کی انگلیں کے ناف میں لینے سینے میں

تے لینے کا مجھے بتا میں نامکن کو ممکن بنا دیوں گا۔

تو پھر یہاں سے چلا جا رہی تھیں اُن کا کہنے آپ کر رہا

اور وہ باتیں نہ پوچھ کر مجھے خود جانی جانی تھیں۔

پھر وہی جلد نہان وہی غلط ازبان وہی ایہا وہی اہل میں

سے صاف صاف کہتا ہے اب میں ان تم کا لیں کا کھن نہیں پہنکتا

میں نے وہاں کہیں قیام ہے نہ تو رنگ ہے۔ میں نے تو جھک گیا۔

میں کہتا رہے دیکھ تو بغل زانی کرنے کا رہے ہیں کہ سکتا؟“

”کیوں نہیں؟ شریک تیرا نشانیات اور نقیبین خال ہوتے

تو پھر یہ اطراف دیکھ اور یہاں عارضی لمائی قیام کے بجائے دائمی

کی ضمانت مائل کر جو کہ تیرے مائل کیا ہے، اسی پر قناعت نہ کر۔

ہر نتیجہ ہلکے خاد کام۔ چاہے زانے صوف ہر جانی۔

میں سمجھ گیا۔ میں نے اُس کی ہتھیلیاں چوتھے کئی کا۔ ہم ہل زانی

اس کا جس خربے اتنا سہو کرے کہ کوئی اور کتہہ زمین میں نہیں آتا ہے۔

صاف سے کام لے تیرے سامنے کی نمی ہو جاتا ہوں مجھے کچھ پرش

بہت۔

”جاہلین اگر تم اے زمین اور بہادر شخص۔۔۔“

”تھیں کہ کہ جنبت کا اظہار نہ کر میں نے برسی سے کہا۔

اے جن کا کرتے کہ مجھ کو ایک اب تیری آرزو ہے؟ تیرے بدن

اُنے میں محبت سے کام لیا۔ اُن کی آواز میں تہذیب و احترام اور نرمی کا
جوا بہت تھا۔

”میں نے سچ مانا، اب کرنا یہاں میرا کام ہے۔“

”یہی تیری نادانی ہے، تُو نے صرف سوچ کر نہیں دیکھا اور تُو نے
اس نفاک کی محنت پر غور نہیں کیا جو مردوں سے تاقلم ہے جس سے پاس غیر ملکی
اورانی قوتیں بری محنت و سبائل کی مبادیات سے اب تک آنا آتا ہے۔“

”کیا تو ان قصہ گو کو مجھے حرام قصہ گوئے کے لیے کچھ آزاد کرانہ نکل میں
بڑا چاہیے؟ ابھی محبت باقی رہ گئی ہے۔“

”نہیں، تُو پہلے ہی اُس کے برابر بیٹھے کا اہل حق محنت تیری نکھوٹ
اُس کے پس منظر میں زنجیریں کیوں نہیں دیکھیں؟“ وہ کہنے لگی۔

”تو جیڑی؟“ میں انھیں تڑو دوں گا؟

”ابھی تو تُو نے اپنے دل سے کی چیزیں نہیں بچانی ہیں، تیرا یہ دوا تیرا
وقت ہے۔ کچھ قطع صاف نہ نہیں ہے، اسی لیے میں شورو مچا رہا ہوں۔“

”تو کون اور سب کس سے اپنے گرد و پیش کا جانو لے اور اقیانوسِ مہم آواز
ختم کرنے کے جو بھی تیرے لیے متراہ ہیں سکتے ہیں وہ طاقتور و ذہن خوف تو
اُس وقت میں تیرے خلاف سازشوں میں ملوث ہیں۔“

”کون؟“ میں نے غصے سے پوچھا۔ ”کون؟“ ستر اشاروں کی طرف سے؟

”چھوڑا، کچھ خیال نہ آیا کہیں اُن کی ساز و سازش کا ہمارا دلی سے نہیں
ہے؟“ میں نے دفاحت کے لیے اُن کا نام نہیں لیا اور میں اُسے پہلے
ترنگہ کے غار کا وہ نظریہ ہی نگاہیں کے سامنے آگیا جس میں نے دلی کو آزاد
لغظ اپنے حوس سے خلاص میں تید کر دیا تھا، اُس وقت غار میں ناوی و قاتلین
اُس کی جانب کھینچیں، میں اگر دیر کی کہ محبت تمام آزاد کردیتا اور
تہذیب و تمدن کے معاصی سے دوا چار ہوتا، اسی لیے میرے ذہن کے اندر
میں یہ کتنے روشنی بن کے چھوٹا کبیری سرفرازی کا سبب میری راضیت
اور تمدن، مہر کوں اور آزاد دانش کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ دلی ترنگہ کی
پراسرار دلیوی سبب میں اقبال کے قصہ کی طرف دھکا تھا تو اس خیال سے آسودہ
تھا کہ دلیوی اب بھی مجھ سے بڑھ کر ہر ترنگہ کا یہ عزم و دست ہے کہ
سینئر اور اوقات سے قدم قدم پر میل ساتھ دے گا، لیکن قصہ میں اُنے آزاد
بلا تھوڑا نقد کرنے کے بعد میرے اعصاب گرفت میں نہیں آئے۔ میں نے
اقبال کے مال کا کھوٹا ہی ہو گیا تھا۔

اقبال ماہین انٹرنیشنل اور طاقتوں کی طرف اشارہ کر رہی تھی اُن میں
دلی سرفروغ ہو گیا، کبھی بارش ٹلا سے مہر کوں آئی کے مدد میں اقبال نے
پوری کر دیکھنے کے ایک ماہ میں بند کر دیا تھا، ظاہر ہے ایک بہانہ کے
معاوضے کے لیے دلی کا جو ذہن اہل برداشت ہو گا، اُن کا خیال اُن کے بعد
میں نے اپنے ذہن زدہ احساس میں کیا اور اقبال کو اپنی آغوش میں بیٹھنے کے
بے خبر دھکا دیا۔ وہ صرف دیکھ کر کہہ دیتے تھے کہ ”میں خود ہی لے
لیے۔“

احساس ہوا کہ اسکے مدفق میں ملاوٹ ہو رہی ہے جسکی بنا آنا ہلاک
ہو رہی نظر میں ملے نالوں میں دلیلی کو میسر کیلئے خوف ہو گئی ہے
رنگ بھی کھلے اپنا تہی تبدیل کر سکتا ہے۔ وہ اس زمین سے دو دار نہیں
ملاوٹ ایک مذہب دینا مانا جانے کے متعلق سوچتا رہتا ہے تیری میں
ی کی جزو ملک آنا ہلاک کیلئے گائی کا بیسٹ مجھے سترنگ کا کتبہ دینا میں
جن بھیج دینا چاہیے۔ وہ اپنی دلیلی کر کے کہنے کے پس چلا جانے کے اہل اہل
روح کی تفریق کیلئے یہ ایک پانپندہ کام بھی کرنا ہو گا۔ ہیکارو کے
کا جھڑپا اس کے کر کے اہل تھا۔

میں نے تجھے سے وعدہ کرنا نہیں تھا میں نے اس کی کر کے نالوں جانب
نہ کہے کہ اسے اٹھانے کی کر کش کرتے تھے کیا اسکے ہاتھوں میں
شش سی پونے لگی۔

اس نے میری جرات پر ایک سسکاری جھری اور تڑپ کر میری
ت ہوسے آزاد ہو گئی اس نے تیری سے اپنا ہاتھ اٹھایا اسی نامانیے
ان میں مہر ان آواز نے کہہ لے مجھے بلو میں مجھے غلاب کیا کہ وہ دیکھ
اٹا ہے۔

میں نے شوکے دیکھا میری پشت پر نصب طلسمی کس نام میں سوز کا سحر
بشتیں کا ایک شکر تیری سے آگے ڈھکا ہوا تھا میں نے دیکھ کے شش
باد میں نے قریب جا کر غوسے دیکھا کر رہا میں بھلی گود میں ہر دینا
لوفان کی طرح جزیرہ دور کی طرف بڑھ رہا تھا سنا وعدا سے تیری
بال بھیج گئیں۔ رہا میں۔ وہ فرعون ابھی کی باز نہیں آیا۔ وہ جی بچے
مے میں آنے میں عجلت کر دی مجھے رہا میں کر کا کاغذ کے اس کی
ت میں حاضر ہو چاہا یہ تھیں اس نے اس سے جہد کرنے کیلئے رخ بدل کے
روز نو کی تو وہ غالی رہی جی وہاں جی جی میں اس کے تعاقب میں قصر
پر گئے میں جا سکتا تھا لیکن میں نے صبر کر کے خود اس اراشے
اڑ نکھا ایک تیرہ جالوش نے میری آڑوں کی کی فیض دیرم پر ہر جزو جی
دیا میں بڑھا چلا رہا تھا۔ شاید اسے خبر ہو کہ میں آنا ہلاک کی عجلت میں
نہیں اور نہ کوئی عوار ہا ہے کہ وہ خود کو کیسے پر کرانے میں اس نے کوئی نہ
نت نہیں کر سکا کہ کسی کی پرائیڈ ان تیش مضمون کرے اور ادا کا کا۔

وہ خوب سوت رولان۔ ہر جال مجھے اس وقت آنا ذوق مغل نہیں کر نہ گیا
مغل و تاتار سے ترشہ نقد ہر کے تھاپن مل کر نا چاہیے میں نے صبر
وہ سدی بھی جہاں آجی وہ ملود گشتی۔ چل فرخ پر بکھرے ہوئے تھے۔
مے نہیں بھیجی میں اٹھایا ادا اس کی منکر کا کیا دالہ نا ہوسہ پر کیا میں
ٹا میں مجھے نا چاہا ہے۔ میں جہادی قدموں کے ساتھ اس ایلان سے باہر
اور گردن جھکا کر تھر کے دربا اور دنا نہیں کیوں کہ وقت کے دریاں سے
نا ہوا تیری کے شامل کی طرف جانے والے راستے پر گلو مہرزن ہو گیا۔

بجھل میں آکے میں نے فی الفور اپنے نائب قاریل سے روحانی رابطہ قائم کر لیا اور مجھ کو یاد دہرائے کہ ہر تیرے پروردگار کے لئے جو کام کا باغی رہا میں اپنے دائرہ فکر کے ساتھ ایک بار پھر تیری کے معاملہ پر ننگا کھڑا ہوا جیسے تمام برگزیدہ ماعز تیری کے طرف کوچ کر رہے ہیں یہ علم عجیبہ تھوڑی دیر ہی میں تیری کے پہنچل میں نکلتا ہے جسے لگاؤ کا خاص میں بھیجے جسے عابد یا برآجائین قاریل نے جاملے کا وہ گر بھادیا تھا جس کی جھبڑی میں لٹکا ہوا تھا اور جس کی آواز اس وسیع و عریض زمین کے ہر گوشے میں پہنچ جاتی تھی یہ ایک مکمل علمی نظام تھاجسیت کے لئے تیار نہیں کر گزرتی تھیں اس لیے میں کی مستغیب کے بغیر حضرت انجیلر علمی دائرہ کو دکھاتا ہوں اس سرسری نم سے غلو کا گمان ہوتا ہوگا جیسے ہر اہل تافور خود تار کا بڑا علم خدا ہندب دنیا کے لوگ مشکل سے اس باغذ انصافقت پر یقین کر کے تھیں ان کے تھوڑی سی رائے ہندب دنیا کے ہائے میں بدل گئی تھی ہندب ہی ایک ہافز ہے ہر جگہ ایک ایک عجیبہ و غریب خاصیت تھی کہ اس میں سے تھانجا کرسن برائے اعتبار میں نے قاریل کے ذریعہ اس میں ہندی کی راوی تھی مجھے یقین تھا کہ اقبال میں اس طرح سے اٹھ کے فوراً جا رہا کا کا کہ مجھے کے پاس گئی ہوگ کہ وہ ریا میں کی بندہ سے ملنے کے لیے بڑی سرگرم اندعمال ہوگ ہیں نے اسی لیے مارا کا کاسے رابطہ قائم نہیں کیا۔ مجھے ریا میں کا رومکا تھا وہ اسی وقت ممکن تھا جب وہ ستر میں دھب جانے کے بجائے جنگ کرنا ہوا تھی پڑ جانے میں تنہا ہی سال پڑ ریا میں کا اختیار کرنے کے لیے حالکا ستر خدا ہا برعم تھا میں اس کی جانب اٹھ اٹھ کے بار بار پڑھ جاتی تھیں اور اپنی گوشوں سے باز نہیں آتی تھیں۔ ستر کی اہل ان چوتھوں سے مختلف نہیں تھیں ہرگز تھی ہر تھی ہر اور پھولنے راستے پہل دیتی ہیں میں ہی ایک ستر خدا بھی آجہا بھی دیا۔ ایک چٹان پر غار تھی سے بیٹھ کے میں نکاسن میں جھپٹنے کا عجیبہ مجھے کرنی کلمہ نہ ہوا میں اس منزل میں کا سب کا کا کا شخص ہیں تھی میں نے خود جانے کے بعد ایک مختلف تیسے استادوں کی منتظر تھی لیکن امیل میں عم کش کش تھی تم کو بھی میں نکلیں عم جانے اور میں تھیل کرانی جائے؟ یہ کس کا جانے سے تھی پڑھنے والی زندگی میں کی فی تفریق نہیں ہر کا توری کے درگن نے تھے ایک محسوس نہیں دیکھا تھا۔ خدا کے فیصلے میں بعض میری آمد کی خبر ہوئی ہوگ تڑدہ سب تاب ہر گئے ہر گئے میں ابادی کی طرف منکر کے ان کے لئے کی خواہش کا انہا کا تڑدہ چڑدہ میں میںاں ہر خود دینے ہو گئے انھیں کیس بلایا جائے؟ ان سے تعلق کی کہہ دیں کی جائے؟

اقبالا سے مجھ میں دراڑیں ڈال دی تھیں اس لیے میں میری نگاہ کے ان پر ایک لمبی چوڑی بساط بھی ہوئی تھی وہاں حال کا ایک کرتے میں غصہ ظاہر تھا مسکرا ہوا دروازہ انھوں میں خرات بھر کے میری چاہا اس کی جگہ بدل دون مجھے ہر بھیجی سی آگنی ترقہ مبدل کرتے تھے میں نے ہر بڑی کی انھوں میں جھاک کر دیکھا ریا میں کی کشاں تیری سے آگے ڈھیر

انہیں نیکو دل اور اپنے نبیاں غلامی میں درپوش کر گیا۔ میں ہی کہتا مجیب ہیں
کیسا ابل گیا ہوں میں نے کس مغرور میں پھنسا تھا کیسا دی پریشان باق و چرند
خوش احوار بار بار حق و مقلندہ حواریں تھا میں جا کر کون کا کون مکان تھا میں
میں ہم سب دزدنا مار کر تھے زندگ کا وہ میلا گیا خواب تھا بارہ دور لڑیلا
ایک خواب ہے؟ کون جانے؟ کبھی سر جانی نہیں تھا انکس میں ایسے اندھا کل
ہر جانے گا کہ پیہمی نہیں پہلے کا مقلندہ ناخن پر بیٹھے اور تیری سی کیوں کا
میں جسے کس عادت میں مزاج میں تفرق اور تنقید تھا سب کچھ بدل گیا جل
ہی مانا جا چاہیے تھا سب کے پاس ایک طاقت مرد لیل ہے۔ ابلا کی دویل
اُن کا نا اُن کے ہی دل کے سانچے بن گئے ہیں میں اس کا تصور کیا جائے کیمرہ
اس سے لطیف اور کجوش نہیں فرما شکر کیوں نہیں ہے۔

مقدس ماہر کسی نے مجھے آواز دی میں نے چونک کر دیکھا ابھی حالانکہ
اپنی لمبی داڑھی مار دینے کے ساتھ نظر تھا۔
”کیا ہے؟“ میں نے اچانک کہا۔ ”سزا کا اہم نہیں کیے آگئے؟“
”عزیز جا رہا تھا مجھے سیری ضرورت ہے۔“
”ممکن ہے کبھی بیٹے مل وقت توں رماں کا انتظار کر رہا ہے؟“
”مقدس آقا کا تفرک طرف گیا تھا؟“ اس نے شفقت سے پوچھا۔
”ہاں وہیں سے آ رہا ہے۔ میں نے بھی سے کہا۔
”تو بلاں کو تنہا گشت دینے کا ارادہ رکھتا ہے؟“
”یہی سوچ رہا ہے۔ میں نے اس کی سے غور جواب دیا۔
”کیا میں سے پہلے کو رہا میں ہر کتا؟“

یہ سب مشرق میں تارک بڑا غم کے سلاخوں کی لیے شمار ہے،
تم اپنے غلاموں کو سکون سے مٹیرو اور اپنی دیوی سے خوش گیلیاں کرو۔
”میں بڑے جاہل اور کچھ سے ناراض معصوم ہوں۔“

۔ میں خود سے ناراض ہوں محترم سرنگا! جاؤ! مجھے تنہا چھوڑ دو۔ رہاؤں سے
نشتے کے بعد سب بہت بے دینیاں تمہاری طبیعت سے متعلق سب کچھ گم ہو چکی
اور بہت دینیاں کھو گئے۔ سب باتیں کے ساتھ چلنے جا پناہ یا تھک جانے
کوئی رکاوٹ نہ آئے گی میں تم سے بخیر و عافیت رہا ہوں۔ میں نے کمر کسکا۔
”اور تو؟“ سرنگا نے لڑائی سے پوچھا۔ کیا تمہاراں سے واپس جانے کا
ارادہ نہیں رکھتے؟“

میں کہاں جاؤں گا نہ رنگا؟ اُسے چھوڑ کے کہاں جاؤں گا؟“
 کیا تو سمجھتا ہے مجھے جسے بغیر میں چلے جائیں گے؟ مجھ کو ملاوٹ
 سے کہا: ہم تجھے ساتھ لے کے جا رہے ہیں۔
 ”جو بڑبڑاتا کہ میں تو رنگا ہوں نہ اس سے اس کا ایک پل نیل
 پڑی ہے یہاں وہ کہیں اس کے قریب نہیں گا۔ تو نے رنگا، اتم جسے
 محاببت نہیں رکھ سکتے تھے، تو غافل ہو جاؤ۔“ میں نے تکی سے کہا۔
 ”میں تجھے خوب سمجھتا ہوں، اس کے رانی بیٹے! میں تیری غافلوارے
 باہر گیا ہوں اور تجھ سے درخواست گزار ہوں کہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میرے

منقل کرتا ہے۔ ایک باقاعدہ جنگ کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ جنگ گزشتہ سچوٹ
مختلف نہیں تھی۔ عورتوں کی ہشتاور سے ترقی، آغاز ہی میں شباب پر آگئی۔ ریاکن
کے ساتھ اب بہت کم درمیں تھیں۔ چلی ہی بنزرا کے مائل پر اس کے
شکر کا خاما مائل حصہ کام آچکا تھا۔ وہ مجھ پر مشدد حملے کرتا اور میں اس کے
زور کرتا اور حملے کا حوصلے سے جواب دیتا۔ ریاکن نے اپنے نگاہیں بڑے
میںے دیکھاؤں کے (کھانڈے) کا لہنا شروع کیا۔ جلد فاعلیں ہرست آگے
دھواں اور دھند چھائی۔ شورش مل سے کان پڑی اور آواز سنائی نہیں دے رہی تھی
پندرہ سالین گزری تھیں کہ اس طبعی جنگ کا نتیجہ ملنے آئے۔ لگا دریا میں کی
طوت ملوں کی شدت میں کی بوقی نفازی اس کی وقت توری کے مائل پر
خون ادا لگے کہ دریا میں تادیک بڑا غم کے ماحول پر چڑھ کے اپنے جو بڑا
سے تھے۔ بنت سے سحر جو کچھ مایا ہے تھے جب بھی یہ المیہاں ہو گیا کہ میرا
شکر ماری آئے لگا ہے۔ تو میں ساحل اور اعلیٰ ترک کر کے ایک ٹھکانہ کی طرح
جنگ کے جل کی مٹاؤں دیکھنے لگا۔ ریاکن کی بہت سی کشتیاں سبز و غرق
ہو گئی تھیں اور اس کے لشکر میں اکثر فانی اور بدل چلی ہوئی تھی۔ ریاکن اور
اس کے باقاعدہ فوج اپنے ساتھیوں کو لگا رہے تھے لیکن اس میں تیزی اور
جوش مغفور بڑھ چکا تھا۔ میں نے کسی لمحے تاہل کو حکم دیا کہ وہ اپنی طوت کیلے
جائے طے ملوں کی شدت میں کی کر دے اور سبز و غرق کے گھر دھننے کے بجائے
غصے کی طوت پسپا ہوتا ہے۔

گیا تھا۔ یہاں تک کہ کشنیاں تیزی سے مائل کی طرف بوجھ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ
سے مائل کا زور کم ہو گیا تھا اور ساحل پر تماشا دکھائی دیا۔ ان لوگوں کو مائل کا ہر
تھکے۔ اہر میں نے اپنے سلطان چٹان پر آگ اور دھواں کا ایک سلسلہ اور مائل
وفاقتہ جس کے اندر یہاں مائل اور اس کے ساحل پر یہی فعل حرکت کا ہوا ہے
سے تامل کرتے تھے۔ ان دو ساحلوں کے کہ ان کے جسم پر کتنے تھے جو مائل
کی فطرت کی ایک جہی، ان کی آنکھوں کے سامنے ایک ناقابل تعین نقطہ
نظاروں سے دیکھتے تھے ان کے سین غلب کی تعبیر آج پوری بڑی ہوئی تھی
بڑا غلبہ ساحل کا ہے تھکے مائل یہاں کے کیڑوں سے گرسبہ تھے اور
ان کے کھینکے ہوئے مشعلوں سے بھی بڑا آگ بڑی جہی، عجب وہ شکر
نزدیک آگئے تو میں نے تامل کے ہاتھ پھڑپھڑا کر اسے چٹان سے نیچے پڑا
تامل میں موجود تھا۔ مہر بگل کی طرف بڑھتے گئے اور یہاں تک کہ اس کی طرف
"خوب بہت دیر بعد مگر آگ آواز کی ہر میسٹ لائی ہوئی تھی
ہری توف سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا ہے، آخر تو نے اسے غصے پر بھیج دیا
"ہاں۔ میں نے پہلے ہی باری سے کہا۔ میں نے اسے دوبارہ مقرر کیا
کی خدمت سے بجا لیا ہے۔ سرزد میں وہ چھلٹ آسانی سے نزار ہو سکتا ہے
لیکن اسے غصے میں کہاں تک لے جانے کا؟"

۱۰ آبادی کے قریب آگ میلان میں جہاں میں گھسے تو سلاخیں سے متاثر ہو کر کھڑا
 وہ میلان ایسے کاٹن کے لیے نہایت مفروض ہے۔
 ۱۱۔ اعتدال کی صورت ہے عرض نما یا عرضی میں وہ آبادی سے زیادہ
 قریب ہوگا اور قطب سے کہ وہ کسی مضمون ساحر نہیں ہے۔
 ۱۲۔ مسلسل برقی توڑیں کہ یہ برقی نہیں تھی ہے کہ۔
 ۱۳۔ نہیں۔ لیکن سچے گھر کے کہ۔ میں مجھے اعتدال کی تعین کر رہا ہوں
 اب مجھے زیادہ توجہ صرف کرنی پڑے گی۔

عہدِ حقے و دوا دیکار کرنے پر نے دایم ماسمل ک طرف آنے لگے وہاں ہمارے کار
ہیلے آن کے مفتخر تھے۔ اصول نے ظہری نہیں سے آن کے رحم عہدین کر دیے۔
جنگل کے اس کے پار آبادی کے جانب جمعی ہی ہوا جاتے پر نے جنگل میں رہا
کے کر کا ہوا حضرت تہادہ کر گیا لوگ اور حضرت تہادہ کیے جہا کے انہیں ایک سال

اے یہی بہت نہیں دی گئی۔ انھوں نے کہ صرف جیتا مارجکل کی اس آگے
 بچ سکتے تھے۔ انھوں نے انھیں تھکا کر رہا میں کہ آگ بجھانے کے لیے کسی تدر وقت
 کی ضرورت ہوگی۔ یہ شبلی کی آگ تھی میں مدولان میں ہم انھوں کو مارا ہوا کھرم
 کر کے ان کی حفاظت نصف سے کم کر سکتے ہیں۔ مجھے اپنے اس عمل میں غیر معمول
 کامیابی حاصل ہوئی اور یہ سب اس وجہ سے بھی ہوا کہ میں نے بنیہ اوقات خود
 کر کے سے حملہ بلیمرہ رکھا۔ پھر بعد یہاں جکل کی آگ بجھانے میں کامیاب
 ہو گیا تھا۔ یہی موقع تھا۔ ہم نے دونوں اطراف سے جکل میں داخل ہونا شروع
 کیا اور دو دروازے کے آگے گئے۔ مجھے رہا میں کی تلاش تھی اور میں دو خوش فہم
 سرنگوں اور تار پل کے ساتھ اس کی برکتوں کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو
 شاید چھ سے حد اس میں ٹھونکا کر لیا تھا جو میری نظر کے سامنے میں آ رہا
 تھا۔ اور جکل میں پہنچاں آجمل اور فریڈل کا ایک شہر بنا تھا۔

بہت دیر ہو گئی تھی یہ ایمان کی تلافی میں ناکام رہا تو سرنگانے ایک جگہ پہنچا تو تھک چکے رک آیا۔ مابرا تو یہ ایمان کہ اس طرح دست یاب نہیں کر سکا اگر دیر ہو گئی تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔

”تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“ میں نے ناامنی سے کہا۔
 ”بڑا بڑا دوست تیرے کام آسکتا ہے۔“
 ”کیا مطلب؟“ میں نے تمہایت سے پوچھا۔
 ”میں تیری عمر بڑی جانتی ہے۔“

”تمہارا مقصد ہے کہ میں دیوبند کی امانت کے بغیر اسے تلاش نہیں کر سکتا؟ میں نے خشک ہلچے میں پوچھا۔

اور کہتا ہے لیکن تو تاریخ کا مکمل نہیں پرکھ سکتا۔
 میں تم سے درخواست کروں گا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔
 فردوس! اس نے سکوڑا کہا۔ میں چلا جاتا مگر مجھے معلوم ہے تجھے
 بڑی ضرورت پڑے گی۔

مذہب اور اعتماد متزلزل کرنے کی کوششیں ہوتا ہی کم لاشعوری طور پر مجھے
خند کرنے لگے۔ ہرگز نہ گناہ مذہبی و دینی مقصد مذہب و ایمان کو اپس میں کھینچا کرتی۔
یہ گریز و جہاں پر غمے لگایاں نہ رہا ہے میں نے تیرے متعلق ایسا
کبھی نہیں سنا تھا۔ سرنگا کی آواز نہ سننے لگی۔ تیں اس وقت تجھ سے ناراض
ہونا نہیں چاہتا۔

۱۔ کہاں ہے وہ؟ میں نے مہنبلا کے کہا۔ تمہاری دیوی کہاں ہے؟
 ۲۔ وہ میرے پہلو میں موجود ہے۔ سرنگانے لڑنے جوئے لمبے میں کہا۔
 ۳۔ وہ کیا کرتی ہے؟

”دیگر نہ کہ صرف اٹارو کو کہی ہے۔ سڑنگالے کہاں سے نہ دیکھا
 دیواری ملاحی میسے پہل میں جو توتھی اور اچنی تمام تر تھاتھیں کے بارود مجھے
 اس کا علم نہیں تھا“ خود بخود میری نظریں معذرت کے ساتھ ان کے ہاتھوں کی طرف
 اٹھ گئیں۔ وہ ایک جانب اٹارو کو کہی تھی۔ میں نے وہ نہیں کہی کہ داری پر چلے
 پہل پہل پیسو بدلنے کی طرح زمین پر ڈال رہی تھی سڑنگالے کے جوش کا عالم
 ناقابلِ اظہار تھا۔ جیسا کہ میں نے اس کی طرف سے دیکھا کہ اسوں سے ہم پر چڑھنے
 کی گستاخی کی اور انہیں جس جہت کی ہمت تھیں وہی۔ وہ دیکھ کر سڑنگالے
 جیسا ہوا ہوا۔ وہ ایک محفوظ مقام پر ہے اس کے ارد گرد کسی طاقتیں پہرہ
 ڈھری ہوئی ہے۔“

پہلے کے خورسے سے دیکھا اور یہ جان کر کچھ خاملے پر مڑا یا یا میلرڈل فرشتی سے پہلے لگا دیا۔ اچھا یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ اس کے اس قدر قریب موجود ہیں کسی نے ملواری مامی انظر سے اوچل کر تکی۔ رہا جن میں سے اسے لکھتا ہے جو کہا: اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے۔ میں مجھے دوستوں کے برتاؤ کا یقین دلاتا ہوں۔ روشناس اس حقیقت سے واقف نہیں تھا کہ مامی کی پائی تھیں فرشتی میں اندر بلاتے کہ ایک تدبیر تھی جس میں ہم کامیاب ہو گئے۔

قربان قوسی کی سرحدوں سے واپس میں نہیں آسکا کہ کوئی گورڈی کے مامول پر ایک ایسی ہی رست کی دلاؤ تاہم، کبھی سے جو ہرزانے کو حق تعالیٰ کے انصاف سے زیادہ شکر تاجر ہو گیا ہے۔ بہت سے مامو حوالے بغض میں آچکے ہیں اور کھو کر جان کر ملنے سے قوسی کی آبادی میں پناہ لے لی ہے اب تیری حاضرت بے نواز ہو گئی ہے مجھے قوسی کی ایک آخری پویش میں کر دیا ہوں تاکہ تو میرے غم سے خیر سے مل آچکا ہے۔

رہا جس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پاک کئے اچھے ایام میں رہا ہے
 ایسے عہد میں کسی نے خیر میں نہیں بھروسہ کیا
 چنانچہ ان کے مضبوطی سے میرا راز چھوڑ دیا تھا تاویل زمین پر بے ہوش پڑا
 تھا نہ گلاب گلے کا کوئی اور نہیں معلوم رہتا تھا چرخوں میں میں نے خود کو
 مسخ کیا یا اور یا میں پر وار کر کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا لیکن مجھ سے پہلے
 دلی نے کوئی حکم کر کے اس کی تو جہاں میں مانتہ نیکل کوئی دلی ہی تھی
 کی طرح تھک رہی تھی امد یا میں اپنے مانتہ میں مچھل کر دکھانا تھا مجھ کو
 جس کے لیے جاہلیت تھا دور کی جہاں سے میں نے حکم کیا یا میں خیر میں رہا

اور گئے تھے۔ کایا کہ اس وقت بھی نہیں مل سکا۔ وہ جاری ہو کر لیں کا ٹوک کرنے ہی میں اتنا تنگ رہا کہ اسے وہاں چھوڑنے کی فرصت نہیں ملی۔ بہت سی بے گسری سے اس نے لافنت کی میری اور دیو کی طرف سے پلے پلے دار بنداشت کیے جہاں تک بنا اپنے از مرہ طمس کیلے بھی نہ ملے۔ اس عرصے میں جاسے گرد ہر ایک حلیف صانع ہو چکے تھے۔ رہا میں زیادہ دیکھ اپنے برون پر کھڑا نہیں رہ سکا۔ پہلے اگلے کھارڈا نا بھو بلوٹ کا کہنے کے پھوٹے اس سے عجب گئے۔ شبانی میں پہلے ہی جنگ میں بھونک ہی تھی۔ درزاں اس رقع پر دوڑا۔ کام کرتی۔ رہا میں ایک مرد کی طرح جنگ کرتے تھے۔ زین پر گرا۔ یہ تانیک بر اعظم کا سب سے باگور تھا۔ انجرا کا سب سے بڑا اہلی اٹلا کا سب سے بڑا اصراف رہا میں زین پر زرب ردا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس نے شرب جات پاس ہے۔ چنانچہ اس کی روح جسم کے ساتھ بہت بڑی ہو گئی ہے۔ پھر بھی اس کا زوال دیکھنے سے سب سے سنی نیر واقفہ تھیں۔ لے دار زرا اٹھنے سے پہلے معلوم کر دیا جاتا تھا کہ اس نے ہمارے ساتھ کیا جانور کے زوال کے وقت بھی میں نے اس کا جسم مختلف حصوں میں کاٹ دیا تھا۔ اب بھی اس کا مندرجہ سم پرکھ رہا ہوگا۔ رہا میں کی بہریت کے بعد ان کا لاقی شرم خودی تانیک پر اعظم کے ساحلوں کے سامنے سرخوں پر گیا۔ ان میں شیر ماسے گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کا سر طبع کرنے کے بعد ان کی کیا حیثیت رہے گی۔ روح میں نیا پیدا کرنے کی باقی ہم ہیں؟

دلنا ازل اول اٹلا کے اذیت سے دست معلوم ہوتے تھے۔ گراں نے ال تانیک منع پوری بڑی مذکی تھی۔ تاہم ساتھ ہی اس نے مجھے یہ یاد دہانی کی کہ وہ ہاں کے غیر ساحلوں کی نظر میں اس حد تک مشکلی ہوگی اور اس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

توڑی میں ایسا جو شخص اول اول کو بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ مذہب تانیک لوگ ہیں۔ فلور اسرتا۔ فلورین جولیا مارشا فلور خواہ۔ فلور اول توڑی کے باشندوں نے ماہا نطہ پر بلو متعال کیا توڑی کا کابین اعظم سر ملان اس کی قیادت کرنا تھا۔ سب سے پہلے اپنے آپ کی موجودگی کی بھی کو باہر کی جب اس نے مجھے دیکھا تو زور دتی ہوئی آئی اور بے تاملانہ میرے قریب آئے۔ ٹھنک کے ٹھنک گئی۔ میں نے اپنے زور دشت پر کمر لے لیا۔ اپنی ہاتھوں میں بھر لیا۔ کی سیلاب اس کی آنکھوں میں رکھا ہوا تھا۔ جہر ہر کھلا۔ وہ کچھ نہیں بولی۔ اس کے آنسو روتے تھے۔ فلور میں یہ نظر زور دے دے۔ دیکھو یہ تھی۔ میں نے اس سب کو اپنے پاس بلایا اور وہ سب سے بڑا زور کی دلدار میں قہقہے بولنے لگیں۔ ایک دست میری آنکھیں چر رہی تھیں۔ ان کی آنکھیں دیکھ کے کچھل پڑیں۔ آنسوؤں کو دیکھنے کی کوشش کی تو ہلاک رہا۔ ہر کھلا سیکہ کے مجھے دیکھا۔ انھیں مجھے بند کیا۔ تانیک اذام اسرتا اور دیو کی قیادت۔ البتہ ان کے کہ جسے پھر بھی جانی ہوئی تھی۔ بلانی و شیر فلورین کی جنگ میں آئی کی شرم خودی تھی۔ وہ کسی کو زور معلوم ہوتی تھی۔ جولیا اور مارشا کوئی فرق پیدا نہیں ہوا تھا۔ شراؤ پہلے سے صحت مند تھا اور کھڑا کھڑا نہ غیر معمولی جینگ اڈھل تھی۔ میں نے فلور اور فلورین کو ایک جانب سے کود مری جانب کر لیا۔ آگے دیا میں کا سر لیے شراؤ پل دی تھی۔ توڑی کا اعظم سوال اس کے ساتھ تھا۔

بہی میں اس کے میں نے تھوڑا کایا نہیں پشت طلب کیا اور نہ قابیل کے حوالہ کیا۔ قابیل کا کابین اعظم سوال کی سمیت میں نے مقدمہ اٹلا کی خدمت میں پہنچائے۔ میں نے ہانک لگائی۔ سوال میں سے قریب قریب میں جنگ گیا۔ مقدس جبار اٹھے جھوٹا ہے؟ وہ جد بائی آواز میں بولا۔ میں نے مجھے کیسے بھول سکا ہے؟ تانہ میری تربیت کیلئے توڑی تانہ غشی سب سے پہلے تانہ میں نے اپنے غار میں مجھے بنا دی تھی۔ دی کوئی مال ہے۔ بیش تیری یاد دلائی تھی۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ سوال کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اس سے غائب ہیں۔ میں نے اپنے گلے سے ہمارے شراؤ کی جگہ کاٹے مال کا ہوا ایک چمچا اٹھا لیا۔ اس کی آنکھیں فرو تر سے تھکے گئے۔ اس نے اوڑھنے کے ساتھ بوسہ دیا۔ ہر اڑھتا قابیل کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ اور میں اپنے خاندان کے عمل میں داخل ہو گیا۔ شراؤ بھی میرے ساتھ تھی۔ ایک وسیع ایران میں آئے تھے۔ ایک سند پر جلوہ گر دیا میں نے اس سب کو اپنے ساتھ ہی جہاں

تھیں فلور نے میرے لیے میں سب کے تانہ یا جوگا؟ میں نے فلورین کا ذمہ دہانک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ہاں سب شخص دیکھنے کے مشتاق تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ وہ بالکل بدل گیا ہے۔ سب کچھ بھول گیا ہے۔ اب وہ اس سرزمین کا آدمی ہے۔ فلور نے مجھے پیسے دیے۔ کہا۔ میں نے فلوراک بات نظر انداز کر دی اور سرتا سے پوچھا کہ کون سا کیتا مذہب زنیاس واپس جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے۔ وہ جس میں بولی۔ اور فلورین نے تمہیں یاد ہے تم نے کیا وعدہ کیا تھا؟ اب کیا خیال ہے؟

وہ زور طرح شراؤ تھی۔ جابرین یوسف اب کچھ تمہارے اختیار میں ہے۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ جلد از جلد اپنی دنیا میں واپس چلا جائے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں، وہاں میں اپنا اختیار کیا کروں گی اور تم جو چاہو مجھے... وہ کہتے کہتے غامض ہو گئی۔

”اور جولیا بے مارشا بے شراؤ بے ڈاکٹر جواد بے میں نے ان سب باری باری پوچھا۔ ان میں کوئی بیان کرنے کو تیار نہیں تھا۔ حالانکہ انہیں زندگی کی ترساش تھی۔ تھا۔ ایک مالی شان عمل میں رہتے تھے۔ وہ فلور ان کے حکام کی قہقہے کے لیے جودت مضطرب تھے۔

”میں تمہیں ایک لڑکا دیتا ہوں۔ تم سب کو ملے گی۔ مذہب زنیاس کی فٹ مارنے والے پائوں میں بیاہا جائے گا۔ یہ باتی بڑی بات نہیں کیونکہ میں اب اس کا سب سے بڑا بھائی ہوں۔ تم کو مل جائے گا۔ مجھے یاد رکھا۔“

”میں نے سرتا سے پوچھی تھی۔ بلانی تم کیم جاؤ گے؟“

”میں... میں نے تم سے ملے ہیں۔ جب دیا۔“

”میں نے اس سے ملنے سے پوچھا۔“

”میں تانہ سرتا... میں نے سرتا کو بھیر کے کہا۔“

”تعمیر میں نے کوئی نہیں مانے گا۔ سرتا نے مجھے کہا۔ اس کی تائید میں متعدد وازیں... میں نے انہیں سمجھائے کہ میری کوششیں کارآمد تھیں۔ کچھ ہو رہا ہے۔ کہ میں ان کے سامنے اٹلا کا ذکر نہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔“

”مجھے تم سب کو سمجھنے کے لیے یہاں غیر ناظرے کا اگر میں یہ ارباب حاصل نہ کرنا تو تمہاری واپس کا کوئی امکان ہی نہ رہتا۔“

”میں تم سے کہتا ہوں۔ انہیں جی رہیں گے۔ فلورین نے مارے کہا۔“

”میں نے اس کے کمال سمجھنے سے کہا۔ یہ بات کہہ کر بڑی سوچا۔“

انہوں نے رات گئے ایک میری بھائی نہیں پڑا۔ شراؤ دریاں سے اٹھ گیا تھا۔ فلور احوال عرصے میں مجھے نہایت قریب رہی تھی۔ میری خوشی کے متعلق میرے سامنے نہایت اچیز باقی نہیں رہا۔ جی، سرتا نے

شراؤ کو اپنے پیلوں میں بٹایا ہوا تھا۔ وہ دل جی سے ہم لوگوں کی ٹوک ہو گیا۔ سس رہی تھی۔ تانیک پر اعظم کا سب سے بڑا شخص نام لوگوں سے اس قدر آزاد اور بے شکاف و ماحول میں باقی رہ سکا ہے؟ بڑی عجیب سی بات تھی۔ رات کے یہ عقل ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔ میں نے اس سب سے مددت مایا اور اس کا گوشے میں ملکا کھل کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک کا خیال ہوگا کہ آج کی شب جابرین یوسف نہایت مشکوک طریقے سے لے کر گئے۔ میں ان سے اس لیے متاثر ہوا کہ میرے ذہن میں بھونک چلنے لگے تھے۔ آئی وقت بعد میں ان کے ساتھ چند ساتھیں مرتضیٰ و مرزوانا جاتا تھا کہ وہ شدت سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن میں کیا معلوم تھا۔ میں ان کے درمیان موجود تھا۔ چلنے فلور نے کچھ کہا تھا کہ میں بہت بول گیا ہوں۔ میں آتا ہوں گیا تھا۔ کھڑک ہو گیا نہیں جاتا تھا۔

رہا جہاں کہ اٹلا کی خدمت میں پہنچا دیا گیا تھا۔ یہ بات میں نے اسی وقت حالتی تھی جب میں مذہب دیکھ کر لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اٹلا کی ایک شہر تھی پوری میری تھی اب وہ زور دیکھ کر کوئی کس کا رتین شین تھا اور وہ انکو دامت تمام چیزوں کی غنا رہی تھی۔ لیکن اہم امر مسئلہ باقی تھا۔ میں نے قدم اٹھے۔ بڑھائے تو میں توڑی کے جنگ میں تھا۔ جابا سکون چھایا ہوا تھا۔ میں دہلیک گیا۔ دراز ہو گیا۔ سرنگا میرے پیرو تھے۔ پر آمادہ شین تھا۔ اور اس کی یہاں موجود دیو کی موجودگی کا سبب تھی۔ ہوتی تھی اور دیو کی موجودگی اٹلا کی اور تانیک پر اعظم کے پیرو تانوں کی برہی کا سبب تھی۔ میں نے شراؤ اور اٹلا کو اپنے ذہن کے میدان میں ایک ساتھ کھڑا کیا۔ تمام اہم شراؤ کے ساتھ تھے تمام فیشن اٹلا کو مل تھیں۔ میں ان آواز سے دست بردار نہیں ہو سکتا تھا۔ میں کسی ایک شہر تھی کہ شراؤ سنی خوشی واپس چلا جاتے اور فلور کو دیکھا واپس نہیں آیا۔ میں نے خوشی سے پوچھا مجھے اسے اپنی رانا ہوگا اور اسے میری خوشی کے لیے واپس جانا ہوگا۔ میں نے خود کو جواب دیا کہ اس نے کھارڈا نا ہو میرے اس کے اہم کار شہر تھو جاتے گا اور میں اس کے لیے ایک بدترین شخص ثابت ہوں گا۔ میں ایک بار پھر موقع دیکھ کے اس کی دیو کی کونچہ میں قید کر دوں گا۔ اور اسے اٹلا کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔ کھڑک دیو کی سیسے قابیل سے آجائے گا اور آجائے گا کہ ایک جنگ کچھ سے میں مقتید ہے کہ یہ ممکن ہے نہ وہ درمیان ہی میں ہر سہ سے مجھ جاتے اور اگر وہ ناپا ہو جاتے تو کیا ہوگا؟ میں اس کی طاقت کا نظارہ کوئی بار دیکھ چکا تھا۔ شاید شراؤ اسے لیا اپنے ناز سے نکل آیا تھا کہ وہ رہا جن کی خدمت میں اپنی دیو کی طاقت کا نظارہ کر کے اور مجھے دیو کی کوئی تہ نہیں ہے۔ باز رکھ سکتے۔ کھڑک دیو زہری تو اس وقت توڑی کے جنگ میں شہید لڑائی ہو رہی تھی۔

کیونکہ درمیان میں سے دیو کی ہانک لیا جاتے تھے۔ مجھے اپنے اس باگ پر سستی آگئی۔ شراؤ کھلا دیو مجھے کیوں نے گا۔ اور دیو کی اس جیسے میں اب ہے جہاں لوگوں کی تھیں۔ کرسا رہتا ہے۔ اسے راضی رکھنے کے

لے طول مدت تک غامض بنیاد رہتا ہے دیوی بڑی مہر کی کی غلبہ ہے۔
 سرنگا کی ہنسی میں رکھ کے مسیخ حضور پیش کرنے کی قدرت
 ہی نہیں رکھتا۔ سرنگا دلپس بھی نہیں جانا۔ سرنگا بابل موجود بھی ہے سرنگا
 کی دیوی میری سر فرازیوں کی بڑی دلیل میں ہے ایک بے سرنگا کی دیوی
 کو تانیک ترانہ کے ساحر میں نہیں کرتے وہ میرے اور امارا کا لکے
 درمیان نزاع کی ایک دیوار بن سکتی ہے اور میں ان کا لکے بغیر زندگی نہیں
 گزار سکتا۔

اور اگر میں نے دیوی کو کسی طور حاصل کر کے ان کا لکے خدمت میں
 پیش کر دیا یا سرنگا کو واپس کر دیا تو تانیک ترانہ میں میری سر فرازی اور
 ان کا لکے خوشنودی کی کیا ضمانت ہے؟ دیوی موجود ہے تو میری ایک
 عزت بھی جی ہوتی ہے اگر وہ بھائی تو ان جیہد اور پراسرار سرزمین میں
 کون سرنگا اور دیوی کی طرح میری مدد کرے گا؟

ان کا لکے تشذوق جارا کا لکے باندھے جارا کا لکے ہاتھ میں
 تمام نظام کی نیکل ہے جب میں اس کے تھوڑے دھل پاتا تھا تو وہ جارا کا لکے
 شے کے سامنے عقیدت کا اعتبار کر ہی تھی اور مجھے یہ بکتہ سمجھا ہی تھی کہ جو
 کچھ جتنے وہ جارا کا لکے جارا کا لکے مارا مارا کا لکے ہمارا لکے کے شباہ
 پر کسی ناک طرح چمن پیلائے شباہ جارا کا لکے ایک حقیقت ہے جب
 تک وہ مسئلہ ہے ان کا اپنے جذبات پر نقل لگاتے تھے جیہک اور زمانے
 گزر جائیں گے تو جیہک میری طرح حالات سے منافرت کرنی پڑے
 گی یا جوش میرا مستقبل تھا۔ اس آئینے میں اپنے آنے والے دنوں کا
 عکس نہیں دیکھتا تھا۔

اگر وہ مجھ پر اس لیے ہر جان میں کی میری پشت پر یکے دیوی کا ہاتھ
 ہے ویکتہ میرے ذہنی ہم کے گھیرا اور میں نے جیہک سے اٹھ کے ٹھننے
 لگا کر اب بھی دیوی موجود ہے میں نے سرنگا کو اپنی میں نہیں باندھا ہے اب
 بھی وہ مجھ سے کمال شفقت سے پیش آتا ہے اس کی لڑکی سرتے سے میرا
 گہرا لہجہ جی ہندی درویشیہ اپنے باپ کے سامنے میرے سینے سے
 چٹکتی تھی مجھے سرنگا کے سامنے یہ تمام صورت حال پیش کرنے کو بھی چاہیے وہ
 جو بکار بڑا حاضر دہری رہی اور خدا کے مطابق شریعت نے گاہ اس
 کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ان کا لکے شاید میری قہقہے کی جیہک سے
 میں بچنے کے فکر کرتی چاہیے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذبہ دیکھے
 تھے میں نے دیکھا تھا وہ میری باتوں اور نظروں پر کیسے لاکھ سے دھار
 جاتی ہے۔ اس بات سے یہ کہ جارا کا لکے ان کا لکے کیوں تھوڑے ٹھکاتے
 جتنے ہے ویکتہ خدا کو اس سے غیر معمولی طور پر متاثر ہے ویکتہ بات
 ہے تو اس نے ان کا لکے شباب سے فیض حاصل کیوں نہیں کیا؟ اس کے بل
 سے دشمن کی کو اس کی کیوں آتی ہے؟ یہ کیا اسرار ہیں؟
 میں بچنے سے اٹھ کے سرنگا کو تلاش کرتا ہوں اس کے اس بھانٹا
 وہ خود ایک سنسن جگہ پر ہاتھ باندھے بدلتے ہوئے حالات پر غور کر رہا تھا۔

جیسے ہی میں پہنچا اس نے لڑائی لڑا پر میرا مقدمہ کیا اور میں نے پہلی بار
 کے سامنے سب کچھ بیان کر دیا جو کچھ میں سوچتا تھا جو کچھ میں جانتا تھا۔ ان
 یہ طاقت میں نے قائم کئے دی کہ اس کی دیوی کے تذکرے سے ان
 سے کام لیا۔ اس کا ذکر اس طرح سے کیا میری باتیں اس کے سامنے لگنے لگیں
 چونکہ کڑی لکھنا وہ مسئلہ سے مستحار رہا اور میری جیہک میں وہ لکھنا
 "وہ کہ مجھے ذہنی قہم اس نظام..."
 سرنگا نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ میں لپچ رہا۔ اس نے اڑ
 کر کہا: زبان کا استعمال کہتے کم کوف

"میں انہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ کس طرح..."
 سرنگا نے دوبارہ مجھے ٹھوکا مار کے خائش کر دیا۔ اور میرے
 ساتھ "اس نے میرا بازو جکھ کر کہا۔

میں اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا رہا وہ مجھے سالہ کی
 آیا اور اس نے اپنی دیوی کی صورتی سمندر کے پانیوں سے مھلتی اور
 جاہلیت کی میں اسے تنہا چھوڑ دوں۔ سرنگا کا یہ رویہ میری جیہک میں
 آیا جو میں اس سے اپنے لکے کا احوال پر کے خود کو کمزور محسوس
 تھا۔ اس لیے میں وہاں سے چلا آیا اور اس نے اپنی پریشان خیالوں
 میں کاٹا رہا۔

دوسرے دن صبح قوری کے بٹے مردان میں تانیک ترانہ
 کے ساحروں کا عقیم اجتماع تھا۔ ان سدا دہی جگہ پر بیٹھا تھا۔ عید
 کے رمانی علاقے میں قوری کی خوشنودی کی ایک لڑکی کے گرد و ش
 رقص کر رہی تھیں۔ ڈھول تاشوں کی آواز اڑنے لگی تھی اس اور شرت
 پسند کر رہی تھی، یہ جارا کا لکے حضور تانیک ترانہ کے لوگوں سے
 شنگل کے کائنات میں شرت و عبادت کے بعد کائنات کا نظم و حال ہے مجھ
 یہ آواز بلند ہو چکا کہ میں نے انکو مار کے گرفتار ساحروں کے بارے میں کیا
 کیا ہے؟

"بعض میرے سامنے پیش کیا جاتے۔ میں نے کچھ دیا۔ تو قوری
 میں انکو دیکھ کر ساحروں کے گزیرنے کے لحاظ سے اسے پیش کر دیا۔
 تھے۔ ان کی عمر میں ہی تھیں۔ میں نے انہیں علیحدہ کرنے کا حکم دیا اور
 میں میرے کشت سنا سنا میرے تھے ان کی میں بڑھا لایا بھی تھا وہ
 ناجوڑی سے کھڑے ہوئے تھے یہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے سوال سے پر
 یہ رمانی کے طلب کیا ہیں؟ سوال نے تڑپا جواب دیا۔

"تیرا کیا خیال ہے؟"
 "انہیں صاف کر دیا جاتے۔ سوال نے مجھے سمجھنے کہا۔
 "اور تیرے؟ میں نے شرعاً سے پرچھا۔
 "تو قسم سے تیرے فیصلہ کرنے پر قادر ہے۔ شرعاً لے کہا۔
 "اور تیرا؟ میں نے غور سے پرچھا۔
 "معاذ کرو جابر! ظور اضطراب ہر کے برلی۔

"اور تم میرا؟"
 "میرا جواب نہیں معلوم ہے۔"
 "بھینٹہ؟ میں نے ان سب کی باتیں جیک کے بھکاری بھری۔
 "یہ بڑھا لایا لڑکوں نے لگا۔ یہ دیکھ شخص تھا جو دیکھ کی ترجمانی
 رقص انجام دے رہا تھا۔ اس کا زبان سٹارٹ اور میں نے کسی وقت
 یہ سوال کیا۔ اس سب کو جارا کا لکے نام پر بڑھتے جارا کا لکے لڑکوں
 نے میرا اطاعت اس کے جیہک سے کرنے کے سامنے رکھتے تھے
 ایک سالہ کے میرے بل کیلئے۔ میں نے شرعاً لکے کا اشارہ کیا اور
 بے پیلوں میں سے جتنے ہاں سے چلا آیا۔ تیرے میں نے ایسا کیوں کیا؟
 شاید اس کا جواب کچھ ایسا معلوم میں ہے۔

دو دن تک میں سرنگا کا انتظار کرتا رہا اور شرت کے ساتھ قوری کے
 رقص میں، اس مردان میں شرتا
 ایک بڑے مگر کی باتیں حکم و امر کی باتیں یہ دن سخت تھیں۔
 ہے میں نے سنا، ایک باہر ان کا لکے باگھا میں جاتا ہوں جیکھ بٹے
 یہ قوری کے ہیں اور میں میں کو کم کر اس کا چور ہی بیکھ لیں گا چند
 کی غلت میں گزراؤں گا تو میں اپنے لکے کو عملی جامہ نہ پہنا سکیں
 رو جیکھ لیں گے کہ میرا تاقب کیا۔ میں بہت دور چل آیا
 رگھو ناک میں دوسری جانب مزے میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اسے
 ہادی سرنگا! میں جارا کا لکے میں جا رہا ہوں؟
 اس نے اپنا منہ قوری دیا اور مجھے آواز دی۔ جابر! جابر! میری

سنو؟
 میں نے اس کی بات نہیں سنی اور وہ مکمل آیا اور میرا میں جالوش
 غامی عبادت کا لکے بڑھانے لگا۔ راستہ جارا کا لکے اقامت گاہ کو
 نا اچھی میں درمیان میں حامل مٹی دیوار میں شرت کرنے کی کوششوں میں
 فضا کی کسی نے میری پشت پر ہلکی دیوار دھک دی میں نے شرت سے
 کے لکھنا سرنگا کی حسین اور پراسرار دیوی میں وہ جس کے رو گیا
 ناکہ اور سے ہی میں نے اس کے اپنے ہاتھوں میں گرفتار کرنے کے لیے چھپتا
 اپنی صرف ایک ٹھکڑا دھک کے چتر ندن میں فاقہ ہو گئی اور اسی
 فاقہ میں ہر گھبراہٹ میں شرتا تھا۔
 قوری درمیان فاقہ کا نقشہ بدل گیا۔

اور دیکھتے دیکھتے وہاں شرت اور پریشان حال دروہوں کا عقیم الشان
 ابھر گیا۔ دروہوں کا اتنا بڑا جرم میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جیسے
 ہی نے میری پشت پر دھک دی وہ زمینوں اور ستروں سے ابل
 ان کے مین اور فریادوں سے فاقہ میں دہشت پھیل گئی تھی۔
 نگاہ سے جارا کا لکے علاقے کی طرف جانے والے راستے کی دیوار
 پر کی گئی تھیں دروہوں کا یہ دشت انجیز جوس دیکھ کے ٹھک
 جگہ پر گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دروہیں دیوی کی تاک میں

کلیں چھپی ہوئی یعنی جس دروہوں کی نمودار ہونے پر اپنی کلیں گاہوں
 سے نکل آتی ہیں۔ چند شانیوں کی تاثیر ہوئی دس بار ان کی لیڈا آتی
 شدید چھ دیوی کے قابو میں آئے میں کوئی کہ نہیں دیکھتی تھی میری لڑکوں
 تیزی سے حرکت کر رہی تھی۔ دیوی کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ اس
 کے فرار سے مجھے ایک ناقابل بیان خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

اب آگے جانے کا عمل نہیں تھا۔ مجھے یہ سوچنے کے لیے وہیں
 ٹھہر جانا چاہیے تھا کہ قوری میں سرنگا اپنا مراقبہ کر دے مجھے کیوں روک رہا
 تھا اور دیوی میں اس وقت کیوں نمودار ہو گئی تھی؟ جب میں جارا کا لکے
 کے علاقے میں اپنی زندگی کے چند فیصلے کرنے کے لیے داخل ہونے والا
 تھا۔ شاید مرا غضب نامناسب اور ناوقت تھا۔ اسی لیے دیوی نے
 مجھے مخاطب کرنے کی تاکید کرنے یا کوئی ہم راز مشکف کرنے کے لیے اس
 محرومہ زمین میں آئے کا خطوط مول لیا تھا۔ میں نے غلت کر دی۔ مجھے اپنے
 آپ پر قابو ہونے کے سرنگا کی بات سننی چاہیے تھی۔ جارا کا لکے دیوی کو
 اپنے فیصلے میں کرنے کے لیے اور میرے خوف یا غبار تصور دیکھ کے اپنی
 عقلت اور بے پیلوں کا ایک لڑکہ یہ نظر اہر لیا تھا۔ شاید اسے مجھ پر اپنے خوب
 اور بد بے کے اظہار کی ضرورت محسوس ہو گئی تھی۔ میرے بڑھتے ہوئے
 قدم رک گئے تھے اور دل میں نامعلوم خطروں کا احساس جاگزیں ہو گیا
 تھا۔ میری آنکھیں جالوش کی کھوکھ کے پتے چتے پر دشتیاں رقص کے
 نظارے سے ٹکھنے لگی تھیں اور میرے کان ان کی نامی جیہکوں سے جھٹے
 جا رہے تھے۔

اندھ جانے اور جارا کا لکے تیز زبان میں مخاطب ہونے کی جرات
 مفقود ہو گئی تھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس نے مجھ سے
 کی آنکھیں کھول دی تھیں اور میری کشتی اھصاب کشی میں بدل دی تھی۔
 مجھے ایک باہر اس کی تربت کا احادہ کرنا چاہیے تھا کہ وہ ایک ناقابل تغیر
 ساحر، ایک بہت بڑا شرت باز ہے۔ میں تو اس حقیقت سے بھی
 ناواقف تھا کہ سب کیوں اور کیسے ہے؟ کس نے دنیا کی نظروں سے
 اوچل رہا؟ حجاب خاندانہ ہے؟ زناؤں پہلے کا کوئی ابدا لفظی معاشرہ
 نامی میں کیوں گھیر گیا ہے؟ کوئی اس کے عقب میں کا رہا ہے؟ یہ کس کی
 شرارت ہے اور کون اس پیچیدہ پراسرار نظام کی ذوری سنبھالے
 جتنے ہے؟ ہمارا لکے کے عقب میں تانیک ہے اور جارا کا لکے آگے بھی
 تانیک ہے، کہیں دور میں کھڑا ہوں اسے تانیک ترانہ میں دلوں کا رچ
 حاصل ہے، دلوں اس سے مختلف اور کیسے ہوتے ہوں گے؟ جالوش
 اور راجس جیسے متاک اور شتی القلب ساحر جس کی تخلیق کی ہوئی ہے وہیں
 اڑتے ہوئے تھکے تھے۔ ان کا اس کے جتنے کے سامنے عقیدت سے ٹھک
 جاتا ہے۔ اس زمین کے ہر زوے پر اس کا نام نہ رہے۔ میں نے اسے جیہک
 دکھانے چلا تھا۔ میں ایک جاہل اور ناقص شخص میں ایک جیہک میں اس کے
 سامنے سر اٹھانے کی جرات کر کے آیا تھا۔ اس کی جگہ اگر میں نہ آتا تو اسے اس

گستاخی پر چلا کے خاک کر دیتا۔ جارا کا سنے فراج دلی اور وسیع النظری سے میراجون نظر انداز کر دیتا تھا۔

جب تک خاندانہ میں رومیوں آہ و بکا کر رہیں، میں عبادت گاہ میں حواسِ باختر سے سرگرداں رہا۔ پھر وہ اطراف میں سستے، سستے اور مزید غائب ہونے لگیں یہاں تک کہ خاندانہ میں ہر سو سکوت چھا گیا۔ اپنے دل کی دھڑکن صاف سن سکتا تھا۔ ایک لحظے کے لیے مجھے لگان ہوا تھا کہ دیوی کی تلاش میں ناکامی کے بعد وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے گی لیکن ایسا نہیں ہوا ایسا کیوں نہیں ہوا؟ جارا کا کامیری طرف سے آغا غافل کیوں ہے؟ اس لیے کہ اسے میری بستی کا بخول انداز ہے۔ وہ اپنے کسی موردِ دراز مفاہکِ خاطر میری ہرزہ ریاں مسلسل برداشت کر رہا ہے؟ وہی چٹان وہی اضطراب وہی غلابہ تاکہ کیفیت بھی جواب میرے روز و شب سے جو تک کی طرح چمٹ گئی تھی، وہی اندھیرا اور محسوس نہ آنا نہ اقرار نہ اثبات نہ نفی، نہ تائید نہ تردید، میں وہ اندھیرا چاک کرنے کے لیے یہاں آیا تھا اور میں نے یہ سوچا تھا اب جو بھی ہر گز اسے سر جھکا کے قبول کیا جائے گا۔ اس وقت میری جہاز میں اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ تھا کہ میں کون سی زمین پر کھڑا ہوں۔ میں نتائج سے بے نیاز ہو کر اپنے خلاف آخری فیصلہ سننے کے لیے آیا تھا کیونکہ اب جسم جھکنے لگا تھا۔ انسانوں کے لیے سب سے بدترین اور سب سے بہترین سزا موت کی ہوتی ہے۔ سوا سیم جانی سے تو مرنا بہتر تھا۔ دیوار شام تھی اور میں اندر جاکے کم از کم ایک بار اپنے اندر تڑپا تھا۔ اندر بچہ رہتا تھا۔ میں پتھروں سے سر جوڑنے آیا تھا۔ مرنگ کی دیوی غالباً یہی بتانے لگی تھی کہ اس جنوں کا حاصل کچھ نہیں ہے۔

کون کسی کا دکھ سمجھتا ہے اور جن کا سینہ پہلے ہی کشافوں سے بھرا ہوا ہے وہ بہ لطافت کیا سمجھیں گے؟ چارہ اگر گڑبگڑم خوردہ نہ ہو تو انصاف کیا کر سکتے گا؟ میں نے کئی بار پہلے بھی اپنی وحشتوں کا اظہار شدت سے کیا تھا، نتیجہ میں اور وحشتیں نصیب ہوئی تھیں۔ اقتدار و اصلاح منصب یہ سب شعور کے امتحان میں کامیاب ہونے کی اسنادیں شعور ایک سنگِ دل اور بے رحم چیمپ ہے۔ جارا کا کوجہر وقت اپنی آنکھیں کھلی چلی ہیں۔ اسے کسی سے سوز و درد سے کیا واسطہ ہوگا؟ مارا جسم ترش ہوا تھا۔ میں کچھ کہہ دین، بچھڑ گیا۔ اب کون آگے جاتے؟ شعبدے بازوں اور جادو گروں کے اس طعنی دار سے میں کیوں انسانوں کی امتیں قائم کی جائیں؟ جو ہر ہلے ہلے سے بڑھتے جا رہے۔ زندگی کی تکیا کی جاتے، موت کی آواز کے زندگی سے انتقام لیا جائے۔ دیوار کے اس پامیری پرانی کس قد ہوگی۔ میری آنکھ، حیرہ کرنے کے لیے چنداں وحشت، ٹھیکر طعنی تاشے دکھائے جائیں گے اور مجھے آئینہ دکھایا جائے گا، مجھے مراد میں تو لایا جائے گا کہ میں نے بیداری میں اپنے قد و قامت سے بڑا ایک خواب دیکھا ہے۔ جذبہ دنیا کے بعض اہم لوگ بھی میری خواب دیکھتے ہیں۔ پھر ان کی جھکیاں لے کے سویاں چھو

کے ہتھ پائے اچھیں بچکا جاتا ہے، اور کما جاتا ہے، تمہارا شجرہ تمہاری دم تمہاری سماجی حیثیت یہ ہے۔ ان میں سے کچھ ٹوٹ جاتے ہیں کچھ ٹوٹ میں آجاتے ہیں دلوں میں کچھ پکڑی ہوئی رہ جاتی ہے۔ یہاں بھی یہی ہے۔ دنیا کی ساخت ہی عجیب ہے۔ ہر تہذیب، ہر تہذیب کوئی تہذیب کی کیناں کائنات کے طول و عرض میں انسانوں کی کیا حیثیت حاصل ہے ہر دنیا اور اس طعنی دنیا میں اس تنازعہ کے کرداروں کو تکرار کرنے کے لیے چارہ کر لیا جاتا ہے۔ یہاں یہ تکرار بھی مختلف ہے۔

جنگِ فساد و شورش، بغاوت، انتقام، گمراہی کے خلاف پہاڑ کے چٹانوں کے، قولا کے پتھر کے محرک، محبتوں سے انکسار کا جوار بہت ہو چکا۔ اب ایک ہی فریضہ انجام دے کے اپنے آپ سے دست ہوا جائے۔ جذبہ دنیا کا قافلہ پائین میں آنا کہ اس کے قبول اور اندر کا اختتام کیا جائے۔ انھیں اس کرب ناک زندگی سے نجات دلا دینا۔ کافرا بے سنا پرانے کا اور اس وقت تک جارا کا کاسے بھی مناجات پڑھنے کی مناجات جو اعتراض شکست ہے مگر یہ شکست بھی نہیں ہے۔ سب اس حقیقت کا اعتراف تھا جس کا عنوان میں ہوا۔ یہی منطق اختیار تھی۔ میں نے وہیل تلاش کر لی تھی۔ قوانین اپنی جگہ مل گئے تھے اور میں کمزور رہنے کا آدمی ہوں کچھ کچھ حاصل کیا جو ریا میں کیا جو اذیت مجھ وہ شہر کے کافریہ تھا، وہ نتائج تک پہنچنے کا طریقہ کا تھا۔ ثابت ہوا طریقہ کاری غلط تھا، وہ حالت اور تاریکی تھی وہی آغاز، وہی انجام، ہر سحر، باغی، زراعت، اگر وہاں جالوش راجا ہے۔ ہر منزل پر تھمیں کی دھڑکن کے بعد ایک نئی منزل پر پہنچنے کے بعد نیا فقرہ اب ایک ہی منزل رہ گئی کہ میں جارا کا کاکایت ماب مقام حاصل کروں اور میں کا یہ خوردہ اپنے کاندھوں پر اٹھاؤں۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور فاموشی سے دیوار اندر داخل ہو گیا۔ اندر قہر کا سکوت طاری تھا۔ دروازے پر جب پھول پلکا دھڑکن میں منڈلا رہی تھیں۔ انھوں نے مجھے اندر جانے سے نہیں ڈکھایا۔ نیوے کے مڑ میں بھی ہوئی منڈلا رہی تھی۔ میں نے احترام سے ہجھکایا مقدس مارا کا کاکایت کاکایت کرب سے میری آواز زندہ ہو گئی اور مجھے جیسے جسم کے اندر ایک سیلاب چلنے لگا اور انھوں کے رستے ڈھلے۔ مقدس مارا کا کاکاکامیں نے اپنی لڑائی جیتی اور آواز پر قابو پا کے کہا میں سے پاس کتنے کے لیے اب کچھ نہیں ہے؟

اس سے آگے مجھ سے کچھ کہہ نہیں گیا۔ مجھے تھیں تمہاری آواز پر کسی بہت سے کوئی دھچکل خائیں ہو گیا۔ یہی ہوا، وہاں جانے سے چارہ دروازے پر کھڑی ہوئی وہ دھڑکن نے اپنی دروازوں کے کاسے سے ہر کچھ دایں بھاری دھڑکن سے ملنے لگا۔ دھڑکنوں کے کاسے سے ہر کچھ آگیا۔ جالوش کی خاندانہ پھر میرے سامنے تھی۔ دور تک مارتوں کا صدا نہ آواز نہ چکا نہ کامل سکوت میری حالت اس شخص سے مختلف نہیں تھی دنیا میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہو تھکن گراؤ، درد، اندام۔ میں خود کو بڑھا

موس کر رہا تھا۔ جالوش کی خاص جھوٹری میں داخل ہو کے میں اس اندر گیا۔ میں نے دھوکا پی اٹھی، کھانا ہوا مسند سے اتر کے فرش پر اور طعنی کس خیر نگاہ جا رہی۔ انگلی کے اشارے میں اس کا جلوہ نظر تھا، خود بخود میری نگاہیں ترش ہو گئی طعنی کس خائیں میں بے بہت پاس اٹھا تو مجھ سے ہاتھ لگایں وہاں سے اٹھ کے لئے گھومنے لگا۔ میں یہ منظر دیکھنے کی خواہش نہ کرنا۔ انقلاب ابھی مارا کا کاکاکے مجھے ملنے عقیدت سے ایسا دہ تھی۔ میں نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ کتنے کتنے خائیں میں کتنے محبتیں کتنے ہرگز مسودگی کتنے زبان خالی خالی۔ ہرگز ہوا کو گھبرا گئے کتنے کے بعد کوئی کھنڈر دہائی تنہائی کہ ہر گز کھنڈر بڑھ گیا۔ یہاں جہاں میں کھانا ابھی آباد ہو گیا کب لے لے والا یہی کوئی نہیں دشت جس کے تے کا گودا خاک ہو گیا ہو کڑی دھوپ میں لڑتی ہوئی۔ صحن میں خشک آوارہ پتے تھے۔ میں بے حال اپنے دشت میں بڑا رہا۔ اور مجھے ایک ایک اٹھنا پڑا۔ مجھے احساس نہیں کہ میں کتنی دیر زروں اور دھندل کی کیفیت میں مبتلا رہا۔ ایک بار پھر اس دیر میں میں ناک شہر اٹھنے لگا، میں تیزی سے باہر آیا، وہی منظر ہو رہا تھا، زروں دھڑکن پر دھڑکن کی طرح اور دھڑکن زری تھیں اور دھڑکن ہی آواز تھیں دھڑکن۔ میں نے سمجھا کہ وہ مجھے بلاتا تھا میں میں میں خود ان پاس پہنچ گیا مگر اس بار بھی انھوں نے میری طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ کے دوبارہ اوپر لڑنے کا مقصد اس امر کی تھی کہ تھکا تھکا انھوں نے علاقے میں مرنگ کی دیوی کو ہوسو گئے اس کی ایک جھلک بکھلی ہے۔ یادیں پھر جہاں دار دھڑکن میں یہی قیسا ایسا ہو رہا تھا۔ وہ مجھ کے پہنچنے اس لیے ناکام رہی کہ میری لاش جالوش کی خاص جھوٹری کے اندر پڑی تھی۔ اس کا ہاں آنا مناسب تھا۔ جالوش کا علاقہ کھوٹا اور اسرار میں ہوا تھا اور اس کی جھوٹری بطور خاص ایک مستقل طعنی حسد کی حیثیت تھی۔ ایسے فسون کا راجہ میں دیوی کا بار بار آواز موت کو دعوت دینے پر زور تھا۔ اس پر غلبہ پانے کے لیے روجوں کے انداز و اطوار میں پہلے ایسا زیادہ اضطراب پایا جاتا تھا۔ اور یہ شدید مظاہر مجھے دیوی کے میں میں زور فوسوچنے اور اس کی بدلتی قاسم کا احساس دہانے پر لگا رہا تھا جارا کا دیوی کے سلسلے میں اس قدر متوجہ ہے۔

مجھے اعتراض ہے کہ میری مرنگی دیوی کے ذکر کے بغیر ناگہل ہے ہر مرنگ کی دیوی غیر معمولی مادیاتی طاقتوں کی حامل تھی تاہم میں نے تاکہ اہم کی طاقتوں سے بالادستی طاقت تسلیم کرنے سے گریزاں تھا۔ اس کی صاف ہے کہ میں نے اس سرگاہ کے جید ساحروں کے غیر اعتدال کرشمے انھوں سے دیکھے تھے ان کی تعداد بھی شمار تھا اور دیوی اس خیرے میں تھی۔ دیوی کی موجودگی کے باوجود جہاں میں سے نجات حاصل کرنے میں اہل مرنگ اس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ خائیں مقدس ہر گز اٹھا دیوی کا گے شکل برحقوں پر میری مدد کو آتی تھی اور آنا فانا کسی چیز کی طرح

آسمانوں میں کھو جاتی تھی۔ وہ حملہ کرنے کے بجائے دفاع کرتی تھی اور اب تک اس کے تیوروں سے ہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس سرزمین کا ناپید طاقتور کی عظمت خائف ہے اور ان سے لکھنے میں پس و پیش کرتی ہے۔ میں کھتا تھا کہ دیوی میرے گلے میں پڑے ہوتے ہوئے طعنی لادری کی طرح کوئی نادرہ کار منظر ہے۔ جیسے شہابی، اچھے لکھی کے سینگ درندہ میرے بجائے یہاں لڑتا رہا مرنگ کا حاصل ہوا کہ کون اس کا تعلق دیوی سے براہ راست تھا۔ میں نے لیوگا کا سڑا ہوا گوشت کھایا تھا، میں نے سورال سے معلوم کیا تھا کہ میں نے زارشی کے صحرائوں میں بڑھے ساحروں کے ساتھ آگ کے گرد بیٹھ کے صبر آزما ریاضت کی تھی۔ میری تدبیر و تدبیر میں میرے بازوؤں کی طاقت حیرت ہوش مندی۔ دیوی ہر جگہ تو موجود نہیں تھی۔ میں مذہب دنیا کے قافلے میں سب سے غیر معمولی شخص تھا۔ میرا چہرہ وہ جہد دماغ بڑا جسم مضبوط زبان فصیح اور انداز جارحانہ تھے اور میں آقا کا دعوے دار تھا جس کی طلب میں تارکس بڑا خطر کا کوئی شخص میرے سر نہیں تھا۔ میں راستے کے تمام پتھر مٹاتا ہوا یہاں تک پہنچ گیا۔ کوئی اور ان صفات سے آراستہ نہیں تھا۔

جب میں تمام اعتراضات سے مسلح ہو کر مرنگ کے خائیں گیا تھا تو میں نے دیوی کو سلاخوں میں بند کر دیا تھا تو مارا کا کاکاکے کوئی تیزی سے اندر آگئے تھے اور جب آقا بلانے میں ہنگام جذبات میں رکاوٹوں کی طرف اشارہ کیا تھا ان میں دیوی بھی شامل تھی۔ اس وقت مجھے اس مرض خفی کا احساس ہوا تھا کہ میری عظمت اور میری آواز کا ایک سبب دیوی بھی ہے۔ یہ احساس میرے لیے بڑا اعصاب تھا اور میں کسی طور یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ یہ سب کچھ جس دیوی کی اعانت کے سبب سے ہے۔ میرے خیال میں دیوی ایک ایسا متحدہ مرضی کہ اسے آقا بلانے کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ اسی بنا پر میں نے مرنگ سے تلخ اور ترش باتیں کیں دیوی نے راجا کے زوال کے وقت بھی میرا ساتھ دیا تھا اور اب وہ بظاہر میں کوہ کے مجھے سرسری سے باز رکھنے کی تلقین کرنے لگی تھی اور جارا کا کاکاکے حاصل کرنے میں اتنا سیدہ تھا کہ اس نے بے قرار روجوں کی ایک فوج اس کے لیے بھیجی تھی یعنی جارا کا کاکاکے ایک آخری طعنی حیرہ اختیار کیا تھا اور میں جو فوجوں میں قاصطے طے کرتی تھی وہ دیوی کی منزل تک پہنچنے میں کام ہو گئی تھیں۔ اور میں تمام منزلتیں حاصل کرنے کے بعد مجھ سے بے خبر ہو گیا تھا کیونکہ ہوش لکھنے کا بار انہیں تھا۔ مرنگ نے کسی میری طلب کی تائید نہیں کی وہ میری رٹ لکھ رہا تھا کہ یہ سب ایک سرب ہے۔ وہ لگنے والے خطروں سے دہلا کر لڑتا رہا اور میں نے انکو کا قلع قمع کر دیا اور جالوش سے اس کا اقتدار چھین لیا۔ وہ جو اس کرتا رہا اور اس نے دیکھا کہ میرا تھجب دراز جوتا ہے تو قاصطوں پر عیط ہو جاتا ہے۔ میری پہلی جنش کوئی میں تو بھلیاں چلک جاتی ہیں۔ میرے ہوش بے ہوش ہیں تو زین لڑ جاتی ہے۔ آج مرنگ کی ایک ایک بات مجھے یاد آ رہی تھی۔ میری نظر میں سب نیچے تھا کیونکہ اس مرتبت میں آقا کا اعزاز شامل نہیں تھا۔ اس کی انھیں

و گئے۔ میں نے انھیں اس کے حال پر چھوڑا اور انی انور توڑی جانے کا ارادہ کیا۔ جالوش کی مدد حاصل کرنے کے بعد غلطی میرے ارادوں کے تابع ہو گئے تھے۔ چند عرصہ بعد میں جبر توڑی کے ساحل پر موجود تھا جیسے درمیان میں کوئی سمندر نہ ہو۔ میں اندھیرے کی اورٹ سے نکلا۔ جب دوسری طرف آیا تو وہ جبر توڑی تھا۔ ساحل پر حسب توقع سرنگا سمندر کی جانب نہ دیکھے جسے دس دو حرکت دیکھا ہوا تھا میری اہٹ بالکے اس کی آنکھیں ستر سے جھانک رہی تھیں اور وہ بے اختیار میرے گلے لگا گیا۔ "آؤ میرے ساتھ" میں نے ذہانی انداز میں کہا۔

اس نے گڑبڑ نہیں کیا، میں اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ ہم دونوں اس فانی آنکھیں جہاں سرنگا بیٹھ کے باغ کرنا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی میں نے غار محسوس کر دیا۔ یہ جارا کا لاکھا فضلی علاقہ نہیں تھا جہاں اس کے سر کو بڑی مائل تھی۔ سر طوف سے طشتن ہو کر میں نے توجہ دیا میں سرنگا کا ہاتھ چوم لیا اور اسے آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولا میرے محترم سرنگا میرے محترم سرنگا! میرے پاس الفاظ انہیں ہیں کہیں..... سرنگا نے مجھے سختی سے جھک دیا "آؤ جارا کیا تم یہی کہنے آئے ہو؟" وہ فارسی سے بولا۔

"مجھے کہنے دو" میں نے اس کے دونوں ہاتھ سینے سے لگائے "اس سے زیادہ اہم باتیں مجھے تمہارے پاس موجود ہیں مجھے بتاؤ تم نے کیا کھجا؟" میں نے کسی گفتف کے بغیر اسے شروع سے آخر تک سب کچھ بتا دیا جو کچھ میں نے قیاس کیا اور جو کچھ میں نے جارا کا لاکھا کے علاقے میں بہت کے دوران میں اپنی چشم باطن سے دیکھا۔ میں نے وہ دوری سرنگا کے ہاتھ میں تھا جو صوفیوں کی کھینچی ہوئی تھی اور جس کا سراپا میں نے اپنی راست میں پھول دیا تھا۔ سرنگا کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ وہ دیر گم لا اور غار کی دیواریں گھومتے لگا۔

"جابر بن یوسف! میرے لائق بیٹے! اس کی آواز کانپنے لگی۔ "تو نے ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ اب سب کچھ اس پتھر ہے کہ ہم آئندہ دونوں میں کیسے صمن سے تکرار کا نظام روکتے ہیں؟" حاتم حاتم کہتے ہو میرا راز اجاڑا کا لاکھا نے نہایت ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا ہوگا۔ وہ اشتعال میں آسکتا ہے؟

"جو بھڑکے کچھ سمجھتے ہوئے بولا ممکن ہے وہ ایسا نہ کہے وہ ایک نیرک، متقل مزاج اور قوی شخص ہے۔" "میں سمجھتا ہوں، اب ہم پہلے سے زیادہ خطروں میں گھر گئے ہیں اور تصادم کچھ واضح ہو جاتا ہے۔"

"ہمارے پاس اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ ہم اپنے اپنی فدا داری اور کم تر کی قافین دلاتے رہیں۔" "اپنی بزرگی کا کیوں نہیں؟ میں نے جوش میں کہا۔

اس کا بھاری سر ہلنے لگا۔ مجھے سوچنے دو۔ "وہ تاجیک ہم پر یقین کرے گا سرنگا؟" میں نے تیزی سے کہا۔ سرنگا گری نخوش ڈوب گیا۔ میں نے مجھے اسے نہیں پھیرا کر بڑے مجھے اس کی خواصاں جتنے الفاظ دیا۔ ہمارے لیے یہ آواز اسے بڑے تارک اور وحشت ناک تھے، دیوی کے صوفیوں میں ناکامی کے بعد جارا کا لاکھا مشتعل ہوا ناخوش ہو گیا تھا۔

"سرنگا؟" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ طول مدت کا کارہا ہے اور ہم دونوں جیڑا جیڑا طور پر بہت تھک چکے ہیں۔ مجھے بتاؤ کیا تمہارا غمیر دیوی میرے حوالے کر سکتے ہو؟

وہ چونک کر اور میری صوت دیکھنے لگا۔ وہ تیرے ہی پاس رہتا۔ میں کچھ ہاتھوں کو کیا کیا جانتا ہے۔

"تو یہ میں جارا ہوں۔ میں اسے ایک تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں سرنگا پر چھسکتے کا وہ در پڑا۔ وہ مذہب میں تھا اور کوئی فیصلہ کرنے کا نظر آ رہا تھا۔ "تم اس ساحل میں چنانچہ چلے جاؤ جہاں دریا میں سے تھانے وقت میں آکر کم کا ہاتھ اور تم میرے قریب بیٹھتے تھے؟"

ہم دونوں نے اشاروں میں لیاں ہیں ہر اندیشہ پر غور کیا۔ کوئی قدر اضافے سے پہلے میں سرنگا کی طرف سے دیوی کی طرف سے جانتا تھا۔ میں نے دیکھیں سے اسے کان کر لیا اور غلطے باہر نکل آیا۔ باہر آکے ہم نے جارا کی حمایت میں اپنے سینوں سے آوازیں نکالیں جب میں اس سے ملنے لگا تھا تو اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ اس نے شفقت سے مجھ سے ہاتھ ملا۔

میرا رخ آٹا لاکھا کے تھک کی طرف تھا۔ آٹا لاکھا۔ آٹا لاکھا۔ آٹا لاکھا۔ زمین کا چاند، لوکا بدن، راگوں کی تھیم، لالہ رخسار، بخت ملت، زہر و جہل، شاہ شاد و دھان، خسو شیریں بہتان، ہمیں بڑی زبرد کر کا گلا، سرخان و راز، آج پر چشم، میں نے اس کے ہالے میں بہت کچھ کہا ہے۔ عجز تو یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں کہا۔ تاجیک جو غلطی میں اس کے انتقام سے

مہم میرے لیے کوئی نہیں تھی۔ اب اس ہم کا سب سے بڑا غلطی تھا۔ ایک بار پر کشاں کشاں اس کے تھک کی طرف جارا ہاتھ۔ اس بادل کا جو عالم تھا، دل اپنی گونج میں تھا۔ کھول میں سرٹ آیا تھا۔ رقتا نہ تھا۔ جی جسم دیک ہاتھ۔ سوجا پہلے اور سان درست کر لیں میں نے تھک کے بے در دانی پر دست گئی نہیں دی، اسے مجھ کے سیدھا اس کی ماہ و ش کینوں کے متعلق میں جانتا تھا۔ وہ مجھ کو کچھ بتا رہی تھیں۔ کون یا جالوش کے جاشین جابر بن یوسف کے ساتھی میں مزاحم ہو سکتا تھا۔ وہ جانب کوئی اور مجھے راستہ نہیں تھیں۔ میں عمل کر کرتی دیشیں رنگ بر بادوں، منقش ستونوں، نمندہ لایا اڑوں سے گزرتا ہوا اس کی غلوت خاص میں پہنچ گیا۔ جیسا کہ میرا نقش تھا۔ وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے کسی تاجیک کے پیچھا کا رخ کیا۔ اس ماحول ہوا تھا جیسے اس نے عبادت گاہ کی کوئی مستقل جلا بنایا ہو۔ جارا کا لاکھا مجھے پھر نظر نہ پڑے جی میں نے حقیقت دوسرے کی

اداکس۔ "مقدس جارا کا لاکھا میں نے اپنی آواز بلند کی تو وہ اپنے غائب بیدار ہوئی۔ میں نے جیسے نہیں کر لیا۔" میں نے ششٹے سے کہا۔ وہ میری چانک آدھے کچھ گھبراہٹ سے ہم پر پھیلوں کی جھلک اس نے بہن کھی تھی، اس میں ایک ارتعاش جا پیدا ہوا جس نے مشتاق لگا ہوں سے اسے جواب دیا "آٹا لاکھا مقدس آٹا لاکھا! آئی یہ بات سن اب کوئی کار و حال نہیں ہے۔ دریا میں کس تیرے ہی خدمت میں پہنچ چکا ہے اور میں تیرے اشارے پر ایسا سب کچھ کرنا کرے گا یا ہوں؟"

وہ کسی شاخ کی طرح لڑائی اور اس نے جارا کا لاکھا کے محبت کی طرف نظر کیا۔ پھر اس نے میری حست آئینہ لگا دیں دیکھیں اور پکڑی ہوئی اپنی جگہ سے حرکت کی۔ میں وہیں ٹھہر گیا کہ وہ مکوں سے اپنی منہ پر جڑو لیشیں پہنچا اور اس کے ہاں میرے سلسلے میں ایک تار کی پید ہو چلا۔ وہ آہستہ فرامی کے ساتھ عبادت گاہ سے باہر چل گئی۔ میں نے اس کی جگہ لی، یہاں اس کے بدن کی خوش بو پھیلی ہوئی تھی۔ مجھ پر نشطی ہوئی لگا اور میں نے شرابی سے جارا کا لاکھا کیا۔ میں مجھ سے اپنی رفاقت کے انہماک کے طور پر لڑ تیری قربت کے لیے اور تیرا لاشین بننے کے لیے اپنے تمام جسم تیرے سامنے رکھ دیا۔ لیکن ایک بار مجھے اسے خوب بھی بھر کے دیکھ لینے۔ یہ ایک کرشن نے جسے کے ہاتھ جو صوفیوں نے تاج عبادت گاہ سے نکل آیا کرتی اس شخص سے روچے جو ایک وقت بعد اپنے تھوڑے جسم کو بونے جارا ہوا، جسے ہندو پٹنے کے بعد دھال کا لاشین ہوا، جس کا انتظار اس لوگوں کا تھا کہ اسے اپنے مالم میں دل چھلنے لگتے ہیں۔ جیڑا میں ہی رہتے ہیں۔ ہم سنا دیتی ہیں۔ آج تو کیفیت ہی تمام دونوں سے مختلف تھی۔ پہلے سولے پر اس کی طرف سے تائیدی اشارے ملے تھے۔ آکر وہ چانچ تو عبادت گاہ میں محسوس رہی اور میں جیڑا تھا۔ آواز مائے گراں اس کا بدن ازل کا پیدھا تھا اور میری کھول میں خرق کا ایک سمندر صورت تھا۔

خلوت میں وہ اپنی سابق نشست کے بجائے ایک منہ جو کی پر تھیں نظر آئی۔ اس کے زنگار جیسے پر غریب موٹی حزن اور سو گرائی تھی۔ میں نے وہاں دھال اپنے طمس سے محسوس نہیں کیا۔ اس نے لگا میں چار ہوں تو میرے گنگے میں یہ کیاں کر دینے لگیں۔ آج وہ کچھ زیادہ اور تھی، کچھ دل گرفتہ، دل شکستہ تھی۔ مجھے اس سے کچھ کہنے کے لیے اپنے آپ کو سینے میں مشکل پیش آئی۔ میں اس کا جمال ستر پادیکھا۔ ہستے فرار اور ہانک سے لڑا ہوا سے زنجیر میں کچھ پھول دینے لگی۔ تیرا نہ ہوا، شاداب گلکاب کی کوکھی گلی، نازک سی، میں اس کی تصویر قلب میں نگار ہاتھ، اس زندگی کا حاصل یہی ہے کہ اس طرح بھی ہے اور میں اسی طرح اس کے گشتان کا نظارہ کر رہا ہوں۔ میں اس سے کچھ نہ لے کر ہوا۔ میں پھر لایا ہوں۔ میں نے اشتیاق سے کہا۔ "مجھے تیرا راز ان برداشت نہیں ہوتا۔" وہ کھانے لگی۔ میں نے اپنے سینے سے نکلتی ہوئی آواز میں کہا۔ اب تو چاہے فیصلہ کرے۔ میری زبان کاٹ لے یا آنکھیں مضمدم کرے۔

میں اپنے اس کے باز نہیں آؤں گا کیونکہ میں ایسا کرنے پر تیار نہیں ہوں۔ یقین کر کوئی نہیں جو میرے دوا کر کے تیرے لیے اس کی طلب مجھ سے زیادہ ہے۔ میں کوئی ساحر ملن نہ کوئی مقدس شخص۔ مجھے ان سے عید دوا والا کچھ بس مجھے تیرا اقتدار مطلوب ہے، تیری منہ، تیرا جود، تیرا دھال۔ تیری جیڑا ہے۔ میں نے کچھ کہا، تیرے لیے کیا، بتا، اب تجھے کیا گریز ہے؟ میرے لیے میں شدید کرب تھا۔ میکے صحت میں اب کون سی آؤدی رہ گئی ہے؟"

وہ چھلنے لگی۔ اس نے شدت سے اپنی گردن جھکی اور میرا سنگٹا ہوا چہرہ دیکھنے لگی۔ میرا لہجہ جاکا لگے جھکے گئے بوجھوں۔ اس سے پہلے میں نے اس کے سامنے اپنی بے قراریوں کا حال بیان کرنے میں اظہار کی کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔ کوئی کیا کیا؟ خود ہوتا تھا کہ کہیں نظروں میں نہ ملے اور وقت نہ ملے وہ ہم نہ جانتے اور ان احوال کہنے سے بڑی سببیں دیوانے ہیں سے جملات میں نہ ملنے کس کس طرح اسے اپنے جذبے منتقل کرنا تھا لیکن آج دل داغ کا موسم بھلا ہوا تھا۔ مجھے اس کی محرومیں لافان اور اس کے انتقام کا سبب غم ہو گیا تھا۔ میرے اس وقت ہی وقت تھا۔ مجھے اپنی فصاحت و بلاغت کا جادو گنا تھا۔ اگر میں اپنی آگ بے قرار اپنے کاجیڑا کرنا جیسا کہ میں نے پہلے کیا تھا، تو اس کے ہاں دریا متاع ہوتا۔ اس کے شعور پہلے کے احتمال تھا۔ اس کے دل پر رنگ لگ گیا تھا۔ یہ رنگ مجھے صاف کرنا تھا۔ میں ارادہ کر کے آیا تھا کہ اس کا لوٹا ہے، اس کا پتھر توڑنے، اس کی ہر تھک لگنے، اس کے اھصاب جیڑا سے اور اس کا خوابیہ بدن بیدار کرنے کے لیے ایک شکل عمل سے گزرا پڑے گا۔ چاہے اس ہم کی تیرے میں کتنے ہی دن، اتنی ہی صدیاں کیوں نہ صحت ہو، میں نازک جیڑا غم میری پہلی اور آخری منزل دیتی تھی۔ اس نے گزرتے تیرے ہی ہم بائیں کی یقین۔ کبنا کچھ مجھے کسی دیر نے میں بیٹھ کے گرد پیش کے متعلق غور کرنا چاہیے کیونکہ ابھی مطلع پر ہی صاف نہیں ہوا ہے۔ ہاں، یہاں کار قلم کر کے میں نے ایک لڑا کاٹ دی تھی اور دیوی؟ سرنگا کی غمیر دیوی جو جارا کا لاکھا کو بہت پسند تھی۔ اب میں اس کے ہالے میں اسے فوٹا لے آیا تھا اس کے سوا مجھ کو سوت جہاں کے پاس کوئی راہ نہیں تھی۔ جارا کا لاکھا محسوس ہو گیا ہوگا کہ اس کا لاکھا کے تھک میں موجود ہوں۔ اس کا کٹ بھی میری نظر میں کھبا ہوا تھا۔ آگے ایک طرف ان اڈر ہاتھ، میرا دل ڈوب ہاتھ۔ اب جو کچھ بھی ہو، میں نے اس سے کہا۔ تو نے سچ کہا تھا، پہلے میں ایک بہت بڑا جاہل تھا، کچھ نہیں جانتا تھا۔"

اس نے اپنی گردن کو جنبش دی تو اس کی جیڑا زلفیں بے ترتیب ہو گئیں۔ میں اس کے قریب پہنچ گیا وہاں اس کی سانسوں کی خوش بخت ہوا چل رہی تھی۔ میں نے وہ مہل اور تانہ ہوا لے بیٹھے میں جیڑا میں تیری سی زبانی اپنے ہالے میں کچھ سننے کا انتظار ہوں۔ میں نے کہا۔ "جابر بن یوسف!" اس کی آواز کی موسیقی خلوت میں بھڑکی اور کچھ

کہتے کہتے گئی۔
 "مگر نے جو کچنا پتا ہی ہے کہ ہے۔" میں نے مضطرب اسے کہا کیا باب
 بھی تو یوں خاموش ہے کہ مجھے ہر کلامی کا شرف نہیں پہنچنے کی؟
 "اوہ" اس نے کرب سے اپنی گردن ہنجی کر لی۔ اس کا چہرہ
 چھپ گیا۔
 میں فرش پراس کے مری پر یوں کے نزدیک بیٹھ گیا اور میں نے
 ان پر اپنی پلکیں بکھاریں، میرے آنسوؤں سے نگلیے ہو گئے ہیں اپنے ہی
 آنسوؤں پر تار بکین کے روافد آنسو ہیں اپنی در و در بارہ ایک ایک ہونے
 بیت گئے۔ آخر تک تو اپنے آپ پر رحم کرتی ہے کہ ایک با جرات کر لے۔
 یہ عظمت یہ اقتدار یہ قصر یہ شہستان یہ عرب موت کینز یہ بدول۔ آئیں تجھے
 ایک اور جنت کی یہ کراؤں؟
 "ماہرین ہوسٹ" اس نے مضطرب ہو کر میرے بالوں پر اپنا ہاتھ
 لکھ دیا۔
 "ماہرین میری جان میں کچ بکھاتا ہوں" میں نے اس کے تارک ہاتھ
 حقام کے کہا "میرے پاس تیرے لیے بہت کچ ہے، وہ کلام جو تجھے درکار ہے
 وہ آتش جس کی تجھے ضرورت ہے؟
 وہ کچ نہیں بولی، میں بھی خاموش ہو گیا۔ دیر تک ہائے درمیان کوئی
 بات نہیں ہوئی میں نے آج اس کے بدن کے پھول بھی وحشت سے نہیں
 نہجے۔ میں نے اس کے کونوں ہونے والے کالوں پر رکھ لیے اور میرے پس پتا
 در و در ہونے والے منے فریج کا دیا میرے پاس بیٹھے آنسو تھے وہ میں نے ہوا دی
 میرے پاس بیٹھے نظر تھے وہ میں نے آواز کر دی۔ میں نے اپنی زور داد سنا آواز
 شکار تار بکین کہاں کہاں میں نے اسے یاد کیا؟ اس کے لیے کیسے مکرے سر کیے
 میں نے اپنی جتنی راتوں اور دنوں کی سرگزشت سنائی حالانکہ میں پہلے بھی
 اسے سنا چکا تھا۔ میں نے اپنے انہماک کی تحدید کی کہ وہ میری زندگی کا مال ہے
 مجھے اس کے بعد زندگی کی ضرورت نہیں ہے۔
 وہ میرا بیلاں تو مجھے منتی رہی اور اس کی آنکھوں سے شرارت اٹھنے
 لگے۔ "بس میں" پہلی بار اپنے نام کے سوا اس کی زبان سے میں نے نہ فرماتے
 مجھے اپنے کالوں پر یقین نہیں آتا کہ اس کے لقمے نے زحمت کلام کی ہے میرا
 لیے خود کو بھٹاننا مشکل ہو گیا۔ میں اس کے پاس مسند پر بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ
 اُسے خاموش میں بیٹھے کے لیے چھلنے لگے لیکن میں نے انھیں اپنے شوکی
 زنجیر پینا دی۔
 "مجاناں" میری حشر آواز ابھری۔ میں تو ختم ہو جاؤں گا۔ میں تو
 تیری آگ میں جلاؤں گا، یہی کہنے کے لیے آیا ہوں۔ میرے بعد تو مجھے یاد
 رکھے گا اور صدیاں بیت جائیں گی تیرا یہاں شباب اس طرح چڑھتا ہے کہ تو
 مجھے بہت یاد رکھے گی؟
 "ماہرین ہوسٹ" اس کے ہاتھوں میں سنتی گئی۔ اس نے میرا
 چہرے تواری سے حقام لیا۔

"میں کچ نہیں جانتا مجھے صرف تیری نگاہ کا کلام چاہیے ہے میں
 جانتا ہوں کہ تیرا شباب سنتی بندشوں میں مجزا ہوا ہے اور تیرا فیصلہ تیرا فیصلہ ہو رہا
 مجھے سب معلوم ہے، میں نے تجھے کہا تھا، تو مجھے اپنے غلاموں میں شام کر لے
 میں نے کہا تھا تو مجھے اس منہ میں تبدیل کرنے میں جو تو خوش ہوتی ہے، تو
 مجھے ایک پھول کی شکل دے دے جو تو اپنے آپ پر سجاتی ہے تو مجھے مافوقی
 جو تو اپنے ہونٹوں سے لگاتی ہے تو مجھے وہ ساز بنانے سے تو اپنی تہنایاں
 کاٹنے کے لیے جاتی ہے۔ میں تو تیری ایک آزاد نگاہ کا جو باہر ہوں ہوں ہوں
 لیے ہو اور اس کے لیے میں نے تیری برائیاں نش کی تھیں کہ ہے مجھے
 یقین دے دے کہ میری طلب بجا نہیں ہے؟
 "تیری طلب بے اثر نہیں" اس نے رزنی آواز میں تھوکر لگی تیری
 طلب بے اثر نہیں؟
 "ہے۔ مجھے معلوم ہے ہے۔" میں نے بے یقینی سے کہا "میری
 میں کوئی خامی ہے میری طلب تیری عظمتوں سے زیادہ شدید نہیں ہے تو ایک
 شہزادی ہے، اس عظمت کی سربراہ تو ایک ساحر ہے تیرا حسن ایک اجازت ہے،
 تو دنیا کا سب سے نادر جو ہے مگر تجھے خود اختیار نہیں ہے تیرے حسن کی خراب
 یوں ہی اپنے شیشے میں بند ہے۔ تو اپنے ہی لطفت سے نا آشنا ہے، تو
 اپنی ہی جان کے لیے عذاب ہے۔ تیرا اقتدار تیری غلامی ہے تیرا حسن تیرا
 تنہائی ہے۔ تو ایک خوب صورت تھوکر پتھر کا مجھ سے۔ تباہ ایک تک تو اپنے
 آپ سے نور ہے کہ غوغا زدہ بے قرار؟
 اس نے میرے ہونٹوں پر انگلیاں رکھ دیں
 "اس کے ہاں پہلے سے کہیں زیادہ مملکت نظر آ رہی تھی
 بخاک ہراس ایوان میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا لیکن خرابی سے ہم دونوں
 کی آوازیں نادیہ ہوا ساتوں تک پہنچ رہی تھیں۔ میرے لیے یہ مشکل تھا کہ میں نے
 بیان کا ایسا شیخہ اخبار کروں کہ اس کا بیان آتا کہ سینے میں شکاف پیکار نے
 دوسری طرف مارا کا کا قلب مضطرب آؤ گئے۔ آتا ہلا پہلے بھی میری جہن
 کاروں میں اپنا شو کو بھی تھی اور میری آواز کی خوب ناک خفا میں خلیل ہو گئی
 تھی۔ اس کے ہاں زانوں سے ایک کبکھی تھی، زانوں سے ایک ایک ہاتھ میں اس
 کے اکراہ و اعتناں پر غالب آچکا تھا لیکن اس کے تیرے جالوش نے اسے کسے چکا
 دیا تھا، جو میری مرتبہ راجا میں نے توری پر ملنا کر دی تھی۔ اب بھی یہی امکان تھا
 میں جا رہا تھا کہ علاقے سے اشتعال انگیز آواز میں فرار ہو گیا تھا تو رنگ کی دھڑکی
 اسے ایک باہر شکست دے تھی اور دھڑکا آتا تھا کہ انفعال پر قرار رکھنا، اور ہر
 جا رہا تھا کہ یقین دلانا کہ اس نے میری کو اس کے قریب کر کے ہے میں بھل شہ
 اور میں بیان کے لقمہ کا متقاضی تھا۔ مجھے احساس تھا کہ جا رہا تھا کہ میرے جذباتی
 رشتے اور میرا سرکش خراج منو پیش نظر رکھا ہو گا۔ میرے یاد ہو گا کہ میں نے آتا ہلا
 کا مجھے نہایت فراخ دلی سے اس کی کینز کے حوالے کر دیا تھا، میں اور بھی کچ
 سکتا ہوں، میرے فحش بہت جا رہا تھا اور خطرناک شہنشاہ مجھے اعتماد تھا کہ وہ
 آتا ہلا کے سامنے میرے جذباتی بیانات اتنی مددگار فزائش کے گا، اس عرصے

میں اگر ہلا کا کی دہی ہوئی بہت سے فائدہ اٹھا کے میں آتا ہلا کے دل و دماغ
 پر چھائی ہوئی صدیوں کی دھندل و کرنے اور وہ آگ و زلاں کھنے میں کامیاب
 ہو گیا جو میں دھبے دھبے ہنس کے نہاں خانے میں نگاہ ڈالتا تو فیصلے حسن
 میں ہوں گے۔ ایک ایسے شخص کھیلے جو میری طرح کسی سے اس مددگاروں
 حضور ہوا اس کا مطلب قریب ہی بیٹھا ہوا اور انتظار لیا کے بعد اس کا
 وصال نصیب ہو، وہ کہاں نظم و ضبط قائم رکھ سکتا ہے مجھے اس پر ہوش کاتم
 بھی سہتا ہلا عقل کا پاسمان اس غفلت میں مجھے گرفتار ہا۔
 میری وارنچی شیشی بھی کبھی کوستی کی طرح آہستہ آہستہ اس کے حواس
 اصحاب پر چھائی رہی۔
 "انا ہلا۔ میری صورت دیکھا اور میرا حوصلہ میرا کر" میں نے ہانپا لڑی
 کے ہانپے گزرتے ہوئے کہا۔
 "تو شکستوں کے دھپے ہے" وہ بات کہی ہوئی آواز میں بولی۔
 "ہونے دے تیری روح کو فرار آجائے گا۔ ہم سب برا بد چھنے کیلئے
 ہیں ایک ایک مسکوں کی قزوں پر محیط ہوتا ہے؟
 "تو کیسی باتیں کرتا ہے؟"
 "میں کچ بکھاتا ہوں اور تو کچ کی شناخت سے محروم ہو گئی ہے تو نے
 اپنے آپ کو ایک بے مثال قریب دیا ہے؟
 "سبا ہوتا تھا چھوڑ دے" اس نے وحشت سے کہا۔
 "میں چلا ہوں گا اور پھر کبھی اپنی صورت نہیں دکھاؤں گا۔ میں
 سنہ میں حق جو جانوں گا" میں نے گونگے آواز میں کہا۔
 "مجاناں تمام فیصلے جا رہا تھا کہ تیرا ہے ہر چیز اس کی امانت ہے ہر
 ذرا اس کا متوجہ ہے؟ اس کی آواز دکھ سے میری ہوئی تھی۔
 "میں جانتا ہوں، جیسے جا رہا تھا اس سرزمین کا اعتنا ہے۔ میں اس سے
 تجھے ہانک لوں گا لیکن اس سے پہلے میں تیرا یقین جانتا ہوں اسے خوش
 کرنے کے لیے میرے پاس ایک خوب صورت نمونہ ہے۔ مجھے یقین ہے اس
 کے بعد وہ تیرے حسن کی عظمت مجھے بخش دے گا؟
 "تیرے پاس کون سا تحفہ ہے؟ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔
 "میرے پاس ایک پراسرار ہندی عورت ہے جو اصل میں میرے
 ارمے دست مرزا کی حکیت ہے۔ اس سرزمین میں ایسا کوئی فلسفی ہو
 نہیں ہو سکتا ہے، مجھے معلوم ہے جا رہا تھا کہ اسے اپنے پاس رکھنے کا خوشی نہ
 ہے۔ اس عورت نے تیرے لیے میرے کالوں میں میری بڑی بو
 کی ہے۔ میرا ارجواہ دست مرزا ہمیشہ مجھے ہر مان رہا ہے۔ یقیناً وہ میرے
 اہم اور زوردار خواست پر اپنی دیوی مجھے بخش دے گا اور میں مجھے اور تو جا رہا تھا کہ
 اس سرزمین میں سوا دھار کی نادیہ خاتون اس کی موجودگی ایک کٹاوتھی سمجھتی
 ہیں تو میں یہ رکاوٹ ہمیشہ کے لیے انھیں سوچ کر سدا فراق ختم کروں گا۔
 "اوہ جابرین ہوسٹ" اس کے لبوں پر سکرا ہٹ تیرے لگی،
 جیسے پھول کھل اٹھے ہوں جیسے مل رنگتے انھیں نے مجھ سے کسے ہی

وہ خوش ہو ڈوب گئی اور اس کی آنکھوں کی چمک معدوم ہو گئی۔ اور اگرچہ بھی
 تجھے اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی تو اس نے اداس سے پوچھا۔
 مجھے اس کے فہم کی تہ تک پہنچنے میں دشواری نہیں ہوئی وہ کتنا جانتی تھی کہ
 دیوی ہر دور کے بدیہی صورت حال میں کوئی تبدیل یافتہ نہیں ہوگی۔
 اس کا یہ اشارہ مجھے اس رفاقت کا آئینہ دار تھا۔ وہ مجھے ایک فیصلے
 باخبر رکھنا چاہتی تھی جو کہ وہ کل کے بات نہیں کر سکتی تھی کہ اس نے اپنا تیر
 بل لیا تھا۔ میں نے اس سرزمین میں بنا دیا حاصل کیا ہے۔ میں نے اپنا تیر
 کہا اور خود کہیں کا احبابی شخص نے اندر سے قریب بیٹھے کال ثابت
 کرنے کیلئے برنگن کرکشن کی ہے۔ میں تیرے لیے مینا ہوں اس کی شرمناک ہندی
 صورت میں بڑی غول میں جو عورت نے گزشتہ ملاقات میں اس کے لیے اپنی دلی
 ہوئی خواہش کا انہماک کیا تھا مجھے اپنے دوست مرزا کا کہنا کہ میں دیر
 لگ گئی اس کا لقمہ مجھ سے ہوتا تو اس نے تیری خدمت میں پہنچنے کیلئے
 میں تاخیر کرنا میں تو تیری خوشنودی کے لیے جیتا ہوں اس کے بعد بھی بڑ
 اس کی پروا کون کرتا ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی زنجیر آزاد چاہتا ہوں؟
 "تو میرے پاس کیا مانا ہے؟ اس کے لیے میں بڑی تھی۔
 نہیں کیلئے میں نے بہت سہرا چھا، بہت خوب لکھے
 تھے وہ نازک بدن مجھ سے اس قدر قریب تھی اپنے شیریں لبوں کو میرے
 زحمت دے رہی تھی اس کا سوال ہے تیرا سنی رکھنا تھا میں نے جا رہا کہ آج
 مجھ پر مال بکرم ہے۔ میں تو جانتا ہوں۔ میں نے لوگوں کی آوازیں بولاب
 داکر تو دنیا کی سب سے خوب صورت محلات ہے۔ میں تیرے ہر عمل کے غلاموں
 کی نگہ جانتا ہوں۔ میں نے اب تک تجھے ماننے اور خود کو شناخت کرانے
 کیلئے بے غفرانے کیا ہے میں جالوش بنا خافت میں ہاں کا سب اعلا نص
 قرار پایا، مامی میں کمال بیلا کا مالدار کا کہ بعد ہو جا کہ دل ہے کہ کن
 جو مجھ سے زیادہ تجھے ماننا ہے؟"
 "ماہرین ہوسٹ" وہ پہلے کی بولی اور پھر خاموش ہو گئی۔
 "میں ایک بار۔ ہاں ایک بار۔ ایک بار تو میرے لیے اپنا سنا د
 کرنے سے میری تیری طویل صدیوں کی چند ساتیں اپنے لیے وقت کرنا چاہتا ہوں
 چند گھنٹوں کے لیے اپنے نگاہ کار اعزاز عطا کرے؟
 "اوہ۔ وہ منتظر ہو گئی۔ ماہرین ہوسٹ! میں تیرے پاس بوجہ ہوں۔
 "تو میرے پاس کہاں ہے؟ تو تو اپنے پاس بھی گئی ہے تو اس
 جس کی عادی ہو گئی ہے۔ یہ زانوں تجھے راس آگیا ہے شاید میں تجھے قابل
 نہیں کہ بائیں گا۔ میں نے شکست خود دلیجے میں کہا
 مجھ نے اس کے کچ نہیں کہا کہ میری
 نگاہوں نے بولنا شروع کر دیا مجھے معلوم تھا اس کے ہاں ایک شہید شیش
 ہو رہی ہے میں نے اپنے انھیں راتوں سے اسے اور انتظار ہے جو جا رہا تھا
 وہ کچھنے لگی
 "دو گھنٹہ میں میری عادی ہو گئی ہے اس کی زانوں نما خائیں بھی جاتی ہے اس کی زنجیر کا
 سنتی رہی۔ وہ عمارتوں میں کی زانوں نما خائیں بھی جاتی ہے اس کی زنجیر کا

ہی بیٹا تھا مارا کلا۔ جسے اس نے اپنی تمام غفلتیں سونپ دی تھیں سادری میں دوپٹے باپ کا ہم سر گیا تھا لیکن وہ اتنا خودگردان نہ تھا کہ سنبھل کھلے معصیت ہی کیا مارا کلا کا اناٹا ہی کیسے نہیں شہر لڑنے کے ہم الفت میں ایسا کردار ہو کہ اس نے اپنے باپ سے بغاوت کر دی، اناٹا نے منہ کیا تھا کہ وہ شہر ہی اناٹا سے دوپٹے پر نہ کرنا مارا کلا بادشاہ مارا کلا کا خاں فرین تھاداس نے شاہی خاندان کو ملائی سے نجات دلا دینے کے لیے اناٹا نے ان سے لے کر کھاتا بیکار پہلے زانی میں دستور تھا یہ ایک عہد تھا جو بادشاہ اور ماسر مارا کے درمیان تھا جس سے یہ خود اناٹا کا جو سردار ہو جب مارا کلا کا سرشریاں حد سے گزرنے لگیں اور وہ اناٹا کی حالت باز نہیں آتا تو اناٹا نے مارا کلا کو بیشہ کے لیے اناٹا سے عرض کر دینے کا ایک اہمیت کا ایک طریقہ اختیار کیا۔ اس نے اپنے ایک غیر معمولی عمر سے اناٹا کا بدن قفل کر دیا تاکہ جب بھی اس کی دشمنی کے غم کرنے کی کوشش کی جائے تو مارا کلا کا کلا سر دلی ہمت ختم ہو جائے۔ یہ شاید ماسر کا سادری کی حالت کسی گل باسی شے سے بہت یا اس میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ اس طرح اناٹا نے مارا کلا کو بیشہ کے لیے اہمیت میں مبتلا کر دیا۔ مارا کلا بڑا سادہ تھا وہ یہ کارنامہ انجام دے سکتا تھا۔ مارا کلا کے پاس اس کے سوا ایک چارہ نہیں تھا کہ وہ اپنی محبوب اناٹا کو جس غمخوار کرنے چاہتا اس نے اسے شاہی محل سے انکار کر کے ایک کھیت غلے میں بند کر دیا۔ پھر اس نے اپنی سادری کی حالت بدلتی شروع کی اور باپ حیات کا پتھر ملائی کر کے اپنی اور اناٹا کی زندگی جادوئل بنادی۔ وہ اناٹا کے لیے ایک دیران جبر سے ہی چلا گیا لیکن وہ اپنے باپ کا کرتے میں بالکل نہیں نے کوئی راضیتیں کی سخت آزمائشی سے گزرنا اس نے سادری میں کمال پیدا کیا یہ شمار درج طے کیے اور اس قابل ہو گیا کہ نادر دوسرے غلامانے اور اخصی کن کی سادری تشکیل دی تھیں اس نے اسے ایک بھٹی سی سادری بنائی اور دلی جبر ہو اناٹا کو اس کی کھیت بنایا۔ پھر اس نے دنیا کے شاہی خلعت ادا میں سے عین مقبل روئیں انوائس اور اخصی مشروب حیات پلا کے جادوئل کر دیا۔ اس نے قریب کے جبریں سے زیادہ تمام غلام پیرسے اور اس کی تسلی افزائش کی جب ان تک کہ وہ لوگ اپنی عسیر میں سے گزر گئے۔ اس نے عبادت گاہی اور خلعت بنانے پھر اسے ان تلامشیں اتنی دوسری پیدا ہوئی کہ اس نے ایک ہی زمین کو خلعت جبریں اور حکومتیں میں تقسیم کر کے سمجھ لوگوں کو یہ یاد کر دیا کہ ایک غلام اور اناٹا بغیر سلطنت کے فائز نہیں حالانکہ یہ ایک ہی جبر و خفاہ اس نے اپنے نام سادری بدلے۔ ماسر نے اسے اور اخصی مختلف جبریں کی حکومتیں سونپ دیں۔ وہ خود کسی کے سامنے نہیں آتا کیونکہ اس نے خود کو ایک دلا کے سادری میں بیٹھ کر کھاتا، مختلف جبریں میں مختلف معاشرے تھے اور بیان لوگوں کی ترقی کرنے کے واضح حاصل تھے۔ صدیاں بیت گئیں مگر وہ اناٹا کے لیے نرسایا ہوا اس نے تمامیں پیدا کیے اور اپنے ہی لوگوں کے لالہ ہی ایک دوسرے کے خلاف نفرت بیکار کے اخصی میں اڑوا یا اس نے دوسرے

چونکہ مدینے سے چودھائی زمین میں ہم بے نصیبوں کا قافلہ لگا
اور عمار کا کوہ پل بارپائی سلطنت میں ایک حریف طاقت تہ تیغ کرنے
اجتی ہونے لڑنے کے لیے نگرانِ عمار کا کوہ مذہب و دنیا کے اس خانے میں
خیز مزمحل ہو چکا تھا۔ راجہ مہارنہ کہیں اقبال کا یہ دیکر ملے گا تار
وہ پل غرض اس کے سن جہاں سوز کا غلام ہو چکا تھا ملے گا جہاں بے زمین
سے تعلق تھی مگر وہ زائل سے آتشِ عشق میں محو وہ جلا کا لکے ہوئے کھیتے میں
بجھ کر ہوئی تھی جلا کا لکے لنگہ اُس پر کر دی تھی۔ اقبال ہی جہاں ایک ایسی
عورت تھی جو کسی سے وابستہ نہیں تھی مہار نے اقبال کے سن کی تحریک پر
یہاں کے دستور کے مطابق مذہب ناکِ شفیق کس اور بہت جلد وہ تمام مال
کر لیا جو دوسرے کر دیا تھا۔ اس میں میری یہ پڑا سزا دی کہ اُس کا
کاٹنا وصل تھا جو عمار کا لکے لنگہ میں تہ تیغِ اہمیت و اختیار کی مادی
تھی مہار بن پرمٹ کو بہت سی رعایتیں اُس کے سبب سے حاصل ہوئی تھیں
یہ اُس پر سزا دینے کے منافی فرزندِ جہاں بن پرمٹ کے سلسلے میں دی گئی اور اسی
کھیتے کے لیے غار میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا اور دولتِ ریاضت کو راتِ جاہل
جہاں دی گئی تھی نگرانِ عمار کی روت کا سبب بن سکتی تھی۔ جہاں بن پرمٹ نے
دیو کی کہ دجے سے دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ترہ حاصل کر لیا تھا مگر اب
جلا کا لکے کی طور دی گئی کہ مال کرنا چاہتا تھا اور اسے یہ تک ہو گیا تھا کہ
جہاں بن پرمٹ کو رعایتیں دے کے دیو کی کہ مال کر لیا تھا۔ وہ خود
اُس پر تسلط حاصل ہے میں نام ہو گیا تھا اس لیے اُس نے ایک خاص حد تک
اقبال کو مہار سے انتہات کی آزادی دے دی تھی لیکن یہ آزاد۔ لے اقبال کو مہار
بن پرمٹ سے قویاب لے کر سبب بن گئے۔ میں احقر کرتا ہوں کہ انہی
گوشِ سخن اور دیو کی کہ حد تک اُس پر ہمیں طمسِ نظام کی علتِ اداس کے
ہامی سے ناواقف ہے۔ تھے اور جب تک یہ جہالت باقی تھی جو کوئی فہم
نہیں اُٹھا سکتے تھے، شاید اقبال کے مسل کر کرنے سے اُن کی ہوس کے مہار کے کدہ
میں یہ نہ آگئی وہ جلا کا لکے کے ملے میں گھس گیا اور اداس اُس نے اپنے
مہ کو رات پر لٹکا کے جلا کا لکے سے پہلے منظر سے واقف کرنے کے لیے مثال
ریاضت کی چھائی نے یہ کار ہو کر کہ اب وہ دیو سے دست بردار ہو چکا تھا

میرزا کا موش ہوگا کب کب سے سکتا ہو گا تھا؟ وہ سب خوف اور
 حیرت سے لبریز ہو کر دیکھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں سے پلے پلے ہلادی ہو
 غلوں کی لہریں نمودار ہوئیں، ادا ان سوسے سان کا ہنر تو رہ گیا نہ جانے کیوں
 مرتی کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھللیاں گھ گھ گھٹیں۔
 مجھے عافیت کر دیتی ہے؟ آج ویلے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔
 میں نے تھوڑا سی دھکا دیا

”مندی اہم کی عظیم آدمی بڑا خوشامیرو پشانی کارا سے ہوئے۔
 ”ہر ایک ایک خاندان کے افراد میں اس سے محتاج ہیں کہ ہم ایک دوسرے
 سے کیسے جانیں گے اور ہمت و دنیا کے رگ تو میں جھلنے لگے ہوں گے۔
 خراش لگنا ہے اور ہم جھک کر کہیں نہ رہیں گے۔
 یہ قبل از وقت سے ہے۔ سزا لگنے سے قبل مارا۔“

• پہلا یہ کہتے ہیں اس جہنم میں جو گئے ہوں گے؟ ڈاکٹر جواد نے کہا: ”وہ میرے ہر برس کے نزدیک بڑھا جاتا ہے۔“

• ہمارا کاکا کی تعلیم کے اعتبار سے تو بیس سو بیس سال گزار گئے مگر ہم نے یہاں کوئی آٹھ سال کا عمر گزارا ہے جو حفاظت میں شرائط آجاتا ہے

• بھی کوئی پانچ سال تو ہو گئے ہوں گے۔“

• ”ڈاکٹر جواد نے تعجب سے کہا۔“

سب سرنگے مختلف قسم کے سلاات کرتے رہے۔ خزاں آگیا۔
 سرنگا: تم اپنی دلی سی کیوں نہیں کہتے کہ وہ ہیں نبات والے کے لیے
 مدد کرے۔
 میں نے دلی کی رخصت کر دیا ہے۔ میں نے بہت رحمت دی
 تھی، اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ اسے جلاوا مال معلوم ہوگا
 میں اسے مزید روکنے سے جھکتا تھا۔

پہلا دن گزر گیا، دوسرا دن بھی گزر گیا، سامل پر سخت و حوصلہ طبی سب کے جسے زرد دھتے ہوئے تھے، جبکہ اور پاس سے جہاں سب قتلہا نہیں نے اس کا نشانہ نہیں کیا، یہ کہ ہماری زین و دھچکا ڈالی تھی، خشک رست اور بلی ہوئی چمڑوں کے سوا انھیں کچھ نہیں ملا، اب رفتہ رفتہ انھیں اپنی پرہیزگار احساس بھی ہو چلا تھا، میرا پہلے کی طرح اپنا بدن چکرانے لگی تھی، وہ چپ سے لیٹنے تو ان کا بیٹا چاہتا تھا، مگر انھیں کچھ نہیں ملا، میں نے اُن ساتھ نہیں دیا، بلکہ اپنی جگہ ماکٹ و جلد میٹھا رہا، وہ سب وہاں ہی ابگ بسے تھے، اُن کے جوش خشک ہو گئے تھے، جسے سنتے گئے تھے موت اُن کی نظر تھی اور اب وہ موت سے بہت گھرا بسے تھے، میرا دن بھی بہت گیا، پھر جو تھا سوزِ اُن کے سر میں سے گزر گیا، اب اُن میں چلنے پھرنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی، تیرے نیلے سر سے زانو پر سر ڈال دیا تھا، اور دلوں پر سبز کی برسوں میں اپنا جسم خشک کر کے چمڑے کے قریب سے بندھ ہو جاتی تھی، انھیں کوئی غصہ نصیب نہیں ہوا، کہ وہ سب سوزِ اُن کی جہاز کی تلاش کے لیے نکل جاتے اور اپنی دُشیز فزیریں سمجھتے ہیں کہ گری ہوئی تھی، بلکہ ہمارے سر کا اُن سب سے زیادہ طاقت رکھتا تھا، اب بھی اُن کی آواز میں دم تھا، وہ باتیں کرتا جا رہا تھا، اور اُن نے اپنی آنکھیں سبز کی طرف کھل رکھی تھیں، وہ بار بار پُچھتا کرتے تھے، گنگناہٹا دن اس عالم میں گزر گئے، اب وہ گزرنے آگئے کہ سبز کی جانب بچتے اور نقابت سے ایک دوسرے کو غائب کرتے تھے، اُن کے پاس کوئی پڑا بھی نہیں تھا کہ وہ جہاز کو اشارہ کر سکیں، بشرطِ اُس سبز میں وہ دیکھتے تیرا ہوا جاتا تھا اور مالوں کے دایں آجاتا تھا، ہر اس میں بھی بہت نہیں رہی۔

اُسوں میں دن شام کے وقت دُور کہیں ایک رفیقِ نظر آئی سرنگا
 نے سب سے پہلے اُسے دیکھا اچیران سب کو دکھایا اُن کے زور و چہرہ پر
 نرئی کی لکیریں ابھرا آئیں۔ ہماز بہت دُور تھا۔ وہ جینے چلانے کے جیسے
 سڑک کے شور میں اُن کی آواز ہماز تک پہنچ جائے گی انھیں فوراً اپنی غلطی
 کا احساس ہو گیا۔ دُور سے کثرت کی طرف خیرت اُتار دے دیکھنے لگے کہ شاید
 میں اپنی ساری کار کو گریز کر دکھاؤں گا جبکہ اب تک میں نے اُن سے
 کوئی بات نہیں کی تھی میں تو غافلانہ کر دکھاؤں گا اِردان کی باتیں مسترد کر دیتا تھا وہ
 مجھے بھڑکتے دیکھتے جلاتے تھے۔ دُور تھے جب اُن کا اُسٹری نہیں



لے ادا ان کی آواز میں صدمہ جتنے گیس تو انھوں نے مجھے سے مال پر چھوڑ دیا۔ میں ابھی بھی بھر بیٹھا تھا اور مجھے سے قلب و دماغ پر اس خبر سے کوئی اثر شرب نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے ایک جہاز کچھ پایا ہے نہ ان کی طرح مجھے جھوک اور پائیس نے ستایا تھا وہ ضرور چلنے لگے گا تو تھوڑے دیر میں ادا چھٹنے لگے۔

• • • • •

شرادھ مندر میں کوئی گونا گونا لڑائے بھی اس کی تعلیم کی جڑیا اور مارنا بھی پشہ لڑوں میں کو گھنٹیں لگتے۔ آگے نہیں جا سکتے طوفان لڑوں نے غصے پر کھڑے ہو کر ایک دوسرے پر چڑھ جاتے ہیں اور دھماکے لگتے، شرادھ و درک مکمل کیا ادا کرکٹ میں اتنی دیر تک چلا گیا کہ مندر کو غصہ آ گیا۔ وہ دھماکے لگتا تھا۔ وہ جہاز تک پہنچ گیا تھا اور شے پر کھڑے ہوئے تو ہوائی جہاز کے حملے نے اسے دیکھ بھی پایا تھا مگر وہ اسے صحیح دھڑلے کو پر لانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ الٹا اب ان کی کڑی ماسل پر مرکز ہو گئی تھی جہاں جہاز بلب و رنگ اپنے جہاز و ہنر کے حفظ تھے۔ جہاز تو یہ کہنے پر ان شہر حالوں پر شادی مگر کی کیفیت طہی ہو گئی انھوں نے دلو ان کی طرح اچھلا کر نا شروع کرنا

جہاز کچھ فاصلے پر ٹھہر گیا، جب سال پر کشتی طہری تودہ سب اس پر لوٹ پڑے جیسے انھیں کشتی میں جگہ نہ ملے گا اندیشہ ہو رہا تھا میں سال کی طرف کیسٹج لے رہے تھے۔ میں دھمکی نہیں جھانک رہا تھا میں نے دبا کر کہا۔

مڑنگا نے جہاز کے ملے کر اشارہ کیا، غالباً اس نے کہا جگہ پر لڑو ہنر تو ان جگہ پر لڑا گیا ہے مجھے اسے پس کر دیا گیا۔ میں دبا پڑا، اندازاً انھیں نے مجھے پر دوش کشتی پر لاد دیا اور کشتی توڑی کے سال سے جہاز کی سمت روانہ ہو گئی۔ جہاز میں ہیں گھر گھر کے دیکھ رہے تھے، وہ میں کسی معلوم دنیا کی مخلوق سمجھ رہے تھے۔ چائے پلاننگ ہوئے تھے، بال پڑے جیتے تھے۔

اور ہم سب سڑا پر مڑ رہے تھے۔ وہ بہت سے ہو گئے۔ جڑیا، ارشاد، ڈاکٹر جولو اور مڑنگا لے آکر مڑی میں انھیں اپنی فخر و دار سنا، تو ان کی حیرت و وحشت ہو گئی۔ انھوں نے پہنچنے کے لیے میں لینے پاس لیے اور کھانے کے لیے خوراک، خوراک پر سب جھوکے کھوکھ کی طرح بل پڑے۔ انھوں نے بچانے ساتھ شال کا رنجا با سکیں مری ہو کر آؤ جی جی میرا اور غار لینے بھی کہا، چھوڑ دیا اور وہ خود کھانے کے بجائے تھے نہ بنانے کے مجھے کھانے لگیں، ان کے کمر پر ہو گئے تو انھیں شرادھ کا خیال آیا اور سب انھیں یہ معلوم ہو کر شرادھ جہاز تک پہنچنے کی کوشش میں ان سے تھوڑا پرکھ لے تو ان کی خوشی ان سے چھین گئی۔ پھر جہاز پر کسی کو پہنچنے نہیں دیکھا گیا۔

یہ جہاز جہاز ایک طویل راستے سے گزرتا ہوا ڈوبن مارا ہوا تھا تین دن بعد ملتے میں ہر ملتے والا ایک جہاز کو لگا اور میں اس میں سوار کر دیا گیا۔ ہر ملتے پہنچتے پہنچتے میں دس دن لگے، ان میں میں میں جودہ غدار اور اسامہ سب کے چہرے پر غرضی آگئی تھی لیکن شرادھ کے خیال دلو مری آگفتہ بہ حالت نے انھیں اداس اور فاکٹش کر دیا تھا مڑیا

اور غلط ہر دم سے قریب ہی رہتی تھیں، ادا نے دو تین روزوں میں بھی لپلا لپلا مجھے دیکھنے آتی تھی۔ لڑو ادا مڑنگا ایک طرف فاکٹش، بیٹھا اپنی ہر قریب سے نکالے سمندر کی جانب لگا کر اتنا ہر برت میں ہم سے پہلے جاری خبریں سچ سن رہی تھی سب سے پہلے ہر قریب میں نے ہمارا استقبال کیا اور ہم سے طرح طرح کے سوال کیے جانے لگے۔ مڑنگا کا خیال تھا کہ میں جڑیا اور ان کے مڑ پر کچھ سے گفتگو کرتی جا رہے ہوں مڑنگا بن جائیں گے۔ مڑنگا کی ہمارا آمد کی خبر سے فائدہ اٹھانے کو ملے نہیں لگا گیا تھا ایک مدت بعد ہر برت کی فضاؤں میں میری حالت کسی قدر متغیر ہو گئی۔ پولیس کو ہمارا کوئی باقی نہیں

نہیں، انا تھا وہ ہر ہر جنوں سے شناخت، مڑے اور ادا داری کے اجازت نامے طلب کر رہے تھے۔ آخر مجھے اپنے والد اور ادا کا نام بتانا پڑا سب سے پہلے چارولیس ایٹین پہنچے تو مجھے پہچانے میں انھیں غای درگئی، شاید میری مدت مل گیا تھا۔ میرا عمر صحت اور گدگد سہا ہو گیا تھا، انھوں نے مجھے گھر سے لگا دیا اور عجیب و غریب کر پڑے گئے۔ میں گھر گیا کہ مجھے ملنے کے لیے ان کے پاس کوئی بھی خبر نہیں ہے، میرے ختم میں سے والدین رخصت ہو گئے تھے چلنے پہ سب کو اپنی فضا میں پرولیس سے روانی دلائی، یہ غریب نہیں رہ سکی۔ چلے گئے مگر پراخاری نامزد ہو گئے، کا تا جہا بندہ گیا مگر ہم نے انھیں ملنے سے انکار کر دیا۔

ایک پہنچے ایک جڑیا اور ادا شایس کے ساتھ ہر برت ہی میں رہیں، چلے اپنے اپنے وطن روانہ ہو گئے، ڈاکٹر جواد مرید لگا، فوڑی نے ملنے سے مجھ سے شریک کے اپنا وعدہ ادا کرنے کا اظہار کیا۔ میں نے اسے گھر لے گیا اور اس کی بٹانی کا لورس کے لے صحت کو دیا، وہ اڑیاں چلی گئی مڑنگا ہنڈل جانے پر ادا کر دیا تھا مگر مڑنگا اس کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ غولہ نے بھی مجھ سے عذر مانا کہ اگر انھیں کیا وہ انھیں ملنے سے انکار کر دیا۔ غولہ نے کسک مری حالت خراب کر دی، میرے سینے پر اب بھی وہ سادہ نشان تھا ہر جہاز کا کالنے مجھے جالوٹن کا ہائشین بنانے وقت کڑہا تھا، مڑنگا کی نازک اندام اور کئی نے مجھ کو شکست دے دی۔ وہ میرے لیے مڑ رہی تھی، اس نے اپنا نام بدل دیا اور مجھے اپنی تعلیم میں لے دیا اور فرائض میں اپنی ملکیت و حوصلہ میں اپنی فکرمندی غلڑا کرکھی اس نے ہر بار کی شریک بنایا، ہم نہیں ملے تو شریک کا نام ہر جہاز وہ اب بھی جاری ہے۔

لیکن ادا کا نام کوئی نہیں جانتا کہ وہ اب بھی میرے ساتھ رہتی ہے۔ صبح و شام شب و روز وہ مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔ وہ تو یہ کہ سینے میں چھپی رہتی ہے۔

